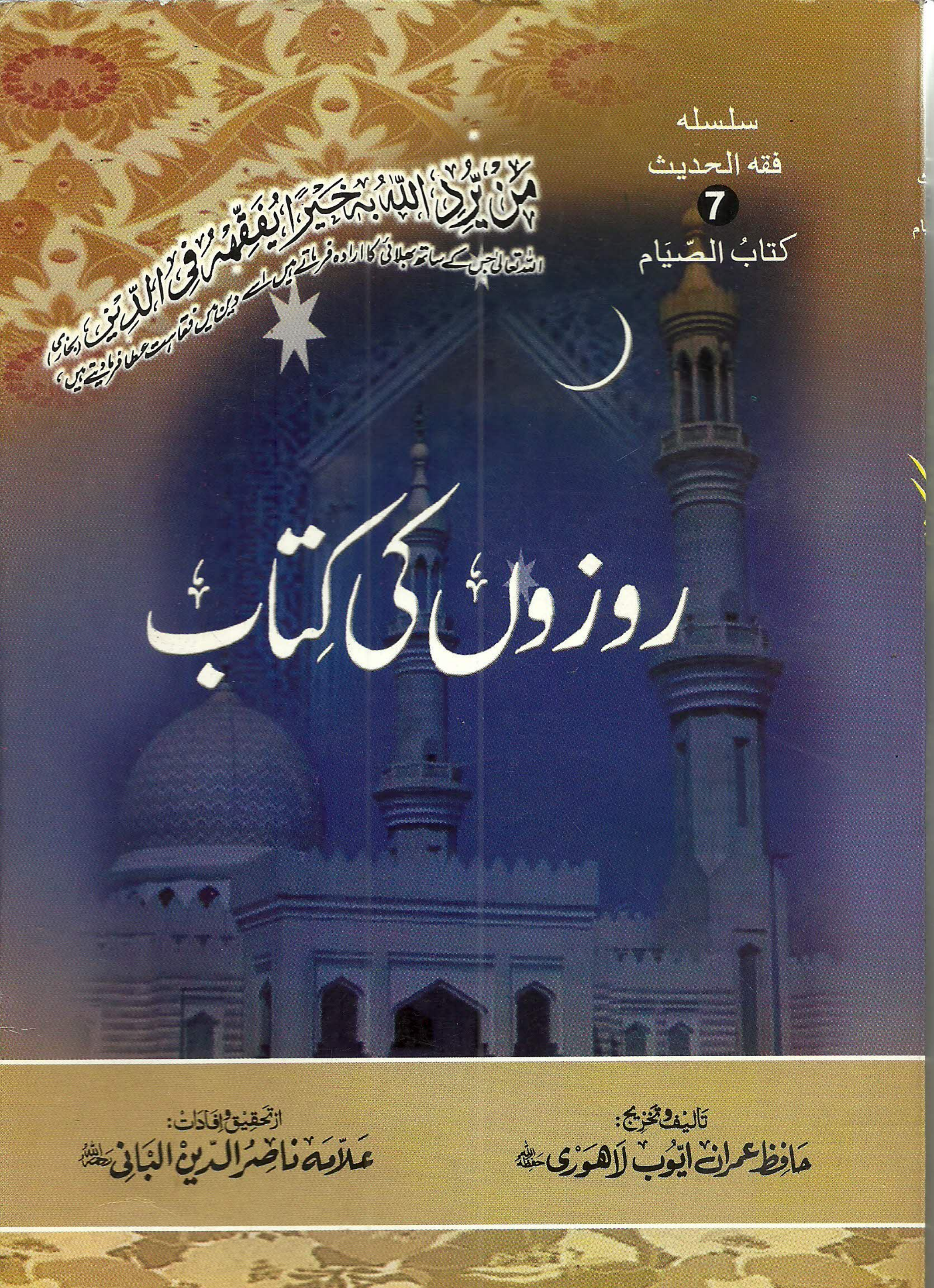
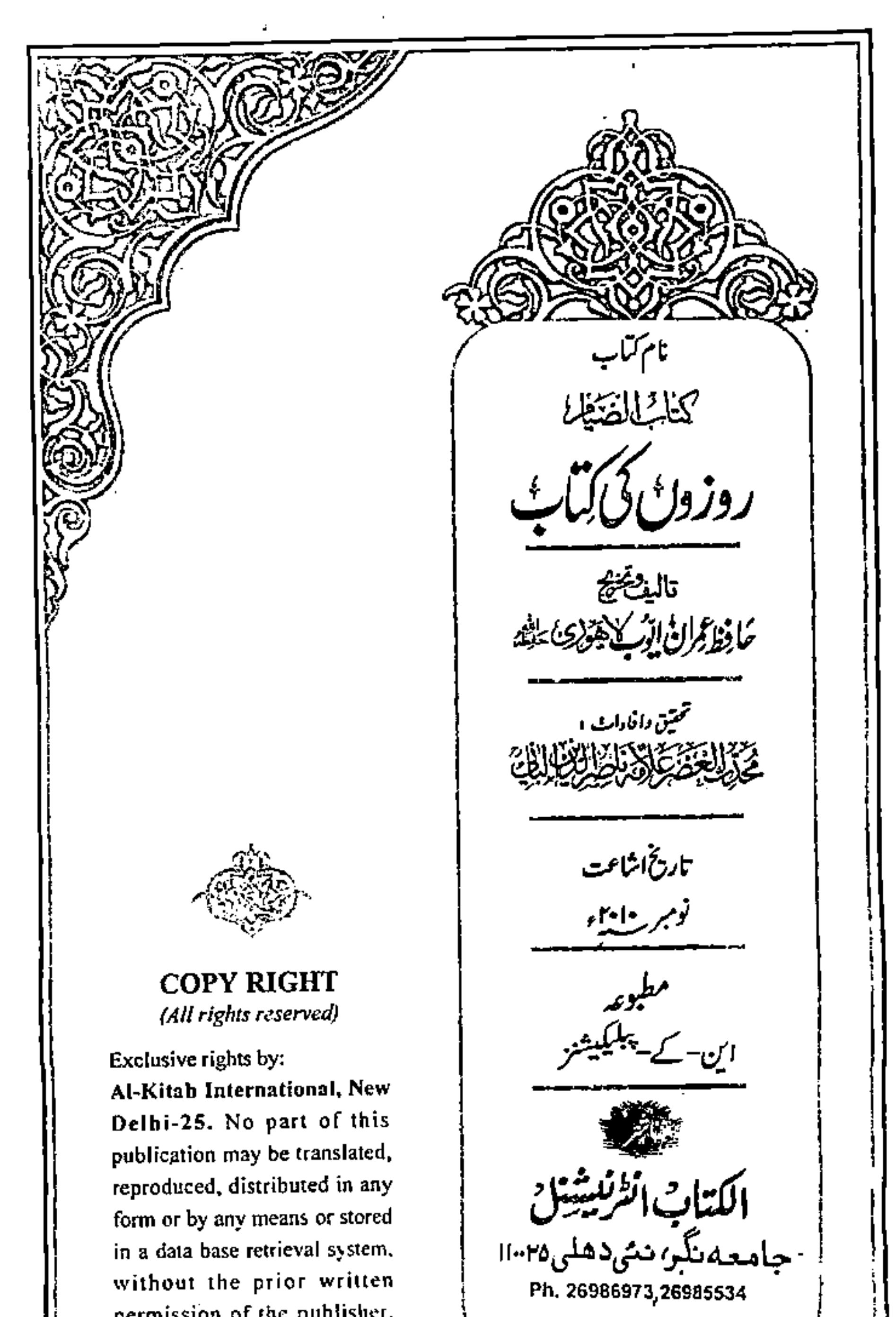

سلسلہ
فقہ الحدیث
7
کتابُ الصِّیَام
مَنْ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ (بخاری)
اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرما دیتے ہیں
روزوں کی کتاب
تالیف و تخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری
از تحقیق و إفادات:
علامہ ناصر الدین البانی


کتاب الصیام
روزوں کی کتاب





نام کتاب

كتاب الصيام

روزوں کی کتاب

تالیف وتخریج

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

تحقیق وافادات :

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی

تاریخ اشاعت

نومبر ۲۰۱۰ء

مطبوعہ

این۔ کے۔ پبلیکیشنز

الکتاب انٹرنیشنل

جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

Ph. 26986973,26985534

سلسلہ
فقہ الحدیث
7

مَن يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (بخاری)
اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرما دیتے ہیں۔

کتاب الصیام

روزوں کی کتاب

تالیف وتخریج
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

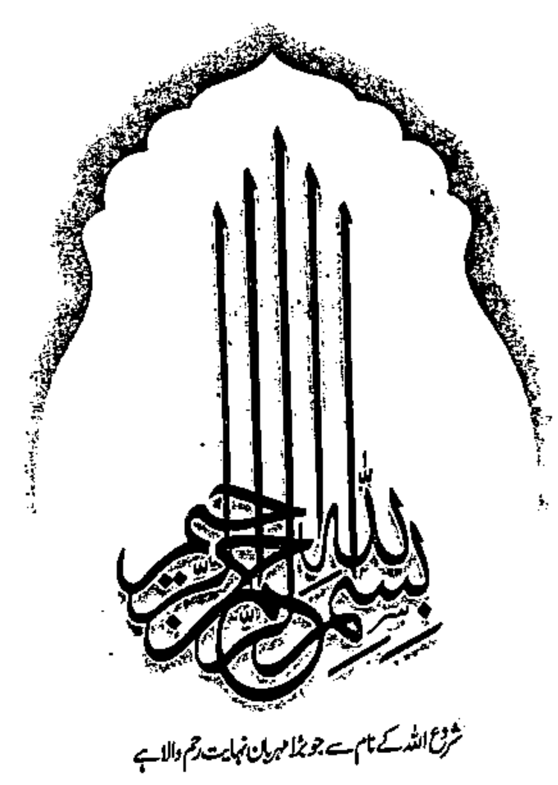
تحقیق وافادات:
محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی



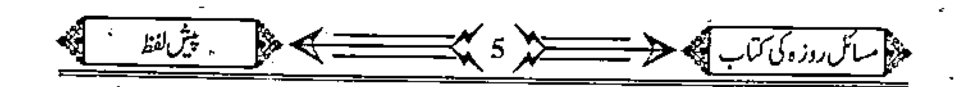
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
لاہور (پاکستان)



الکتاب انٹرنیشنل
جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵
Ph. 26986973,26985534



شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے



بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

صیامِ رمضان اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہیں اور اُمۂ اسلامیہ کے تمام افراد پر فرض ہیں۔ ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت قرآن وسنت اور اجماعِ اُمت کے ساتھ ثابت ہے۔ بعض اہلِ علم وفتوی حضرات نے عمداً روزے چھوڑنے والے کو کافر و مرتد بھی قرار دیا ہے۔ ترکِ روزہ کے گناہ کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشادِ گرامی سے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ ''جس نے عمداً بلا عذر ایک دن کا روزہ چھوڑا وہ تاحیات بھی روزے رکھتا رہے تب بھی اس کا بدلہ نہیں ادا کرسکتا۔'' رمضان کے روزے 2 ہجری میں فرض ہوئے اور اسی سال 17 رمضان کو حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوہ بدر الکبریٰ برپا ہوا۔ ماہِ رمضان میں ہی قدر کی رات قرآن نازل ہوا۔

سال کے تمام مہینوں میں ماہِ رمضان کو جو فضیلت و برتری اور تفوق و امتیاز حاصل ہے وہ کسی دوسرے مہینے کو حاصل نہیں۔ یہ مہینہ نزولِ سعادت کی یادگار ہے۔ خدا پرستیوں کا سرچشمہ ہے۔ صبر وتحمل اور ایثارِ نفس کا معلم ہے۔ اس میں جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ جہنم کے تمام دروازے بند کردیے جاتے ہیں۔ شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ مغفرت و رحمت کی برسات ہوتی ہے۔ عصیاں کاروں کو راہ نجات ملتی ہے۔ فسق و فجور میں کمی اور اعمالِ صالحہ میں کثرت ہوتی ہے۔ تلاوتِ قرآن، ذکر واذکار اور مجالسِ تبلیغ شب وروز ہوتی ہیں۔ اہلِ ثروت و دولت حضرات رضائے الٰہی کے لیے فرض زکوٰۃ کی ادائیگی اور انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ لوگ قیام اللیل یعنی نماز تراویح میں شرکت کرتے ہیں۔ بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہوکر دعا ومناجات کرتے ہیں، توبہ واستغفار کرتے ہیں اور اپنی بدکرداریوں اور سیاہ کاریوں کو معاف کرا کے جنتِ نعیم کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

لیکن ماہِ رمضان کے اس روح پرور موسم میں بھی کچھ بدنصیب شرپسند ایسے ہوتے ہیں جن کے شیطانی اعمال اور افعالِ خبیثہ میں رائی برابر بھی تبدیلی نہیں آتی۔ انوار و تجلیات کے اس مہینے میں بھی فسق و فجور کی تاریکی میں مستغرق اور نفسی خواہشات کی تکمیل میں منہمک نظر آتے ہیں۔ رمضان کے دوران شربِ خمر اور زنا و بدکاری جیسے

حرام افعال سرانجام دیتے ہیں۔ عبادت الٰہی سے یوں تہی دامن ہو چکے ہیں کہ انہیں اگر ایک لحہ بھی انابت ورجوع الی اللہ میں گزارنے کے لیے کہا جائے تو انہیں ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کسی سخت عذاب میں گرفتار کر دیے گئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر رمضان جیسے بابرکت مہینے میں بھی رحمتیں نہیں بلکہ آسمانی لعنتیں برستی ہیں۔ان کے لیے برکت وجنت کے نہیں بلکہ غضب وعذاب کے دروازے صدا کھلے رہتے ہیں۔

یہ تو اُن لوگوں کا حال تھا جو رمضان میں روزوں کے حکم کو کلی طور پر پس پشت ڈال دیتے ہیں۔اور جو روزہ دار ہوتے ہیں ان میں سے بھی شاید ہی کچھ لوگ مراد کو پہنچتے ہوں وگرنہ اکثر تو دوران روزہ بھی ماہ رمضان کی قدروں کو پامال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کھانے پینے سے روزہ رکھا ہے لیکن غیبت جیسی لعنت کے ذریعے اپنے مردہ بھائیوں کا خون اور گوشت کھایا جارہا ہے۔ روزہ رکھا ہے لیکن جھوٹ' فریب' گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے میں کوئی کسر روا نہیں رکھی جارہی۔ دوران روزہ فلمیں' ڈرامے اور بے ہودہ وفحش قسم کے پروگرام دیکھ کر ٹائم پاس کیا جارہا ہے۔ سگریٹ نوشی اور نسوار کے ذریعے روزہ پکا کیا جارہے۔ خواتین روزے کی حالت میں بے حجاب' میک اُپ کر کے' خوشبو لگا کر سڑکوں' بازاروں اور شوپنگ سنٹرز میں غیر محرموں کے ساتھ برسرعام شعائر اسلام کا مذاق اڑاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

خبردار! ایسے روزے کا کوئی فائدہ نہیں جو ہمیں پرہیز گاری کا سبق نہ دے' جو ہمارے اندر تقوی وطہارت پیدا نہ کرے' جو ہمیں صبر و پرہیز اور تکالیف ومصائب میں تحمل وبرداشت کا عادی نہ بنائے' جو ہمارے اندر نیکیوں کا جوش اور گناہوں سے بچنے کی قوت وصلاحیت پیدا نہ کرے اور جو ہماری بہیمی خواہشات کو کچلنے میں مدد ومعاون ثابت نہ ہو۔ بلکہ ایسا روزہ محض بھوک پیاس کا عذاب ہی ہے' اس کے سوا اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا بھی ارشاد ہے کہ '' کتنے ہی روزہ دار ہیں جنہیں ان کے روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔''

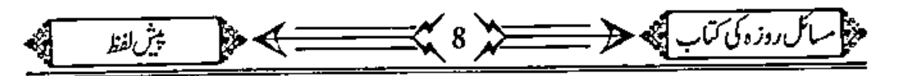
فرضیت صیام کی اصل حکمت انسانوں کو صبر و پرہیز کی مشق کرانا ہے جیسا کہ روزوں کے حکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خود جامع مانع انداز میں فرمادیا کہ ﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ یعنی روزوں کی فرضیت کا مقصد یہ ہے کہ تم تقوی و پرہیز اور صبر وتحمل کے خوگر بن جاؤ کیونکہ یہی پرہیز تمہاری نجات کا باعث ہے۔ ڈاکٹر حضرات کا یہ قول کہ (Prevention is better than cure) ''پرہیز علاج سے بہتر ہے۔'' ہم سب نے سنا ہے اور جو پرہیز ڈاکٹر بتلاتے ہیں ہماری ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ اس سے احتراز کریں۔ اور اگر کوئی پرہیز نہ کرے اور پھر بیمار ہو جائے تو اسے نہ صرف بدمزہ وکڑوی ادویات اپنے حلق سے نیچے اتارنا پڑتی ہیں بلکہ بعض اوقات تو علاج کی غرض سے اس کے اعضائے بدن کو چیڑ اپھاڑا تک جاتا ہے۔

بعینہ رمضان بھی ہمیں پرہیز سکھانے آیا ہے۔ جیسے ہم اللہ تعالیٰ کے منع کرنے پر حلال وپاک اشیاء سے دن

پھر قطع تعلق و بیزار رہتے ہیں اسی طرح اس کے منع کردہ تمام برے اعمال وسیئات سے اجتناب کریں۔ لیکن اگر ہم اس پرہیز کی پالیسی کو نہیں اپنائیں گے تو جنت میں داخلے کے لیے علاج کروانا پڑے گا اور تصور کیجیے کیا وہ علاج کوئی برداشت کر پائے گا ؟ کہ نرم و نازک انسان کو اپنی بدپرہیزی کا انجام بھگتنے کے لیے اُس آگ میں ڈبو دیا جائے گا جو درجۂ حرارت میں دنیاوی آگ سے ستر گنا زیادہ سخت ہے۔ کھانے کے لیے گندا خون زخموں سے نکلنے والی پیپ' کانٹے دار جھاڑیاں اور پینے کو اُبلتا کھولتا ہوا پانی پیش کیا جائے گا۔ علاج کے بطور سب سے ہلکی سزا یہ ہوگی کہ انسان کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے جن کی حرارت اس قدر شدید ہوگی کہ ان کی وجہ سے اس شخص کا دماغ یوں جوش مارے گا جیسے ہنڈیا چولہے پر جوش مارتی ہے۔ ساری زندگی عیش و آرام اور ناز و نعم میں رہنے والا صرف ایک مرتبہ آگ میں غوطہ کھانے کے بعد کہے گا' اللہ کی قسم! میں نے دنیا میں کبھی کوئی بھلائی اور نعمت نہیں دیکھی۔ آگ نے بعض لوگوں کو ٹخنوں تک' بعض کو گھٹنوں تک' بعض کو کمر تک اور بعض کو گردن تک گھیر رکھا ہو گا۔ جہنمی کو اس قدر موٹا اور چوڑا کر دیا جائے گا کہ اس کے دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار سوار کے لیے تین دن کی مسافت ہوگی' اس کی داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی جلد کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔ یہ وہ علاج ہے جس کے بعد دنیا میں بدپرہیزی کرنے والا انسان جنت میں داخل ہو سکے گا بشرطیکہ مشرک نہ ہو۔ اب خود ہی سوچئے! کہ پرہیز بہتر ہے یا علاج ؟

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''قربانیوں کا گوشت اور خون اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا بلکہ تمہارے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے۔'' جب قربانیوں کا گوشت اللہ کو نہیں پہنچتا تو ایسی بھوک پیاس کیسے پہنچے گی جس میں تقویٰ و پرہیز شامل نہ ہو۔ بس یہی مقصد روزہ اور حکمت رمضان ہے جس نے اسے پالیا وہ جنت رفیع میں بلند درجات کا مالک بن گیا اور جس نے اسے نظر انداز کر دیا وہ ناکام و نامراد ہو گیا۔ [اعاذنا اللہ منہ]

زیرِ نظر کتاب'' **کتاب الصیام** '' میں ہم نے مسائل روزہ پر مفصل بحث کرنے کی کوشش کی ہے۔ ''سلسلۂ فقہ الحدیث'' کی سابقہ روایت کے مطابق اس کتاب میں بھی دلائل کے لیے صحیح احادیث کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ ہر حدیث پر **شیخ ناصر الدین البانی** رحمہ اللہ کی تحقیق لگائی گئی ہے۔ شیخ البانی کے علاوہ دیگر کبار محققین کی تحقیق سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ احادیث کی مکمل تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔ مسائل میں ائمہ اربعہ کے علاوہ عرب و عجم کے قدیم و جدید علماء و مفتیان اور فقہائے عظام کے فتاویٰ جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔ قارئین کی سہولت کے لیے اس کتاب کی ابتداء میں بھی وہ ضروری اصطلاحات درج کر دی گئی ہیں جنہیں کتاب میں استعمال کیا گیا ہے۔ اردو عبارت نہایت سہل رکھنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ عام آدمی بھی اس سے بآسانی مستفید ہو سکے۔



امر واقعہ یہ ہے کہ کوئی بھی چیز بنانے والا جب پوری محنت ومشقت اور تگ ودو سے کوئی چیز بنالیتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں لیکن جب دوسروں کی ناقدانہ نظر اس چیز پر پڑتی ہے تو مختلف قسم کے نقائص سامنے آتے ہیں جو بناتے وقت اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتے۔ اسی طرح کتاب ہذا کو بھی ہر قسم کے نقص سے پاک رکھنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن اگر قارئین پھر بھی اس میں علمی یا فنی حوالے سے کوئی نقص وسقم دیکھیں تو ضرور مطلع کریں تاکہ اس کی جلد از جلد تصحیح کی جاسکے۔

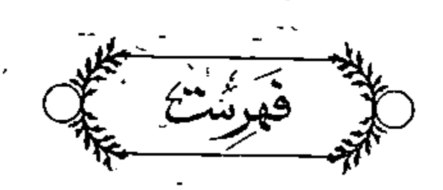
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو قبول عطا فرمائے' اسے لوگوں کی ہدایت کا سرچشمہ بنائے' اور راقم الحروف اور اس کے اہل وعیال اور تمام معاونین کے لیے باعث نجات بنائے۔ (آمین)

"وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ انیب"

حافظ عمران ایوب لاہوری

کتبہ بتاریخ : 21 ستمبر 2004ء

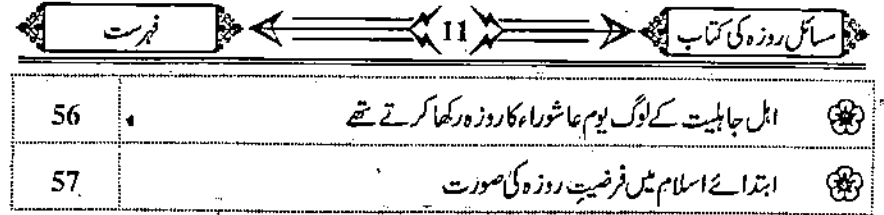
بمطابق : 5 شعبان 1425ھ



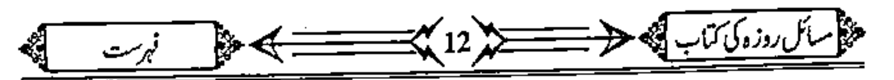
فہرست

چاند دیکھنے کا بیان

روزوں کی فرضیت کا بیان



روزوں کی فضیلت کا بیان

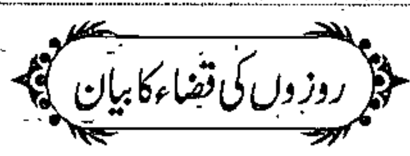


روزوں کے آداب کا بیان

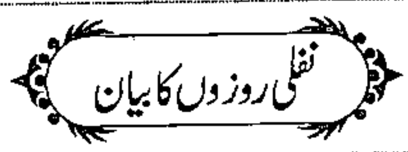
روزہ دار کے لیے جائز افعال کا بیان

روزہ دار کے لیے حرام افعال کا بیان

روزہ توڑنے والی اشیا کا بیان



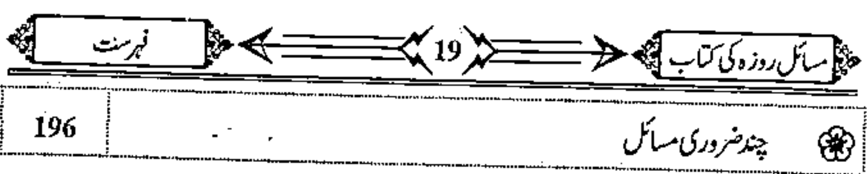
روزوں کی قضاء کا بیان



نفلی روزوں کا بیان

جن ایام کے روزے ممنوع ہیں

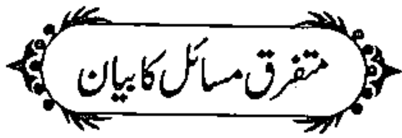
نماز تراویح کا بیان



اعتکاف کا بیان

شب قدر کا بیان

فضائل قرآن کا بیان



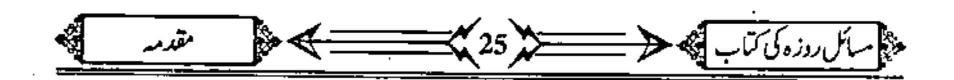
متفرق مسائل کا بیان

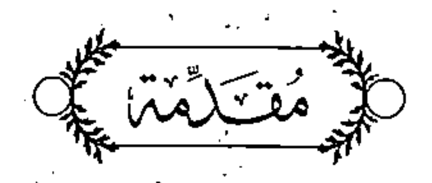
چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

نمبر	اصطلاح	تعریف
(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباطِ احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔
(3)	استحسان	قرآن' سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔
(4)	استصحاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا استصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرر رساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) راجح بات (5) حالت مستصحبہ۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابوحنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تحفۃ الاشراف از امام مزی وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء جزء کی جمع ہے۔ اور جزء اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاستیعاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جزء رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلقہ چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلقہ مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	باہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو عمل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد' عبادات' معاملات' تفسیر' سیرت' مناقب' فتن اور روز محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول' فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شارع علیہ السلام نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

(21)	راجح	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داود وغیرہ۔
(23)	سدالذرائع	ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد و خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن وسنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ' دیانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شذوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری' مسلم' ابوداود' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔
(31)	عرف	عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو' اس کا عادی ہو' یا اس کا ان میں رواج ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمت شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں اُن شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیہ	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھدار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلقہ مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز' روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب وسنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب وسنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں' خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطھارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب' نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	مکروہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجتہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

(43)	مصالح مرسلہ	یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	مسلک	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسلک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسلک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ دین (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقطوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرے۔
(55)	معلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	معضل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔
(59)	منکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق' بدعتی' بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مسند	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابو نعیم الاصبہانی وغیرہ۔
(63)	معجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً معجم کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	نسخ	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہا کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہا اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔





مُقَدِّمَۃ

لغوی وضاحت: لفظِ صیام باب صَامَ يَصُوْمُ (نصر) سے مصدر ہے۔اس کا معنی "روزہ رکھنا اور رُک جانا (یعنی کھانے' پینے' بولنے' جماع کرنے یا چلنے سے رک جانا سب اس میں شامل ہیں)۔"(۱)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق خبر دی ہے کہ ﴿ إِنِّـي نَـذَرْتُ لِلـرَّحْـمٰنِ صَـوْمًا ﴾ [مریم : ٢٦] "بے شک میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مانی ہے۔" اور روزے سے ان کی مراد کلام سے خاموشی تھی۔جیسا کہ اسی آیت کا اگلا حصہ اس کی وضاحت کرتا ہے کہ ﴿ فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ﴾ "میں (نے روزہ رکھا ہے لہٰذا میں) آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔"(۲)

شرعی تعریف: (حافظ ابن حجرؒ' امام نوویؒ) مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص ایام میں' مخصوص اشیاء (یعنی کھانے پینے' فسق و فجور کے ارتکاب اور دن میں جماع کرنے) سے رک جانا' روزہ ہے۔

(حنابلہ) مخصوص اشیاء سے رُک جانا' روزہ ہے۔

(مالکیہ) سارا دن (یعنی طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک' ایک خاص) نیت کے ساتھ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت و خواہش سے رُکے رہنا' روزہ ہے۔

(حنفیہ) مخصوص امساک کا نام روزہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مخصوص صفت کے ساتھ تین روزہ توڑنے والی اشیاء سے رُکے رہنا۔

(شافعیہ) مخصوص نیت کے ساتھ ایسے مکمل دن میں جو روزے کے قابل ہو (یعنی اس میں روزہ ممنوع نہ ہو مثلاً

---

(۱) [القاموس المحيط (ص/ ١٠٢٠) المنجد (ص/٤٧٦) غريب الحديث (٣٢٥/١)]

(۲) [تفسير قرطبي (٢٦٨/٢)]

عیدین، ایام تشریق اور شک کا دن وغیرہ) روزہ توڑنے والی چیز سے رُکے رہنا روزہ ہے۔(۱)

(ابن کثیرؒ) روزہ خالص اللہ عزوجل کی (رضامندی کی) نیت کے ساتھ کھانے، پینے اور جماع و ہم بستری سے رکنے کا نام ہے۔(۲)

روزے کب فرض ہوئے

روزے دو ہجری میں فرض کیے گئے اور نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں نو برس ماہ رمضان کے روزے رکھے۔

امام نوویؒ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اکرم ﷺ نے نو رمضان المبارک کے روزے رکھے، اس لیے کہ ہجرت کے دوسرے سال شعبان میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تھے اور نبی کریم ﷺ گیارہ ہجری ربیع الاول کے مہینے میں فوت ہوئے تھے۔(۳)

امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ

رمضان کے روزے دوسری صدی ہجری میں فرض کیے گئے۔(۴)

روزے کی حکمت

اولاً ہمیں یہ علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مختلف اچھے اچھے نام ہیں۔ ان میں سے ایک نام حکیم بھی ہے جو کہ حکمت اور حکم سے مشتق ہے۔ چونکہ حکم بھی اللہ تعالیٰ کا ہی ہے لہٰذا اس کے تمام احکام بھی نہایت پر حکمت ہیں۔ تمام احکامات کے پر حکمت ہونے کے باوجود بعض اوقات ہمیں اس کی حکمت کا علم ہوتا ہے اور بعض اوقات ہماری عقلیں اس کی حکمت کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ حکمتوں کا ہمیں علم ہوتا ہے اور بہت ساری حکمتیں ہم پر مخفی ہی رہتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کرتے ہوئے اس کی حکمت کا بھی ذکر فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾

[البقرة : ۱۸٤]

---

(۱) [فتح الباری (۵۹۲/٤) شرح مسلم للنووی (۲۰۰/٤) سبل السلام (۸۵۹/۲) مغنی المحتاج (٤۲۰/۱). المجموع (۲٤۷/٦) الشرح الكبير بحاشية الدسوقی (۵۰۹/۱) المغنی (۱۸٦/٦) الكافی (۳۵۲/۱)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (٤۳۵/۱)]

(۳) [المجموع (۲۵۰/٦)]

(٤) [نیل الأوطار (۱۵۱/۳)]

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے' تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ روزے کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ و پرہیز گاری حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اہل علم نے روزے کی مشروعیت کی مختلف حکمتیں بیان کی ہیں جو سب تقویٰ کی ہی خصلتیں ہیں' روزہ دار کو متنبہ کرنے کی غرض سے ان میں سے چند ایک کا بیان حسب ذیل ہے:

(1) روزہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے شکر کا ایک وسیلہ ہے۔ روزہ نام ہے کھانا پینا ترک کرنے کا اور کھانا پینا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ لہٰذا اس سے کچھ دیر کے لیے رک جانا اس کی قدر و قیمت معلوم کراتا ہے۔ پھر انسان اِن نعمتوں کا شکر ادا کرنے پر راغب ہوتا ہے۔

(2) روزے سے شہوات پر قابو پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جب انسان سیر ہو اور اس کا پیٹ بھرا ہوا ہو تو اسے شہوت کی تمنا ہوتی ہے اور جب بھوکا ہوتا ہے تو خواہشات و شہوات سے اجتناب کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح نظر کو جھکانے والا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور جسے استطاعت نہ ہو اس کے لیے روزے کا اہتمام و التزام ضروری ہے اس لیے کہ روزہ اس کے لیے ڈھال ہے۔''

(3) روزہ حرام اشیاء سے اجتناب کا ذریعہ ہے کیونکہ انسان جب رضائے الٰہی کے حصول کے لیے حلال اشیاء ترک کر دینے پر تیار ہو جاتا ہے تو حرام اشیاء ترک کر دینے پر بالاولیٰ تیار ہوگا۔ اس طرح روزہ انسان کے لیے حرام کاموں سے بچنے کا وسیلہ بنتا ہے۔

(4) روزہ انسان کو اس ایمان و یقین پر تیار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر لحہ اس کی نگہبانی و نگرانی کر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان قدرت و طاقت کے باوجود اپنی خواہشات اور حلال اشیاء ترک کر دیتا ہے کیونکہ اسے یہ یقین محکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

(5) روزہ فقراء و مساکین پر شفقت و رحمت اور نرمی کرنے کا باعث ہے۔ کیونکہ جب انسان کچھ دیر کے لیے بھوکا رہتا ہے تو پھر اسے اُن لوگوں کی حالت کا احساس ہوتا ہے جنہیں ہر وقت کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ اس طرح وہ شخص غرباء کی اعانت' ان کے ساتھ شفقت و رحمت اور احسان کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

(6) روزہ شیطان کو غم و غصہ دلانے اور اس کی کمزوری ثابت کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ روزے سے شیطان کے وسوسے بھی کم ہو جاتے ہیں' جس بنا پر معاصی اور گناہ و جرائم بھی کم ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان انسان

میں خون کی طرح گردش کرتا ہے' تو روزے کی وجہ سے ایہ گردش والی جگہیں تنگ پڑ جاتی ہیں جس سے وہ کمزور ہو جاتا ہے اور اس کا نفور بھی کم ہوتا ہے۔

(ابن تیمیہؒ) بلاشبہ کھانے پینے کی وجہ سے خون پیدا ہوتا ہے' اس لیے جب کھایا پیا جائے تو شیطان کی گردش کی جگہوں میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ خون ہے۔ اور جب روزہ رکھا جائے تو شیطان کی گردش والی جگہیں تنگ ہو جاتی ہیں' جس کی وجہ سے دل اچھائی اور بھلائی کے کاموں پر آمادہ ہوتا ہے اور برائی کے کام ترک کر دیتا ہے۔(۱)

(7) روزے کے ذریعے مسلمان کثرت کے ساتھ اطاعت کے کام بجالانے کا عادی بن جاتا ہے۔ کیونکہ روزہ دار دوران روزہ کثرت کے ساتھ اطاعت وفرمانبرداری کے کام سرانجام دیتا ہے لہٰذا وہ اس کا عادی بن جاتا ہے۔

(8) روزہ انسان میں دنیاوی خواہشات ولذات سے زہد پیدا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس موجود اجر وثواب حاصل کرنے کی رغبت پیدا کر دیتا ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں روزے کی چند ایک حکمتیں بیان کی گئی ہیں' ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری روزے کی حکمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں روزے کے مقاصد کو سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔(۲)

(شیخ ابن عثیمینؒ) جب ہم اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھتے ہیں کہ ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے' تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔'' تو ہمیں روزوں کی فرضیت کی حکمت کا علم ہوتا ہے کہ یہ حکمت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقوی ہے۔ تقوی محرمات کو ترک کرنے کا نام ہے اور تقوی کا اطلاق محظورات کو ترک کرنے اور مامور بہ اشیاء پر عمل کرنے پر ہوتا ہے۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مصلحت' ان کے نفسوں کی تہذیب اور انہیں بشری کمال تک پہنچانے کے لیے ماہ رمضان کے روزے فرض کیے ہیں۔ روزے میں کھانے پینے وغیرہ جیسی اشیاء سے رکنا ہے۔ اس سے خواہشات کے برخلاف نفس کی مشق ہوتی ہے' دوران روزہ ممنوع شہوات پر غلبہ پانے کے لیے تعاون ملتا ہے اور یہ چیز نفس کو اخلاق فاضلہ اپنانے کے لیے تیار کرتی ہے۔(٤)

---

(۱) [ملخصا : مجموع الفتاوی (۲۵/۲٤٦)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تفسیر سعدی (ص/۱۱٦) حاشیة ابن قاسم علی الروض المربع (۳/۳٤٤) الموسوعة الفقهية (۹/۲۸)]

(۳) [فتاوی أركان إسلام (ص/٤٥۱)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۸٦)]

روزے کے فوائد

(ابن عثیمینؒ) روزے میں اجتماعی فوائد بھی ہیں مثلاً لوگوں میں شعور پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایک امت ہیں، وہ (سب) ایک وقت میں کھاتے ہیں اور ایک ہی وقت میں روزہ رکھتے ہیں۔ روزے سے امیر آدمی کو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا احساس ہوتا ہے اور پھر وہ فقیر سے نرم رویہ اختیار کرتا ہے۔(۱)

روزے کے اُخروی فوائد وفضائل تو آئندہ باب ''روزوں کی فضیلت کا بیان'' کے تحت آئیں گے۔ تاہم اس کے دنیاوی و مادی فوائد کے متعلق ایک روایت میں ہے کہ ﴿ صوموا تصحوا ﴾ ''روزے رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔''(۲)

عصر حاضر کی جدید سائنسی تحقیق یہ کہتی ہے کہ جسم انسانی پر سال بھر میں لازماً کچھ وقت ایسا آنا چاہیے جس میں اس کا معدہ کچھ دیر فارغ رہے۔ کیونکہ مسلسل کھاتے رہنے سے معدے میں مختلف قسم کی رطوبتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو آہستہ آہستہ زہر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ لیکن روزے سے یہ رطوبتیں اور ان سے پیدا ہونے والے کئی مہلک امراض ختم ہو جاتے ہیں اور نظام انہضام پہلے سے قوی تر ہو جاتا ہے۔

روزہ جہاں جسمانی زندگی کو نئی روح اور توانائی بخشتا ہے وہاں اس سے بے شمار معاشی پریشانیاں بھی دور ہوتی ہیں۔ کیونکہ جب امراض کم ہوں گے تو ہسپتال بھی کم ہوں گے اور ہسپتالوں کا کم ہونا پُرسکون معاشرے کی علامت ہے۔ بعض اہل علم کا یہ بھی کہنا ہے کہ جسم کو گرم اور متحرک رکھنے کے لیے زیادہ سے زیادہ روزے رکھنا انتہائی مفید ہے۔ روزہ شوگر، دل اور معدے کے مریضوں کے لیے نہایت مفید ہے اور مشہور ماہر نفسیات سگمنڈ فرائیڈ کا کہنا ہے کہ روزے سے دماغی اور نفسیاتی امراض کا کلی خاتمہ ہو جاتا ہے۔(۳)

ڈاکٹر عبدالحمید دیان (Abdul-Hamid Dian) اور ڈاکٹر احمد قاراقز (Ahmad Qara Quz) اپنے ایک آرٹیکل "Medicine in the Glorious Qur'an." میں لکھتے ہیں کہ

Fasting has been found to be an effective treatment for physical, psychological and emotional disorders of human. It helps a person to firm up his will, cultivate and refine his taste and manners.

---

(۱) [فتاوی إسلامية (۱۱۷/۲)]

(۲) [الدر المنثور للسيوطي (۱۸۲/۱) الترغيب والترهيب للمنذري (۸۳/۲) یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔[الترغیب والترهيب محقق (۹،۲)] امام ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔[مجمع الزوائد (۱۸۰/۳)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : سنت نبوی اور جدید سائنس (۱۶۲/۱)]

Strengthen his conviction of doing good, avoid controversy, petulance and rashness, which all contribute towards a sane and healthy personality.Besides promotion, resistance and ability to face hardships and endurance, fasting reflects on outward physical appearance by cutting out gluttony and getting rid of excess fat. The benefits of fasting on health do not stop there but are instrumental in alleviating a number of physical diseases, including those of the digestive systems, such as chronic stomachache, inflammation of the colon, liver diseases, indigestion, and conditions such as obesity, arteriosclerosis, high blood pressure, asthma, diphtheria and many other maladies. fasting hastens the destruction of the decaying tissues of the body by means of hunger, and then builds new tissues through nutrition.

''روزہ انسان کی جسمانی، نفسیاتی اور جذباتی بیماریوں کے لیے موثر علاج ہے۔ یہ آدمی کی مستقل مزاجی کو بڑھاتا ہے اس کی تربیت کرتا ہے اور اس کی پسند اور عادات کو شاندار بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ روزہ انسان کو طاقتور بناتا ہے اور اس کے اچھے اعمال کو پختہ عزم دیتا ہے۔ تاکہ وہ لڑائی وفسادات کے کاموں، چڑچڑے پن اور جلد بازی کے کاموں سے اجتناب کر سکے۔ یہ تمام چیزیں مل کر اس کو ہوشمند اور صحت مند انسان بناتی ہیں۔ علاوہ ازیں روزہ اس کی ترقی، قوت مدافعت اور قابلیت کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے تاکہ وہ مشکل حالات کا سامنا کر سکے۔ روزہ انسان کو کم کھانے کا عادی بناتا ہے اور اس کے موٹاپے کو کنٹرول کرتا ہے جس سے اس کی شکل وشباہت میں نکھار پیدا ہو جاتا ہے۔

روزے کی وجہ سے انسان کی صحت پر جو اثرات وفوائد مرتب ہوتے ہیں وہ یہیں ختم نہیں ہوتے بلکہ روزہ انسان کو بہت سی مہلک بیماریوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے جن میں اہم و قابل ذکر نظام انہضام کی بیماریاں ہیں مثلاً معدے کا پرانا درد، معدے کی جلن، جگر کی بیماریاں، بدہضمی وغیرہ۔ علاوہ ازیں موٹاپا، بلڈ پریشر، دمہ، خناق اور ان جیسی دیگر بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ روزے کی حالت میں بھوک کی وجہ سے انسان کے جسم میں موجود خون کے خراب خلیوں کے ٹوٹنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور ان کی جگہ خون کے نئے خلیے بننا شروع ہو جاتے ہیں۔''

ڈاکٹر شاہد اطہر (Shahid Athar) جو کہ امریکہ کی ایک یونیورسٹی ''انڈیانا یونیورسٹی سکول آف میڈیسن'' کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں وہ فوائد رمضان کے متعلق اپنے ایک آرٹیکل:

"The Spiritual and Health Benefits of Ramadan Fasting"

میں لکھتے ہیں کہ

Ramadan fasting would be an ideal recommendation for the treatment of mild to moderate and stable. In 1994 the first International Congress on "Health and Ramadan", held in Casablanca, entered 50 extensive studies on the medical ethics of fasting. While improvement in many medical conditions was noted; however, in no way did fasting worsen any patients' health. There are psychological effects of fasting as well. There is a peace and tranquility for those who fast during the month of Ramadan. Personal hostility is at a minimum, and the crime rate decreases.

''روزہ اُن لوگوں کے لیے بہت مفید ہے جو نرم مزاج 'اعتدال پسند اور مثالی بننا چاہتے ہیں۔ 1994ء میں ایک بین الاقوامی کانفرنس ''رمضان اور صحت'' جو کہ ''کاسابلانکہ'' میں منعقد ہوئی۔ اس میں طبی حوالے سے روزے کی وسعت و پھیلاؤ کے بارے میں 50 اہم نکات پر روشنی ڈالی گئی۔ جس سے نظام طب کے حوالے سے بہت سے اچھے اثرات سامنے آئے حتی کہ یہ چیز بھی سامنے آئی ہے کہ روزہ مریضوں کے لیے کسی بھی طریقے سے نقصان دہ نہیں ہے۔ جو لوگ روزہ رکھتے ہیں وہ اس میں سکون اور صبر وتحمل کا درس لیتے ہیں۔ روزہ کی حالت میں انسان کی نفسانی بیماریاں کم ہو جاتی ہیں اور انسان کئی اور دوسرے جرموں سے بچ جاتا ہے۔''

ڈاکٹر عزیزی (Azizi) اور ڈاکٹر بہنام (Behnam) جو کہ ''ایس، بی یونیورسٹی آف میڈیکل سائنس تہران (ایران)'' کے ''اینڈوکرائن ریسرچ سنٹر'' میں میڈیکل پروفیسر ہیں۔ وہ اپنے ایک آرٹیکل "Ramadan Fasting and Diabetes" میں بیان کرتے ہیں کہ

The bulk of literature indicates that fasting in Ramadan is safe for the majority of diabetics patients with proper education and diabetic management.

''اکثر و بیشتر مشاہدات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ روزہ مریضوں کے لیے بہت مفید ہے بالخصوص شوگر کے مریضوں کے لیے۔''

عمداً بلا عذر روزہ چھوڑنے کا حکم

(ابن حجر ہیثمیؒ) ایام رمضان میں سے کسی دن میں جماع وغیرہ کے ذریعے بلا عذر روزہ چھوڑنا یا روزہ توڑنا کبیرہ گناہ ہے۔(۱)

انہوں نے جن روایات سے استدلال کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے

(۱) [الزواجر لابن حجر الهيثمي (۴۲۹/۱)]

روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دین اسلام کی تین بنیادیں ہیں ﴿من ترك واحدة منهن فهو بها كافر حلال الدم ' شهادة أن لا إله إلا الله ' والصلاة المكتوبة ' وصوم رمضان﴾ جس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی اس کا انکار کرتے ہوئے چھوڑ دیا اسے قتل کرنا جائز ہے ''کلمہ کی شہادت' فرض نماز اور رمضان کے روزے۔'' (۱)

علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یوں مروی ہے کہ ''اگر کسی نے رمضان میں کسی عذر اور مرض کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ نہ رکھا تو ساری عمر کے روزے بھی اس کا بدلہ (یعنی قضاء) نہیں ہو سکتے۔'' (۲)

وقت افطار سے قبل جان بوجھ کر روزہ افطار کرنے والوں کا خوفناک انجام

حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿ بينما أنا نائم أتاني رجلان فأخذا بضبعي فأتيا بي جبلا وعرا فقالا : اصعد ' فقلت : إني لا أطيقه ' فقالا : إنا سنسهله لك فصعدت حتى إذا كنتِ في سواء الجبل إذا بأصوات شديدة ' قلت : ما هذه الأصوات ؟ قالو : هذا عواء أهل النار ' ثم انطلق بي فإذا أنا بقوم معلقين بعراقيبهم مشققة أشداقهم تسيل أشداقهم دما ' قال : قلت : من هؤلاء ؟ قال : الذين يفطرون قبل تحلة صومهم ﴾

''ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے۔ انہوں نے میرے دونوں بازوؤں کو پکڑا اور مجھے ایک پہاڑ پر لائے۔ اور ان دونوں نے کہا: اس پر چڑھو۔ میں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کے لیے اسے آسان کر دیتے ہیں۔ پھر میں چڑھا حتی کہ میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ وہاں میں نے سخت قسم کی آوازیں سنیں۔ میں نے دریافت کیا یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ جہنمیوں کی چیخ و پکار ہے۔ پھر وہ مجھے لے کر کچھ آگے چلے۔ وہاں میں نے کچھ ایسے اُلٹے لٹکے ہوئے لوگ دیکھے جن کے منہ چیرے گئے تھے اور ان سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے کہا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو وقت افطار سے پہلے روزہ افطار کر لیا کرتے تھے۔'' (۳)

---

(۱) [مسند أبي يعلى (۲۳٤۹/٤) حافظ ابن حجر ہیثمیؒ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔]

(۲) [بخاری تعليقا (قبل الحديث / ۱۹۳۵) كتاب الصوم : باب إذا جامع في رمضان]

(۳) [صحيح : صحيح الترغيب (۱۰۰۵) كتاب الصوم : باب الترهيب من إفطار شيئ من رمضان من غير عذر ' ابن خزيمة (۱۹۸٦) ابن حبان (۷٤٤۸)]

(البانی ؒ) یہ اس شخص کی سزا ہے جو روزہ رکھنے کے بعد افطاری سے قبل عمداً یعنی جان بوجھ کر روزہ افطار کر دے۔ تو اب بتائیں کہ جو بالکل ہی روزہ نہ رکھے اس کی سزا کیا ہوگی؟ ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی بھلائی کے طلب گار ہیں۔(۱)

ماہ رمضان پانے کے باوجود مغفرت حاصل نہ کرنے والے کا انجام

جس شخص کی زندگی میں ماہ رمضان آیا لیکن وہ اس میں اپنی بخشش نہ کرا سکا وہ آگ میں جائے گا اور اس کے لیے ہلاکت و بربادی ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أن النبي ﷺ صعد المنبر فقال : آمين ـ آمين ـ آمين ـ قيل يا رسول الله ! إنك صعدت المنبر فقلت : آمين ـ آمين ـ آمين ـ فقال إن جبريل أتاني فقال : من أدرك شهر رمضان فلم يغفر له فدخل النار فأبعده الله قل آمين ـ فقلت : آمين ﴾

”نبی کریم ﷺ منبر پر چڑھے اور کہا: آمین' آمین' آمین۔ صحابہ نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! آپ منبر پر چڑھے اور آپ نے کہا: آمین' آمین' آمین (اس کی کیا وجہ ہے؟)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا: جس شخص کی زندگی میں رمضان المبارک کا مہینہ آیا اور وہ اس میں اپنی بخشش نہ کروا سکا تو وہ آگ میں داخل ہوا اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کر دے' آپ آمین کہیے۔ تو میں نے آمین کہہ دیا۔“(۲)

روزہ جہنم سے بچنے کے لیے ڈھال ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ الصيام جنة وحصن حصين من النار ﴾

”روزے (جہنم کی) آگ سے بچنے کے لیے ڈھال اور مضبوط قلع ہیں۔“(۳)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ الصيام جنة يستجن بها العبد من النار ﴾

---

(۱) [موارد الظمآن للألباني (۱۵۰۹)]

(۲) [حسن صحيح : صحيح الترغيب (۹۹۷) كتاب الصوم : باب الترغيب في صيام رمضان احتسابا وقيام ليله سيما ليلة القدر ' ابن خزيمة (۱۸۸۸) ابن حبان (۲۳۷۸_الموارد)]

(۳) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (۹۸۰) كتاب الصوم : باب الترغيب في الصوم مطلقا ' احمد (۴۰۲/۲) بيهقي في شعب الإيمان (۳۵۷۱)]

''روزے ایسی ڈھال ہیں جن کے ذریعے آدمی (جہنم کی) آگ سے بچ سکتا ہے۔''(۱)

روزے کے برابر کوئی چیز نہیں

حضرت ابواُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ قلت يا رسول الله ! مرني بعمل قال : عليك بالصوم ' فإنه لا عدل له ' قلت يا رسول الله ! مرني بعمل قال : عليك بالصوم ' فإنه لا عدل له ' قلت يا رسول الله ! مرني بعمل ' قال : عليك بالصوم فإنه لا مثل له ﴾

''میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے کسی عمل کا حکم دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا روزے رکھا کرو کیونکہ اس کے برابر کوئی چیز نہیں۔ پھر میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے کسی عمل کا حکم دیجیے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا روزے رکھا کرو کیونکہ اس کے برابر کوئی چیز نہیں۔ میں نے پھر کہا اے اللہ کے رسول! مجھے کسی عمل کا حکم دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا روزے رکھا کرو کیونکہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔''(۲)

کیا بچے روزہ رکھ سکتے ہیں؟

نابالغ بچوں پر روزہ فرض نہیں لیکن اگر ان کے والدین انہیں بچپن میں ہی مشق کرانے کے لیے اور عادی بنانے کے لیے اپنے ساتھ روزہ رکھواتے ہیں تو یہ بہتر ہے۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ

﴿ أرسل النبي ﷺ غداة عاشوراء إلى قرى الأنصار : من أصبح مفطرا فليتم بقية يومه ومن أصبح صائما فليتم ' قالت : فكنا نصومه بعد ونصوم صبياننا ونجعل لهم اللعبة من العهن ' فإذا بكى أحدهم على الطعام أعطيناه ذاك حتى يكون عند الإفطار ﴾

''عاشوراء کی صبح کو نبی کریم ﷺ نے انصار کے محلوں میں کہلا بھیجا کہ صبح جس نے کھا پی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ داروں کی طرح) پورا کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزے سے رہے۔ ربیع نے کہا کہ پھر بعد میں بھی (یعنی رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد) ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے تھے۔ انہیں ہم اُون کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے۔ جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو وہی دے

(۱) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (۹۸۱) كتاب الصوم : باب الترغيب في الصوم مطلقا ' احمد (۳۹۶/۲) بيهقي في شعب الإيمان (۳۵۷۰)]

(۲) [صحيح : صحيح الترغيب (۹۸۶) كتاب الصوم : باب الترغيب في الصوم مطلقا ' ابن خزيمة (۱۸۸۸) ابن حبان (۲۳۷۸_الموارد)]

دیتے حتی کہ افطاری کا وقت ہو جاتا۔'' (۱)

(ابن حجرؒ) اس حدیث میں دلیل ہے کہ بطور مشق بچوں سے روزہ رکھوانا مشروع ہے اگرچہ اس عمر میں وہ شرع کے مکلف نہیں ہیں۔(۲)

(نوویؒ) اس حدیث میں (دلیل ہے) کہ بچوں کو اطاعت کے کاموں کی مشق کرانا اور انہیں عبادات کی عادت ڈالنا (مستحب ہے) لیکن وہ مکلف نہیں ہوں گے۔(۳)

(شیخ ابن عثیمینؒ) اگر کوئی بچہ ابھی بالغ نہ ہوا ہو تو اس پر روزے لازم نہیں لیکن اگر وہ بغیر کسی مشقت کے روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو تو پھر اسے روزے کا حکم دیا جا سکتا ہے اور صحابہ کرام بھی بچوں کو روزے رکھوایا کرتے تھے۔(٤)

رمضان میں سخاوت اور قرآن کا دور

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ كان النبي ﷺ أجود الناس بالخير وكان أجود ما يكون في رمضان حين يلقاه جبريل وكان جبريل عليه السلام يلقاه كل ليلة في رمضان حتى ينسلخ يعرض عليه النبي ﷺ القرآن فإذا لقيه جبريل عليه السلام كان أجود بالخير من الريح المرسلة ﴾

''نبی کریم ﷺ سخاوت اور خیر کے معاملے میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ ﷺ کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملاقات کرتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے حتی کہ رمضان گزر جاتا۔ نبی کریم ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملنے لگتے تو آپ چلتی ہوا سے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سخی ہو جایا کرتے تھے۔'' (٥)

---

(۱) [بخاری (۱۹٦۰) كتاب الصوم : باب صوم الصبيان ' مسلم (۱۱۳٦) ابن حبان (۳٦۲۰) طبرانی کبیر (۷۰۰/۲٤) شرح السنة للبغوی (۱۷۸۳) بیهقی (۲۸۸/٤) أحمد (۲۷۰۹۳)]

(۲) [فتح الباری (۲۰۱/٤)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (٤٦۹/٤)]

(٤) [فتاوی إسلامية (۱٦۲/۲)]

(٥) [بخاری (۱۹۰۲) كتاب الصوم : باب أجود ما كان النبي ﷺ يكون في رمضان ' مسلم (۲۳۰۸) كتاب الفضائل : باب كان النبي أجود الناس بالخير من الريح المرسلة ' ترمذی فی الشمائل (۳٤۷) نسائی فی السنن الكبرى (۷۹۹۳/٥) ابن حبان (۳٤٤۰) ابن ابی شيبة (۱۰۲/۹) ابن خزيمة (۱۸۸۹)]

(نوویؒ) اس حدیث سے پتہ چلا کہ ماہ رمضان میں کثرت کے ساتھ سخاوت کرنا مستحب ہے۔(۱)

(سید سابقؒ) سخاوت اور قرآن کا دور ہر وقت مستحب ہے لیکن رمضان میں زیادہ مؤکد ہے۔(۲)

جو شادی کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء ﴾

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح نظر کو جھکانے والا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور جسے استطاعت نہ ہو اس کے لیے روزے کا اہتمام و التزام ضروری ہے اس لیے کہ روزہ اس کے لیے ڈھال ہے۔''(۳)

(ابن حجرؒ) اس حدیث میں یہ اشارہ موجود ہے کہ روزے سے اصل میں مطلوب شہوت کو توڑنا ہے۔(٤)

بے نماز کے روزے کا حکم

بے نماز کا روزہ صحیح نہیں کیونکہ شریعت میں ثابت ہے کہ جان بوجھ کر دائمی طور پر نماز چھوڑ دینے والا کافر ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے:

(1) مشرکین کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوْا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ﴾ [التوبة:۱۱]

''اگر یہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز قائم کر لیں اور زکوۃ ادا کرنے لگیں تو تمھارے دینی بھائی ہیں۔''

اس آیت سے ازخود یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو تمہارے دینی بھائی نہیں ہیں اور یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ دینی بھائی چارہ صرف اسلام سے خارج ہونے سے ہی ختم ہوتا ہے۔

(2) ﴿ وَأَقِيْمُوْا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [الروم: ۳۱]

---

(۱) [شرح مسلم (۴۰۹/۷)]

(۲) [فقه السنة (۴۰٥/۱)]

(۳) [بخاری (٥٠٦٥) كتاب النكاح : باب قول النبی : من استطاع الباءة فليتزوج ..... ، مسلم (۱٤۰۰) ابو داود (۲۰٤٦) نسائی (۱۷۱/٤) ابن ماجة (۱۸٤٥) دارمی (۱۳۲/۲) أحمد (۳۷۸/۱) طیالسی (۳۰۳/۱) أبو يعلى (٥١١٠)]

(٤) [فتح الباری (تحت الحديث / ٥٠٦٥)]

''نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔'' اس آیت کا یقیناً مفہوم یہی ہے کہ جو نماز چھوڑ دیتا ہے وہ مشرکوں میں سے ہے۔''

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

﴿ بين الرجل و بين الكفر و الشرك ترك الصلاة ﴾

''کفر و شرک اور (مسلمان) بندے کے درمیان فرق نماز کا چھوڑ دینا ہے۔'' (١)

(4) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ بين العبد و بين الكفر والإيمان الصلاة فإذا تركها فقد أشرك ﴾

''بندے اور کفر و ایمان کے درمیان (فرق کرنے والی) نماز ہے پس جب اس نے اسے ترک کر دیا تو اس نے شرک کیا۔'' (٢)

(5) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ العهد الذي بيننا و بينهم الصلاة فمن تركها فقد كفر ﴾

''ہمارے اور کافروں کے درمیان عہد نماز ہے جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے کفر کیا۔'' (٣)

(6) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ ولا تترك صلاة مكتوبة متعمدا فمن تركها متعمدا فقد برئت منه الذمة ﴾

''تم فرض نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑو پس جس شخص نے فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی تو اس سے امن و امان کا ذمہ ختم ہو گیا۔'' (٤)

(7) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(١) [مسلم (٨٢) كتاب الإيمان : باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة ' أحمد (٣٧٠/٣) دارمي (٢٨٠/١) أبو داود (٤٦٧٨) ترمذی (٢٦١٨) ابن ماجة (١٠٧٨) الحلية لأبي نعيم (٢٥٦/٨) بيهقي (٣٦٦/٣)]

(٢) [صحيح : شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائی (٨٢٢/٤)] اس کی سند صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے نیز امام منذریؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [الترغيب والترهيب (٣٧٩/١)]

(٣) [صحيح : صحيح ابن ماجة (٨٨٤) المشكاة (٥٧٤) نقد التاج (٧١) تخريج الإيمان لابن أبي شيبة (٤٦) ترمذی (٢٦٢١) كتاب الإيمان : باب ما جاء في ترك الصلاة ' أحمد (٣٤٦/٥) نسائی (٢٣١/١) ابن ماجة (١٠٧٩) حاكم (٦/١) ابن أبي شيبة (٣٤/١١) دارقطني (٥٢/٢) بيهقي (٣٦٦/٣) التمهيد لابن عبدالبر (٢٢٤/٧)]

(٤) [حسن : المشكاة (٥٨٠) ابن ماجة (٤٠٣٤) كتاب الفتن : باب الصبر على البلاء]

﴿من حافظ عليها كانت له نورا و برهانا ونجاة يوم القيمة ومن لم يحافظ عليها لم تكن له نورا ولا برهانا ولا نجاة وكان يوم القيمة مع قارون و فرعون وهامان وأبي بن خلف﴾

''جس شخص نے نماز کی حفاظت کی' نماز اس کے لیے روشنی' دلیل اور قیامت کے دن نجات کا باعث ہوگی اور جس شخص نے نماز کی حفاظت نہ کی تو نماز اس کے لیے روشنی' دلیل اور نجات کا باعث نہیں ہوگی بلکہ وہ شخص قیامت کے دن قارون' فرعون' ھامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔'' (۱)

(8) حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿كان أصحاب رسول الله لا يرون شيئا من الأعمال تركه كفر غير الصلاة﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نماز کے علاوہ اعمال میں سے کسی چیز کو چھوڑنا بھی کفر نہیں سمجھتے تھے۔'' (۲)

(9) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿لا حظ في الإسلام لمن ترك الصلاة﴾ ''نماز چھوڑنے والے کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔'' (۳)

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ) وجوب کا اعتقاد رکھتے ہوئے محض تساہل وتکاسل کے باعث اگر نماز چھوڑ دے تو وہ کافر نہیں ہوگا بلکہ فاسق ہو جائے گا' اگر وہ توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ شادی شدہ زانی کی طرح اسے بطور حد قتل کر دیا جائے گا نیز اسے تلوار کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔

(احناف) ایسا شخص نہ کافر ہوگا اور نہ ہی اسے قتل کیا جائے گا بلکہ تعزیرا اسے کچھ سزا دی جائے گی اور اس وقت تک قید کر دیا جائے گا جب تک کہ وہ نماز نہ پڑھنے لگے۔

(احمدؒ) بے نماز کو اس کے کفر کی وجہ سے قتل کر دیا جائے گا۔ (٤)

(راجح) جان بوجھ کر دائمی طور پر نماز چھوڑ دینے والا کافر ہے اور اگر استطاعت ہو تو اسے قتل کیا جائے گا جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

---

(۱) [جيد : أحمد (١٦٩/٢) دارمي (٣٠١/٢) مجمع البحرين (٥٢٨) موارد (٢٥٤) مشكل الآثار (٢٢٩/٤)] شیخ البانیؒ رقمطراز ہیں کہ امام منذریؒ نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے۔[المشكاة (٥٧٨)]

(۲) [صحيح : المشكاة (٥٧٩) ترمذى (٢٦٢٢) كتاب الإيمان : باب ما جاء في ترك الصلاة ' حاكم (٧/١)]

(۳) [مؤطا (٧٤) كتاب الطهارة : باب العمل فيمن غلبه الدم من جرح أو رعاف]

(٤) [الأم (٤٢٤/١) الحاوى (٥٢٥/٢) روضة الطالبين (٦٦٨/١) المغنى (٣٥١/٣) الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف (٤٠١/١) القوانين الفقهية (ص/٤٢) بداية المجتهد (٨٧/١) الشرح الصغير (٢٣٨/١) مغنى المحتاج (٣٢٧/١) المهذب (٥١/١) كشاف القناع (٢٦٣/١)]

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكوة ﴾

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔"(۱)

(2) اسی حدیث کے پیش نظر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوۃ کے خلاف قتال کیا۔(۲)

(شوکانی ؒ) حق بات یہی ہے کہ ایسا شخص کافر ہے اور قتل کا مستحق ہے۔(۳)

(نوویؒ) اگر کوئی شخص نماز چھوڑ دے اس کے اور کفر کے درمیان کوئی حائل باقی نہیں رہ جاتا۔(٤)

(شنقیطیؒ) بے نماز کافر ہے۔(٥)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) ایسے لوگ اور کافر برابر ہیں۔(٦)

(ابن تیمیہؒ) جو شخص نماز چھوڑ دے پھر اس چھوڑنے پر مصر و قائم رہے اور پھر ایسی حالت میں ہی فوت ہو جائے تو وہ کافر فوت ہوا ہے۔(۷)

(ابن قیمؒ) انہوں نے ایسے لوگوں پر اظہار تعجب کیا ہے کہ جو وجوب نماز کا اعتقاد رکھنے کے باوجود اسے چھوڑنے والوں کو کافر نہیں سمجھتے۔(۸)

(شیخ ابن جبرینؒ) جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس پر کفر کا ہی حکم لگایا جائے گا۔(۹)

(۱) [بخاری (٢٥) كتاب الإيمان: باب فان تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكوة...... مسلم (٢٢) دارقطنى (٢٣٢/١) بيهقى (٩٢/٣) ابن حبان (١٧٤) الحلية لأبي نعيم (٣٠٦/٣) حاكم (٣٨٧/١) دارقطنى (٢٣١/١) شرح معانى الآثار (٢١٣/٣) أحمد (٣٤٥/٢) ابن الجارود (١٠٣٢) مسند شافعى (١٣/١) ابن ماجة (٣٩٢٧)]

(٢) [نسائى (٧-٧٦) أبو يعلى (٦٨) ابن خزيمة (٢٤٤٧) حاكم (٣٦٨/١) مجمع الزوائد (٣٠/١)]

(٣) [نيل الأوطار (٤٢٤/١)]

(٤) [شرح مسلم للنووى (١٧٨/٤)]

(٥) [أضواء البيان (٣١١/٤)]

(٦) [تحفة الأحوذى (٤٠٧/٧)]

(٧) [الصارم المسلول (٥٥٤) مجموع الفتاوى (٩٧/٢٠)]

(٨) [كتاب الصلاة (ص/٦٢)]

(٩) [الفتاوى الإسلامية (٢٩٦/١)]

(سعودی مجلس افتاء) جو شخص سستی وکوتاہی سے (عمداً بلا عذر) نماز چھوڑ دیتا ہے علماء کے اقوال میں سے صحیح یہی ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے۔(۱)

جب یہ بات ثابت ہے کہ بے نماز کافر ہے تو اس کی کوئی عبادت بھی قبول نہیں اور چونکہ روزہ بھی عبادت ہے اس لیے روزہ بھی قبول نہیں ہوگا۔

(شیخ ابن عثیمینؒ) نماز چھوڑ دینے والا کافر و مرتد ہے لہٰذا اس کی کوئی عبادت قبول نہیں نہ روزہ نہ صدقہ اور نہ ہی کوئی اور عمل۔(۲)

صرف رمضان میں نمازیں پڑھنے والوں کے روزوں کا حکم

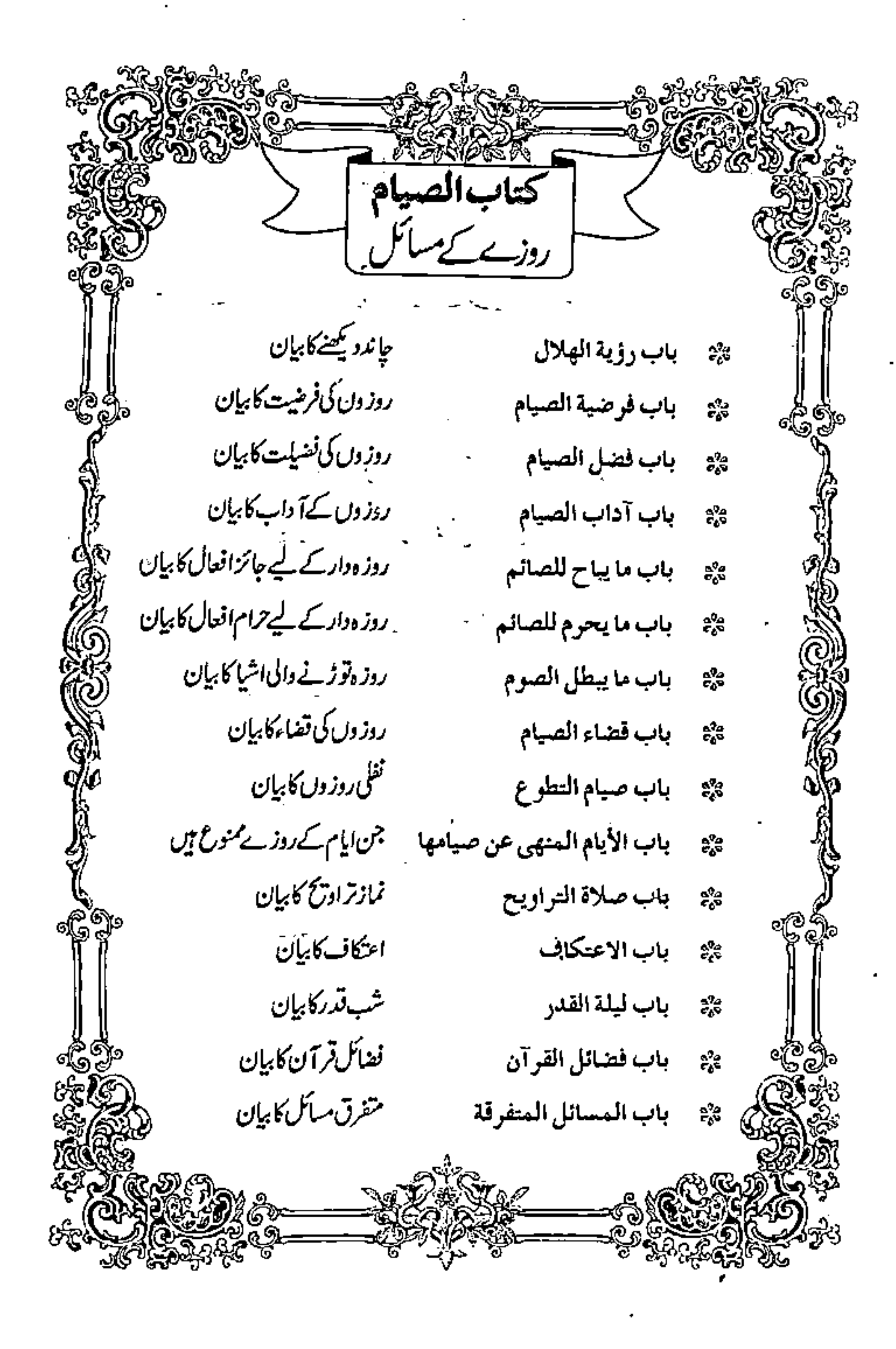
(سعودی مجلس افتاء) نماز ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے اور یہ شہادتین کے بعد سب سے اہم رکن ہے اور فرض عین ہے۔ جس نے اس کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے اسے چھوڑا یا سستی وکوتاہی کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا یقیناً اس نے کفر کیا۔ اور جو لوگ رمضان میں روزے رکھتے ہیں اور صرف رمضان میں ہی نماز ادا کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ انتہائی بدترین وہ قوم ہے جو اللہ تعالیٰ کو صرف رمضان میں ہی پہچانتی ہے۔ ایسے لوگوں کے روزے درست نہیں ہیں جو رمضان کے علاوہ نماز چھوڑے رکھتے ہیں بلکہ یہ لوگ اس کے ساتھ کفر اکبر کرنے والے ہیں اگرچہ وہ نماز کے وجوب کا انکار نہیں کرتے' علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہی ہے۔(۳)

---

(۱) [فتاوی إسلامیة (۱/۳۱۱_۳۱۲)]

(۲) [فتاوی إسلامیة (۲/۱۱۸)]

(۳) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۱٤۰)]



كتاب الصيام
روزے کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ﴾ [البقرة: ١٨٤]

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں۔''

حدیث نبوی ہے کہ

﴿لخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك﴾

''روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔''

[بخاری (١٨٩٤) كتاب الصوم: باب فضل الصوم]

باب رؤية الهلال — چاند دیکھنے کا بیان

ماہِ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہیے

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه ﴾

"جب تم (ماہِ رمضان کا) چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب تم (عید کا) چاند دیکھ لو تو روزہ چھوڑ دو۔"(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته ﴾

"(ماہِ رمضان کا) چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور (ماہِ شوال کا) چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو۔"(۲)

چاند دیکھنے کی دعا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ كان رسول الله ﷺ إذا رأى الهلال قال الله أكبر اللهم أهله علينا بالأمن والإيمان والسلامة والإسلام والتوفيق لما يحب ربنا ويرضى ربنا وربك الله ﴾

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے تھے" اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ رَبَّنَا وَتَرْضٰى رَبُّنَا وَرَبُّكَ اللّٰهُ "

"اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ! تو اسے ہم پر امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ طلوع فرما اور اس

---

(۱) [بخاری (۱۹۰٦) كتاب الصوم : باب قول النبي : إذا رأيتم الهلال فصوموا...... مسلم (۱۰۸۰) كتاب الصيام : باب وجوب صوم رمضان لرؤية هلال ' نسائی (۱۳٤/٤) كتاب الصيام : باب ذكر الختلاف على الزهری ' ابن ماجة (۱٦٥٤) كتاب الصيام : باب ما جاء في صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته ' أحمد (١٤٥/٢) طيالسی (٨٦٦) بيهقی (٢٠٤/٤) ابن خزيمة (١٩٠٥) مؤطا (٢٨٦/١) كتاب الصيام : باب ما جاء في رؤية الهلال للصوم والفطر في رمضان]

(۲) [بخاری (۱۹۰۹) كتاب الصوم : باب قول النبي : إذا رأيتم الهلال فصوموا...... مسلم (۱۰۸۱) كتاب الصوم : باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال ' نسائی (۱۳۳/٤) كتاب الصيام : باب إكمال شعبان ثلاثين إذا كان غيم ' أحمد (٤١٥/٢) دارمی (٣/٢) كتاب الصوم : باب الصوم لرؤية الهلال ' دار قطنی (٦٢/٣) كتاب الصيام ' بيهقی (٢٠٥/٤) كتاب الصيام : باب الصوم لرؤية الهلال ' طبرانی صغير (٦٠/١) مشكل الآثار (٢٠٩/١)]

چیز کی توفیق کے ساتھ جس کو تو پسند کرتا ہے' اے ہمارے رب! اور جس سے تو راضی ہوتا ہے۔ اے چاند! ہمارا اور تمہارا رب اللہ ہے۔''(۱)

ماہ رمضان کے چاند کے متعلق ایک دیانتدار مسلمان کی گواہی کافی ہے

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ تراءئ الناس الهلال فأخبرت النبي أني رأيته فصام وأمر الناس بصيامه ﴾

''لوگوں نے چاند دیکھنا شروع کیا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔''(۲)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أن أعرابيا جاء إلى النبي ﷺ فقال إني رأيت الهلال فقال أ تشهد أن لا إله إلا الله ؟ قال نعم ' قال أ تشهد أن محمدا رسول الله ؟ قال نعم ' قال فأذن في الناس يا بلال ! أن يصوموا غدا ﴾

''ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر کہا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھ لیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں؟ اس نے کہا ''ہاں''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا' کیا تو شہادت دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ تو اس نے کہا ''ہاں''۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کر دو آئندہ کل روزہ رکھیں۔''(۳)

معلوم ہوا کہ روزہ رکھنے کے لیے ایک عادل شخص کی شہادت بھی قبول کی جائے گی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی شہادت قبول فرمائی۔

---

(۱) [صحیح : دارمی (۳۳٦/۱) كتاب الصوم : باب ما يقال عند رؤية الهلال' صحیح ترمذی ' ترمذی (۳٤٥۱) كتاب الدعوات : باب ما يقول عند رؤية الهلال]

(۲) [صحیح : صحیح أبو داود (۲۰۵۲) كتاب الصوم: باب في شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان' أبو داود (۲۳٤۲) دارمی (٤/۲) دار قطنی (۱۵٦/۲) حاکم (٤۲۳/۱) ابن حبان (۸۷۱۔ الموارد) بيهقى (۲۱۸/٤) امام حاکمؒ نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ابن حبانؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

(۳) [ضعيف: ضعيف أبو داود (۵۰۷) أيضا ' ضعيف ترمذی (۱۰۸) ضعيف ابن ماجة (۳٦٤) إرواء الغليل (۹۰۷) المشكاة (۱۹۷۸) أبو داود (۲۳٤۰) ترمذی (٦۷٦) نسائی (۱۳۲/٤) ابن ماجة (۱٦۵۲) دارمی (۵/۲) ابن الجارود (۳۸۰) دار قطنی (۱۵۸/۲) حاکم (٤۲٤/۱) بيهقى (۲۱۱/٤) ابن خزيمة (۱۹۲۳) مشكل الآثار (۲۰۱/۱) امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور اسی طرح امام ابن خزیمہؒ اور امام ابن حبانؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

(احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔امام ابن مبارکؒ اور ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ سے بھی یہی قول مروی ہے۔
(مالکؒ، ثوریؒ) صرف دو آدمیوں کی شہادت قبول کی جائے گی۔امام اوزاعیؒ، امام لیثؒ اور امام شافعیؒ سے بھی ایک روایت میں یہی قول مروی ہے۔
(احناف) اگر آسمان صاف ہو تو ایک بڑی جماعت کا گواہی دینا ضروری ہے لیکن اگر بادل وغیرہ کی وجہ سے آسمان پوشیدہ ہو تو پھر ایک بالغ، عاقل، عادل مسلمان کی شہادت قبول کر لی جائے گی۔(۱)

ایک سے زیادہ گواہوں کی شہادت ضروری قرار دینے والے حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حدیث نبوی ہے کہ

﴿ فإن شهد شاهدان مسلمان فصوموا وأفطروا ﴾

''اگر دو مسلمان گواہ شہادت دیں تو روزہ رکھو اور (دو کی گواہی کے ساتھ) روزہ رکھنا چھوڑ دو۔''(۲)

(2) ایک اور روایت میں ہے کہ

﴿ فإن لم نره وشهد شاهدا عدل نسكنا بشهادتهما ﴾

''اگر ہم چاند نہ دیکھ سکیں اور دو دیانتدار گواہ (چاند دیکھنے کی) شہادت دے دیں تو ہم ان کی شہادت کی وجہ سے روزہ رکھ لیں گے۔''(۳)

ان احادیث میں محل شاہد یہ مفہوم مخالف ہے کہ اگر دو گواہ شہادت نہ دیں تو روزہ نہ رکھا جائے حالانکہ یہ بات مسلّم ہے کہ مفہوم اور منطوق کے باہم تعارض کے وقت منطوق کو ترجیح دی جاتی ہے لہٰذا یہاں بھی منطوق یعنی گذشتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو ترجیح دیتے ہوئے اکیلے شخص کی گواہی قبول کی جائے گی۔علاوہ ازیں خبر واحد کی حجیت کے تمام دلائل بھی اس کے مؤید ہیں۔

(نوویؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

---

(۱) [نيل الأوطار (۱٥۲/۳) الفقه الإسلامي وأدلته (۱٦٥۱/۳) الأم (۱۲٤/۲) شرح المهذب (۲۸۳/٦) الكافي لا بن عبد البر (ص/۱۱۹) الخرشي (۲۳٥/۲) المغني (٤۱٦/٤) كشاف القناع (۳۰٤/۲) سبل السلام (۲۱٦/۲)]

(۲) [صحيح : إرواء الغليل (۹۰۹) '(۱٦/٤) نسائي (۱۳۲/٤) '(۲۱۱٦) كتاب الصيام : باب قبول شهادة الرجل الواحد ' أحمد (۳۲۱/٤)]

(۳) [صحيح : صحيح أبو داود (۲۰٥۰) كتاب الصوم : باب شهادة رجلين على رؤية هلال شوال ' أبو داود (۲۳۳۸) دار قطني (۱٦۷/۲) بيهقي (۲٤۷/٤)]

(٤) [شرح مسلم (۲۰۷/٤)]

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۱)

(ابن بازؒ) رمضان کے چاند کے متعلق ایک دیانت دار مسلمان کی گواہی کافی ہے۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) چاند دیکھنے کے متعلق ایک دیانتدار مسلمان کی گواہی قبول کی جائے گی۔(۳)

کیا ہلال شوال دیکھنے کے متعلق ایک آدمی کی گواہی قبول کی جائے گی؟

یا نہیں اس مسئلے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔(٤)

(نوویؒ) تمام علماء کے نزدیک ہلال شوال کے متعلق ایک عادل شخص کی شہادت قابل قبول نہیں۔ سوائے امام ابوثورؒ کے صرف انہوں نے اسے جائز کہا ہے۔(٥)

امام نوویؒ کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ

﴿ اختلف الناس في آخر يوم من رمضان فقدم أعرابيان فشهدا عند النبي ﷺ بالله لأهل الهلال أمس عشية فأمر رسول الله ﷺ الناس أن يفطروا ﴾

''لوگوں کے مابین ماہ رمضان کے آخری دن میں اختلاف ہوگیا تو دو دیہاتیوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوکر شہادت دی کہ اللہ کی قسم گذشتہ شب چاند طلوع ہو چکا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو روزہ چھوڑ دینے کا حکم دیا۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ

﴿ و أن يغدو إلى مصلاهم ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اگلے روز عیدگاہ کی طرف (نماز عید) کے لیے جانے کا کہا۔''(٦)

(شوکانیؒ) مجرد کسی واقعہ میں (آپ ﷺ کا) دو آدمیوں کی گواہی قبول کر لینا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ ایک کی (شہادت) قبول نہیں کی جائے گی (یعنی ماہ شوال کے چاند کے متعلق بھی ایک آدمی کی گواہی قبول

(١) [السيل الجرار (١١٤/٢)]

(٢) [فتاوى إسلامية (١١٠/٢)]

(٣) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٩٤/١٠)]

(٤) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الأم (٩٤/٢) المجموع (٢٣٩/٦) تحفة الفقهاء (٥٣٠/١) فتح القدير (٢٥٠/٢)]

(٥) [شرح مسلم (٢٠٧/٤)]

(٦) [صحيح : صحيح أبو داود (٢٠٥١) كتاب الصوم : باب شهادة رجلين على رؤية هلال شوال ' أبو داود (٢٣٣٩) أحمد (٣١٤/٤) بيهقي (٢٥٠/٤)]

کی جائے گی)۔(۱)

(راجح) امام شوکانیؒ کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

اگر چاند نظر نہ آ سکے تو ماہ شعبان کے دن مکمل ہونے پر روزے رکھنے چاہئیں

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن غبي عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين ﴾

''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر افطار کرو لیکن اگر مطلع ابر آلود ہونے کے باعث چاند چھپ جائے تو پھر تم شعبان کے تیس (30) دن پورے کر لو۔''(۲)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ الشهر تسع وعشرون ليلة فلا تصوموا حتى تروه فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين ﴾

''مہینہ کبھی انتیس (29) راتوں کا بھی ہوتا ہے اس لیے (انتیس پورے ہو جانے پر) جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ شروع نہ کرو اور اگر ابر ہو جائے تو تیس دن کا شمار پورا کرلو۔''(۳)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ كان رسول الله ﷺ يتحفظ من شعبان ما لا يتحفظ من غيره ثم يصوم لرؤية رمضان فإن غم عليه عد ثلاثين يوما ثم صام ﴾

''رسول اللہ ﷺ جس طرح ماہ شعبان کے ایام تکلف کے ساتھ شمار کرتے تھے اس طرح کسی اور ماہ کے نہیں کرتے تھے۔ پھر ماہ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے تھے اور اگر آپ پر مطلع ابر آلود ہو جاتا تو (ماہ شعبان کے) تیس دن شمار کر لیتے پھر روزہ رکھتے۔''(٤)

---

(۱) [نيل الأوطار (۱۵۳/۳)]

(۲) [بخاری (۱۹۰۹) كتاب الصوم: باب قول النبي: إذا رأيتم الهلال فصوموا ......' مسلم (۱۰۸۱) كتاب الصوم: باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال' نسائي (۱۳۳/٤) كتاب الصيام: باب إكمال شعبان ثلاثين إذا كان غيم' أحمد (٤١٥/۲) دارمی (۳/۲) كتاب الصوم: باب الصوم لرؤية الهلال' دار قطنی (٦٢/۳) كتاب الصيام' بيهقی (۲۰٥/٤) كتاب الصيام: باب الصوم لرؤية الهلال' طبرانی صغیر (٦٠/۱) مشكل الآثار (۲۰۹/۱)]

(۳) [بخاری (۱۹۰۷) كتاب الصيام: باب قول النبي إذا رأيتم الهلال فصوموا وإذا رأيتموه فأفطروا' موطا (۲۸٦/۱) كتاب الصيام: باب ما جاء في رؤية الهلال' بيهقی (۲۰٥/٤)]

(٤) [صحيح: إرواء الغليل (تحت الحديث / ۹۰۲)' (۷/۳-۸) هداية الرواة (۳۱۹/۲) ابو داود (۲۳۲٥) كتاب الصوم: باب إذا أغمي الشهر]

مشکوک دن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿من صام اليوم الذى يشك فيه فقد عصى أبا القاسم﴾

''جس نے مشکوک دن میں روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔''(۱)

مشکوک دن سے مراد ماہ شعبان کا تیسواں روز ہے یعنی جب اس رات ابر آلودگی کے باعث چاند نظر نہ آئے اور یہ شک ہو جائے کہ آیا رمضان ہے یا نہیں؟(۲)

(سعودی مجلس افتاء) صحیح سنت مشکوک دن کے روزے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔(۳)

اگر صرف ایک علاقے والے چاند دیکھیں

جب ایک علاقے والے چاند دیکھ لیں تو اسکے گردونواح کے علاقوں میں رہائش پذیر لوگوں پر بھی روزے فرض ہو جائیں گے۔

جیسا کہ گذشتہ احادیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کی شہادت قبول کی اور اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔(٤)

(ابن قدامہؒ) جب ایک علاقے کے رہائشی چاند دیکھ لیں تو تمام علاقوں (کے رہائشیوں) پر روزہ لازم ہو جاتا ہے۔(٥)

تاہم کریب کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر علاقے کے رہائشی الگ الگ چاند دیکھیں گے جیسا کہ اس میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کریب کی بات (کہ میں نے شب جمعہ چاند دیکھا ہے) نہ مانتے ہوئے کہا

---

(۱) [بخاری تعليقا (قبل الحديث/١٩٠٦) كتاب الصوم : باب إذا رأيتم الهلال.....، أبو داود (١٣٣٤) ترمذى (٦٨٦) نسائى (١٥٣/٤) ابن ماجة (١٦٤٥) دارمى (٢/٢) دار قطنى (١٥٧/٢) حاكم (٤٢٣/١) بيهقى (٢٠٨/٤) ابن حبان (٨٧٨۔الموارد) امام ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے۔امام دار قطنیؒ نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔امام حاکمؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔]

(۲) [سبل السلام (٨٦١/٢)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (١٧٧/١٠)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (٢٠٥٢) كتاب الصوم : باب فى شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان، أبو داود (٢٣٤٢)]

(٥) [المغنى (٣٢٨/٤)]

ہم نے تو چاند بروز ہفتہ دیکھا ہے۔

﴿ فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين أو نراه فقلت أو لا تكتفي برؤية معاوية وصيامه ؟ فقال لا ' هكذا أمرنا رسول الله ﷺ ﴾

''لہٰذا ہم اس وقت تک روزے رکھتے رہیں گے جب تک کہ تیس پورے نہ کرلیں یا ہم (دوبارہ) چاند نہ دیکھ لیں۔ پھر کریب نے کہا کہ کیا آپ کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا چاند دیکھ لینا اور روزہ رکھ لینا کافی نہیں ہے؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں ۔ اسی طرح ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔'' (۱)

شیخ البانی رقمطراز ہیں کہ ''بلاشبہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ایسے شخص کے متعلق ہے جس نے اپنے شہر میں چاند دیکھ کر روزہ رکھ لیا۔ پھر دوران رمضان اسے خبر ملی کہ لوگوں نے دوسرے شہر میں اس سے ایک دن پہلے چاند دیکھ لیا تھا تو ایسی صورت میں وہ شخص اپنے شہر والوں کے ساتھ تیس روزوں کی تکمیل تک یا اپنا چاند دیکھ لینے تک روزے رکھے گا۔ اس طرح اشکال ختم ہو جائے گا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث اپنے عموم پر ہی باقی رہے گی کہ جس میں ہر ایسا شخص شامل ہے جسے کسی بھی شہر یا صوبے سے بغیر کسی مسافت کی تحدید کے چاند دیکھنے کی اطلاع ملی جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ نے [فتاوی (۱۰۷/۲۵)] میں فرمایا ہے۔(۲)

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ درمیان رمضان کی بات ہے ابتدائے رمضان کی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ کریب نے مدینہ کے نواحی علاقوں میں چاند نہیں دیکھا تھا بلکہ شام میں دیکھا تھا جو کہ الگ ریاست وملک تھا۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر دو علاقوں کے درمیان مسافت قریب ہوگی تو مطالع مختلف نہیں ہوں گے جیسا کہ بغداد اور بصرہ وغیرہ۔ ان دونوں علاقوں کے رہائشیوں پر محض ان میں سے کسی ایک علاقے میں چاند دیکھ لینے سے روزے لازم ہو جائیں گے۔ اور اگر دو علاقوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہو مثلاً عراق اور حجاز اور شام وغیرہ تو پھر ہر علاقے والے اپنے دیکھے (ہوئے چاند) کا اعتبار کریں گے۔(۳)

اگر رمضان کی پہلی رات کا چاند چھوٹا یا بڑا نظر آئے تو پریشان نہیں ہونا چاہیے

حضرت ابوالبختری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

(۱) [مسلم (۱۰۸۷) كتاب الصيام : باب بيان أن لكل بلد رؤيتهم..... ' أبو داود (۲۳۳۲) كتاب الصوم : باب إذا رؤي الهلال في بلد قبل الآخرين بليلة ' ترمذي (۶۸۹) كتاب الصوم : باب ما جاء لكل بلد رؤيتهم ' نسائي (۱۳۱/۴) كتاب الصيام : باب اختلاف أهل الآفاق في الرؤية]

(۲) [تمام المنة (ص/۳۹۸)]

(۳) [المغني (۳۲۸/۴)]

﴿ خرجنا للعمرة فلما نزلنا ببطن نخلة ترائينا الهلال فقال بعض القوم هو ابن ثلاث وقال بعض القوم هو ابن ليلتين فلقينا ابن عباس فقلنا إنا رأينا الهلال فقال بعض القوم هو ابن ثلاث وقال بعض القوم هو ابن ليلتين فقال أى ليلة رأيتموه ؟ قلنا ليلة كذا و كذا فقال : إن رسول الله ﷺ قال إن الله مده للرؤية فهو لليلة رأيتموه ﴾

''ہم عمرہ کرنے نکلے' جب ہم بطن نخلہ مقام میں اترے تو ہم نے چاند دیکھا۔ بعض نے کہا یہ تو تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے۔ پس ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملے۔ ہم نے انہیں بتایا کہ ہم نے چاند دیکھا تو بعض نے کہا کہ یہ تیسری رات کا ہے جبکہ بعض نے کہا کہ دوسری رات کا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا تم نے کس رات چاند دیکھا؟ ہم نے بتایا کہ فلاں رات دیکھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے تمہارے دیکھنے کے لیے بڑا کر دیتے ہیں لہٰذا وہ اُسی رات کا چاند ہے جس رات تم نے اسے دیکھا تھا۔'' (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دیکھنے کے لیے ماہ رمضان کی پہلی رات کے چاند کو بڑا کر دیتے ہیں لہٰذا اگر پہلی رات کا چاند کچھ زیادہ دیر تک باقی رہے یا کچھ بڑا محسوس ہو تو شک وشبہ کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

اگر تیس دنوں تک شوال کا چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے رکھ لینے چاہیں

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فإن غم عليكم فاقدروا له ' وفى رواية مسلم فاقدروا له ثلاثين ﴾

''جب تم چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب (عید) کا چاند دیکھ لو تو افطار کر دو لیکن اگر مطلع ابر آلود ہو تو اس کے لیے اندازہ لگا لو۔'' صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ''پھر اس کے لیے تیس دن کی گنتی کا اندازہ رکھو۔'' (۲)

(۱) [مسلم (۱۰۸۸) كتاب الصيام : باب بيان أنه لا اعتبار بكبر الهلال وصغره ' ابن خزيمة (۱۹۱۹) طيالسى (۲۷۲۱) ابن ابى شيبة (۳/۲۱-۲۲) طبرانى كبير (۱۲٦۸۷) بيهقى (۲۰٦/٤)]

(۲) [بخارى (۱۹۰٦) كتاب الصوم : باب قول النبى : إذا رأيتم الهلال فصوموا...... ' مسلم (۱۰۸۰) كتاب الصيام : باب وجوب صوم رمضان لرؤية هلال ' نسائى (۱۳٤/٤) كتاب الصيام : باب ذكر الختلاف على الزهرى ' ابن ماجة (۱٦٥٤) كتاب الصيام : باب ما جاء فى صوموا الرؤيته وأفطروا الرؤيته ' أحمد (۱٤٥/۲) طيالسى (۸٦٦) بيهقى (۲۰٤/٤) ابن خزيمة (۱۹۰۵) موطا (۲۸٦/۱) كتاب الصيام : باب ما جاء فى رؤية الهلال للصوم والفطر فى رمضان]

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إذا رأيتم الهلال فصوموا وإذا رأيتموه فأفطروا ' فإن غم عليكم فصوموا ثلاثين يوما ﴾

''جب تم چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب اسے (یعنی عید کا چاند) دیکھ لو تو افطار کر دو لیکن اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس دن کے روزے رکھ لو۔'' (۱)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لا تقدموا الشهر بصيام يوم ولا يومين إلا أن يكون شيئ يصومه أحدكم ولا تصوموا حتى تروه ثم صوموا حتى تروه فإن حال دونه غمامة فأتموا العدة ثلاثين ثم أفطروا ﴾

''تم ماہ رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزہ نہ رکھو الا کہ تم میں سے کوئی پہلے سے روزے رکھتا آ رہا ہو۔ اور تم اس وقت تک روزہ نہ رکھو جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو۔ پھر روزے رکھو حتی کہ (پھر) تم اسے دیکھ لو۔ اگر چاند کے سامنے کوئی بدلی حائل ہو جائے تو تم تیس دن کی گنتی پوری کرو اور پھر افطار کر لو۔'' (۲)

ماہِ رمضان کا کوئی دن کم ہو جائے تو اجر میں کمی نہیں ہوتی

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ شهران لا ينقصان شهرا عيد رمضان و ذو الحجة ﴾

''دونوں مہینے ناقص نہیں رہتے۔ مراد رمضان اور ذی الحجہ کے دونوں مہینے ہیں۔'' (۳)

امام بخاریؒ نے اس بات کی تشریح میں' کہ عید کے دونوں ماہ کم نہیں ہوتے' امام اسحاق بن راہویہؒ کا قول نقل فرمایا ہے کہ ((وإن كان ناقصا فهو تمام)) ''اگر یہ کم بھی ہوں پھر بھی (اجر کے اعتبار سے) پورے تیس دن کے برابر ہوتے ہیں۔'' (٤)

---

(۱) [مسلم (۱۰۸۱) كتاب الصيام : باب صوم رمضان لرؤية الهلال ' نسائی (۱۳۳/٤) كتاب الصيام : باب إكمال شعبان ثلاثين إذا كان غيم ' احمد (۲٦٣/۲) طيالسی (۲۳۰٦) بيهقی (۲۰٦/٤)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (۲۰٤۱) كتاب الصوم : باب من قال فإن غم عليكم فصوموا ثلاثين ' أبو داود (۲۳۲۷) ترمذی (٦۸۸) نسائی (۱۳٦/٤) دار قطنی (۱٥۸/۲) حاکم (٤۲٥/۱) ابن خزيمة (۱۹۱۲) ابن أبی شيبة (۲۰/۳) طيالسی (۸٦۸ـ منحة]

(۳) [بخاری (۱۹۱۲) كتاب الصيام : باب شهرا عيد لا ينقصان ' مسلم (۱۰۸۹) كتاب الصيام : باب بيان معنى قوله ﷺ : شهرا عيد لا ينقصان ' ابو داود (۲۳۲۳) ترمذی (٦۹۲) ابن ماجه (۱٦٥۹) ابن حبان (۳۲٥) شرح السنة للبغوی (۱۷۱۷) بيهقی (۲٥۰/٤) طيالسی (۸٦۳)]

(٤) [بخاری (قبل الحديث / ۱۹۱۲) كتاب الصيام]

اگر چہ اس حدیث کے اور بھی معانی ومطالب بیان کیے گئے ہیں لیکن سب سے زیادہ صحیح مطلب وہی ہے جسے امام اسحاق بن راہویہؒ نے بیان کیا ہے۔

امام نوویؒ بیان کرتے ہیں کہ

((الأصح أن معناه لا ينقص أجرهما والثواب المرتب عليهما وإن نقص عددهما))

''اس حدیث کا سب سے زیادہ صحیح معنی یہ ہے کہ ان دونوں (مہینوں) کا اجر کم نہیں ہوتا' ان پر ثواب (مکمل) ملتا ہے اگر چہ ان کا عدد کم ہی ہو جائے۔''(۱)

اگر رمضان 28 دن کا ہو جائے

(ابن بازؒ) مشہور ومعروف اور صحیح احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ مہینہ 29 دنوں سے کم کا نہیں ہوتا اور اگر 28 روزوں کے بعد شرعی دلائل کے ساتھ یہ ثابت ہو جائے کہ ماہ شوال شروع ہو گیا ہے تو پھر یہ بات متعین ہو جائے گی کہ انہوں نے رمضان کا پہلا روزہ چھوڑ دیا ہے لہٰذا ان پر اس روزے کی قضاء لازم ہے۔ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ مہینہ 28 دنوں کا ہو اور صرف مہینہ 29 دنوں کا یا 30 دنوں کا ہوتا ہے۔(۲)

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (٤٢٣/٤)]

(۲) [فتاوی إسلامية (١١٤/٢)]

باب فرضية الصيام — روزوں کی فرضیت کا بیان

رمضان کے روزے واجب ہیں

جیسا کہ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٨٤]

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے' تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔''

(2) ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾ [البقرة : ١٨٥]

''ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں' تم میں سے جو شخص اس مہینے میں موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے۔''

(3) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أن أعرابيا جاء إلى رسول الله ﷺ ثائر الرأس فقال يا رسول الله أخبرني ماذا فرض الله علي من الصلاة ؟ فقال الصلوات الخمس إلا أن تطوع فقال أخبرني ما فرض الله علي من الصيام ؟ فقال شهر رمضان إلا أن تطوع شيئا فقال أخبرني بما فرض الله علي من الزكاة ؟ فقال فأخبره رسول الله ﷺ شرائع الإسلام قال والذي أكرمك لا أتطوع شيئا ولا أنقص بما فرض الله علي شيئا فقال رسول الله ﷺ أفلح إن صدق أو دخل الجنة إن صدق ﴾

''ایک دیہاتی پریشان حال بال بکھرے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! بتایئے مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں' یہ اور بات ہے کہ تم اپنی طرف سے نفل پڑھ لو۔ پھر اس نے کہا بتایئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ماہ رمضان کے' یہ اور بات ہے کہ تم خود اپنے طور پر کچھ نفلی روزے اور بھی رکھ لو۔ پھر اس نے پوچھا اور بتایئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر زکوۃ کس طرح فرض کی ہے؟ آپ ﷺ نے اسے اسلامی شریعت کی باتیں بتا دیں۔ جب اس دیہاتی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی! نہ میں اس میں اس

سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرض کیا ہے' کچھ زیادتی کروں گا اور نہ ہی کمی' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا یا (آپ ﷺ نے فرمایا) اگر اس نے سچ کہا ہے تو جنت میں داخل ہو گا۔'' (۱)

اس حدیث سے واضح طور پر ماہِ رمضان کے روزوں کی فرضیت ثابت ہوتی ہے اور یہی ثابت کرنے کے لیے امام بخاریؒ نے اس حدیث کو یہاں نقل فرمایا ہے۔

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إذا رایتموه فصوموا ﴾

''جب تم اسے (یعنی ہلال رمضان کو) دیکھ لو تو روزے رکھو۔'' (۲)

(5) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ صوموا لرؤيته ﴾

''اسے (یعنی ہلال رمضان) کو دیکھ کر روزے رکھو۔'' (۳)

ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت پر اجماع ہے۔ (٤)

(قرطبیؒ) روزہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (٥)

(شوکانیؒ) روزوں کا وجوب بالاجماع ثابت ہے۔ (٦)

(ابن قدامہؒ) ماہ رمضان کے روزوں کے وجوب پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (٧)

---

(۱) [بخاری (۱۸۹۱) کتاب الصیام: باب وجوب صوم رمضان' (٤٦) کتاب الإیمان: باب الزکاة من الإسلام' مؤطا (٩٤) کتاب قصر الصلاة فی السفر: باب جامع الترغیب فی الصلاة' مسلم (۱۱) کتاب الإیمان: باب بیان الصلوات التی هی أحد أرکان الإسلام' ابو داود (۳۹۱) ابن الجارود (١٤٤) مسند شافعی (٢٤) أبو عوانة (۳۱۰/۱) مشکل الآثار (۳٥٦/۱) بیهقی (۳٦۱/۱)]

(۲) [بخاری (۱۹۰۰) کتاب الصوم: باب هل یقال: رمضان أو شهر رمضان؟ ومن رأی کله واسعا' مسلم (۱۰۸۰) ابن ماجة (١٦٥٤) أحمد (١٤٥/٢) ابن خزیمة (١٩٠٥) أبو یعلی (٥٤٤٨) مؤطا (٢٨٦/١) طیالسی (٨٦٦) نسائی (١٣٤/٤)]

(۳) [بخاری (۱۹۰۹) کتاب الصوم: باب قول النبی إذا رأیتم الهلال فصوموا......' مسلم (۱۰۸۱) نسائی (١٣٣/٤) أحمد (٤١٥/٢) دارمی (٣/٢) ابن الجارود (٣٧٦) دارقطنی (١٦٢/٣) بیهقی (٢٠٥/٤)]

(٤) [المغنی (٣٢٤/٤) الفقه الإسلامی وأدلته (١٦٢٩/٣) المجموع (٢٧٣/٦) کشاف القناع (٣٤٩/٢) بدایة المجتهد (٢٧٤/١)]

(٥) [تفسیر قرطبی (٢٦٨/٢)]

(٦) [السیل الجرار (٣٠/٢)]

(٧) [المغنی لابن قدامة (٣٢٤/٤)]

روزہ ارکانِ اسلام میں سے ایک ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ بني الإسلام على خمس : شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله ﷺ وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة والحج وصوم رمضان ﴾

''اسلام کی بنیاد پانچ اشیاء پر رکھی گئی ہے: یہ شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور یقیناً محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں' نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا' حج کرنا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔'' (۱)

روزے پہلی اُمتوں پر بھی فرض تھے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾ [البقرة : ١٨٤]

''تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔''

(قرطبیؒ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ پہلے لوگوں سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق یہودی ہیں۔ (اُن پر) تین دن اور یوم عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ فرض تھا۔ پھر اس اُمت میں یہ روزے ماہِ رمضان کے روزوں کے ساتھ منسوخ کر دیے گئے۔ (۲)

(ابن کثیرؒ) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کیا ہے کہ جیسے اس نے اِن پر روزے واجب کیے ہیں اُسی طرح اِن سے پہلے لوگوں پر بھی کیے تھے۔ پس ان کے لیے اس میں بہترین اسوہ ہے اور انہیں چاہیے کہ اس فرض کی ادائیگی میں اپنے سے پہلے لوگوں سے بھی زیادہ مکمل طریقے سے کوشش کریں۔ (۳)

(حسن بصریؒ) اللہ کی قسم! اس نے ہر گذشتہ اُمت پر روزے فرض کیے تھے جیسے اس نے ہم پر مکمل ایک ماہ روزے فرض کیے ہیں۔ (٤)

(۱) [بخاری (٨) كتاب الإيمان : باب دعائكم إيمانكم ' مسلم (١٦) كتاب الإيمان : باب بيان أركان الإسلام ودعائمه العظام ' ترمذی (٢٦١٢) نسائی (١٠٧/٨) حمیدی (٧٠٣) ابن خزيمة (٣٠٨) احمد (١٢٠/٢-١٤٣) شرح السنة (٦٤/١) الحلية لأبي نعيم (٦٢/٣)]

(۲) [تفسير قرطبی (٢٧١/٢)]

(۳) [تفسير ابن كثير (٤٣٦/١)]

(٤) [أيضا]

اہل جاہلیت کے لوگ یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے

صحیح بخاری کی چند احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل از اسلام اور ابتدائے اسلام میں اہل جاہلیت' قریش اور نبی کریم ﷺ خود یوم عاشوراء کا روزہ (فرض سمجھ کر) رکھا کرتے تھے لیکن جب ماہِ رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو یوم عاشوراء کے روزے کی رخصت مل گئی یعنی اگر کوئی چاہتا تو یہ روزہ رکھ لیتا اور اگر کوئی نہ چاہتا تو یہ روزہ نہ رکھتا۔ اس ضمن میں چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ كان عاشوراء يصومه أهل الجاهلية فلما نزل رمضان قال من شاء صامه و من لم يشأ لم يصمه ﴾

''اہل جاہلیت یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو چاہے یہ روزہ رکھ لے اور جو نہ چاہے وہ یہ روزہ نہ رکھے۔'' (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ كان عاشوراء يصام قبل رمضان فلما نزل رمضان قال من شاء صام ومن شاء أفطر ﴾

''رمضان سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا پھر جب رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ جو چاہے یہ روزہ رکھ لے اور جو چاہے چھوڑ دے۔'' (۲)

(3) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ دخل عليه الأشعث وهو يطعم فقال اليوم عاشوراء فقال كان يصام قبل أن ينزل رمضان فلما نزل رمضان ترك فادن فكل ﴾

''اُن کے پاس حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آئے اور وہ (یعنی عبداللہ رضی اللہ عنہ) کچھ کھا رہے تھے۔ انہوں نے کہا آج تو یوم عاشوراء ہے (اور آپ کھا رہے ہیں)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ماہِ رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہونے سے پہلے یہ روزہ رکھا جاتا تھا پھر جب ماہِ رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہوئی تو اسے چھوڑ دیا گیا۔ قریب آؤ اور کچھ کھالو۔'' (۳)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

---

(۱) [بخاری (۴۵۰۱) كتاب التفسير : باب : يأيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام]

(۲) [بخاری (۴۵۰۲) كتاب التفسير : باب : يأيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام]

(۳) [بخاری (۴۵۰۳) كتاب التفسير : باب : يأيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام]

﴿ كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية و كان النبي ﷺ يصومه فلما قدم المدينة صامه وأمر بصيامه فلما نزل رمضان كان رمضان الفريضة وترك عاشوراء فكان من شاء صامه ومن شاء لم يصمه ﴾

''جاہلیت میں قریش یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے خود بھی یہ روزہ رکھا اور (دوسرے لوگوں کو بھی) اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ پھر جب ماہِ رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہوئی تو رمضان کے روزے فرض کر دیے گئے اور عاشوراء کا روزہ چھوڑ دیا گیا۔ لہٰذا جو چاہتا یہ روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔''(۱)

ابتدائے اسلام میں فرضیتِ روزہ کی صورت

ابتدائے اسلام میں فرضیتِ روزہ کی صورت یہ تھی کہ جب کوئی نمازِ عشاء ادا کر لیتا اور پھر سو جاتا تو اس پر کھانا' پینا اور عورتوں سے ہم بستری کرنا حرام ہو جاتا۔ جیسا کہ امام ابن کثیرؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرمایا ہے کہ (ابتداء میں) لوگوں پر جو فرض کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ

﴿ إذا صلى أحدهم العتمة ونام حرم عليه الطعام والشراب والنساء ﴾

''جب ان میں سے کوئی ایک نمازِ عشاء ادا کر لیتا تو اس پر کھانا' پینا اور عورتیں حرام ہو جاتیں۔''

مزید فرماتے ہیں کہ امام ابن ابی حاتمؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، امام ابو العالیہ، امام عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ، امام مجاہد، امام سعید بن جبیر، امام مقاتل بن حیان، امام ربیع بن انس اور امام عطاء خراسانی رحمہم اللہ اجمعین سے بھی یہی بات مروی ہے۔(۲)

صحابہ کرام پر روزے کی یہ کیفیت نہایت پر مشقت اور گراں تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان پر آسانی کرتے ہوئے مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی:

﴿ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ [البقرة : ۱۸۷]

''تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ہم بستری کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم چوری چھپے ایسا کر لیا کرتے تھے۔ سو اس نے تمہیں معاف

(۱) [بخاری (٤٥٠٤) كتاب التفسير : باب : يأيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام]
(۲) [تفسیر ابن کثیر (٤٣٦/١)]

کر دیا ہے اور تم سے درگزر فرمایا ہے۔ پس اب تم ان سے ہم بستری کرو اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں (اولاد سے) لکھ دیا ہے اسے تلاش کرو۔''

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام بہت خوش ہوئے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كان أصحاب محمد ﷺ إذا كان الرجل صائما فحضر الإفطار فنام قبل أن يفطر لم يأكل ليلته ولا يومه حتى يمسي وإن قيس بن صرمة الأنصاري كان صائما فلما حضر الإفطار أتى امرأته فقال لها أعندك طعام ؟ قالت لا ولكن أنطلق فأطلب لك وكان يومه يعمل فغلبته عيناه فجاءته امرأته فلما رأته قالت خيبة لك فلما انتصف النهار غشي عليه فذكر ذلك للنبي ﷺ فنزلت هذه الآية " أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ " ففرحوا بها فرحا شديدا ونزلت : " وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ ". ﴾

''حضرت محمد ﷺ کے صحابہ جب روزہ دار ہوتے اور افطار کا وقت آتا تو کوئی روزہ دار اگر افطار سے پہلے سو جاتا تو پھر اس رات میں بھی اور آنے والے دن میں بھی انہیں کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی تا آنکہ پھر شام ہو جاتی۔ پھر ایسا ہوا کہ حضرت قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی روزے سے تھے جب افطار کا وقت ہوا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے کہا اس وقت تو کچھ نہیں ہے لیکن میں جاتی ہوں، کہیں سے تلاش کر کے لاتی ہوں۔ دن بھر انہوں نے کام کیا تھا اس لیے ان کی آنکھ لگ گئی۔ جب بیوی واپس آئی اور انہیں سوتا ہوا دیکھا تو کہا افسوس! تم محروم ہی رہے۔ پھر دوسرے دن وہ دوپہر کو بے ہوش ہو گئے۔ جب اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی: ''تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ہم بستری کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔'' اس پر صحابہ بہت خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی: ''کھاؤ اور پیو حتی کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ (یعنی صبح صادق) کالے دھاگے (صبح کاذب) سے ممتاز ہو جائے۔''(۱)

ایک اور حدیث میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ لما نزل صوم رمضان كانوا لا يقربون النساء رمضان كله وكان رجال يخونون أنفسهم فأنزل الله تعالى " عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ " ﴾

(۱) [بخاری (۱۹۱۵) كتاب الصيام : باب قول الله تعالى : احل لكم ليلة الصيام؛ ابو داود (۲۳۱٤) ترمذی (۲۹٦۸) نسائی (٤/۱٤۷ ـ ۱٤۸) احمد (٤/۲۹٥) ابن حبان (۳٤٦۰)]

''جب رمضان کے روزوں (کا حکم) نازل ہوا تو صحابہ سارا رمضان عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے۔ لیکن کچھ اس خیانت میں مبتلا ہو بھی جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی کہ ''اللہ تعالیٰ نے جان لیا۔ کہ تم چوری چھپے ایسا کر لیتے ہو پس اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔'' (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

﴿ كان المسلمون فى شهر رمضان إذا صلوا العشاء حرم عليهم النساء والطعام إلى مثلها القابلة ثم إن أناسا من المسلمين أصابوا من النساء والطعام فى شهر رمضان بعد العشاء منهم عمر بن خطاب فشكوا ذلك إلى رسول الله ﷺ فأنزل الله تعالى " عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ " ﴾

''ماہِ رمضان میں جب مسلمان نمازِ عشاء ادا کر لیتے تو عورتیں اور کھانا ان پر اس کی مثل اگلے روز تک حرام ہو جاتا۔ پھر (حرمت کے باوجود) کچھ مسلمان عشاء کے بعد ماہ رمضان میں عورتوں سے ہم بستری اور کھانے کے معاملے میں خیانت کر بیٹھے۔ ان میں سے ایک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ لوگوں نے جب رسول اللہ ﷺ سے یہ شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی: ''اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم چوری چھپے ایسا کرتے ہو پس اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور تم سے درگزر فرمایا ہے لہٰذا تم اب (رمضان کی راتوں میں) ان سے مباشرت کرو۔'' (۲)

---

(۱) [بخاری (۴۵۰۸) کتاب التفسیر : باب أحل لكم ليلة الصيام]

(۲) [طبری (۲۹۴۸) شیخ عبدالرزاق مہدی نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔[التعليق على تفسير ابن كثير (۴۵۰/۱)]

باب فضيلة الصيام روزوں کی فضیلت کا بیان

روزہ دار کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أن أعرابيا أتى النبي ﷺ فقال دلني على عمل إذا عملت دخلت الجنة قال : تعبد الله لاتشرك به شيئا وتقيم الصلاة المكتوبة وتؤدي الزكاة المفروضة وتصوم رمضان ، قال : فوالذي نفسي بيده لا أزيد على هذا فلما ولى قال النبي ﷺ : من سره أن ينظر إلى رجل من أهل الجنة فلينظر إلى هذا ﴾

''ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جب میں اسے کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا' فرض نماز قائم کر' فرض زکوۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔ اس نے کہا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس سے کچھ بھی زیادہ نہیں کروں گا۔ جب وہ آدمی واپس مڑا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو اہل جنت کا کوئی آدمی دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔'' (۱)

روزہ داروں کے لیے جنت میں ایک خاص دروازہ بنایا گیا ہے

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(I) ﴿ إن في الجنة بابا يقال له الريان يدخل منه الصائمون يوم القيامة لا يدخل منه أحد غيرهم يقال أين الصائمون ؟ فيقومون لا يدخل منه أحد غيرهم فإذا دخلوا أغلق فلم يدخل منه أحد ﴾

''جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں۔ قیامت کے دن اس دروازے سے جنت میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ ان کے سوا اور کوئی اس میں سے داخل نہیں ہوگا۔ پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے' ان کے سوا اور کوئی اندر نہیں جانے پائے گا۔ اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو یہ

(۱) [بخاری (۱۳۹۷) كتاب الزكاة : باب وجوب الزكاة ' مسلم (۱٤) كتاب الإيمان : باب بيان الإيمان الذي يدخل به الجنة ' ابن منده (۱۲۸)]

دروازہ بند کر دیا جائے گا' پھر اس سے کوئی اندر نہیں جا سکے گا۔''(۱)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ من أنفق زوجين في سبيل الله نودي من أبواب الجنة يا عبد الله هذا خير ' فمن كان من أهل الصلاة دعي من باب الصلاة ' ومن كان من أهل الجهاد دعي من باب الجهاد ' ومن كان من أهل الصيام دعي من باب الريان ' ومن كان من أهل الصدقة دعي من باب الصدقة ' فقال أبو بكر رضي الله عنه بأبي أنت وأمي يا رسول الله ما على من دعي من تلك الأبواب من ضرورة فهل يدعى أحد من تلك الأبواب كلها ؟ فقال : نعم ' وأرجو أن تكون منهم ﴾

''جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے۔ پھر جو شخص نمازی ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو مجاہد ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو روزہ دار ہوگا اسے ''بـاب الـريـان'' سے بلایا جائے گا اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والا ہوگا اسے زکوٰۃ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اے اللہ کے رسول! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازے) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں۔ آپ یہ بتلائیں کہ کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی ان میں سے ہوں گے۔''(۲)

روزہ دار شہداء کے ساتھ ہوں گے

حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ جاء رجل إلى النبي ﷺ فقال يا رسول الله ! أرأيت إن شهدت أن لا إله إلا الله وأنك رسول الله وصليت الصلوات الخمس وأديت الزكاة وصمت رمضان وقمته فممن أنا ؟ قال : من الصديقين والشهداء ﴾

''ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! اگر میں یہ شہادت دوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں' میں پانچ نمازیں پڑھوں' زکوٰۃ ادا کروں'

(۱) [بخاری (۱۸۹٦) كتاب الصيام : باب الريان للصائمين 'مسلم (۱۱۵۲) كتاب الصيام : باب فضل الصيام ' ترمذی (۷٦۵) ابن ماجة (۱٦٤۰) نسائی في السنن الكبرى (۲۵٤٤) ' (۲۵٤۵) ابن ابی شيبة (۳/۵_٦) ابن حبان (۳٤۲۰) شرح السنة (۱۷۰۸)]

(۲) [بخاری (۱۸۹۷) كتاب الصيام : باب الريان للصائمين]

ماہ رمضان کے روزے رکھوں اور اس میں قیام بھی کروں تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صدیقین اور شہداء میں سے۔''(۱)

روزہ دار کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ من قام ليلة القدر إيمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه ومن صام رمضان إيمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه ﴾

''جو کوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت کے ساتھ عبادت میں کھڑا ہو اس کے تمام گذشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''(۲)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ فتنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث کسی کو یاد ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

﴿ فتنة الرجل في أهله وماله وجاره تكفرها الصلاة والصيام والصدقة ﴾

''انسان کے لیے اس کے اہل و عیال' اس کا مال اور اس کا پڑوسی آزمائش ہیں جس کا کفارہ نماز' روزہ اور صدقہ بن جاتا ہے۔''(۳)

مذکورہ حدیث میں نماز کے ساتھ روزے کو بھی گناہوں کا کفارہ قرار دیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ روزہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

﴿ الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة ورمضان إلى رمضان مكفرات لما بينهن إذا اجتنبت الكبائر ﴾

---

(۱) [صحيح : صحيح الترغيب (۱۰۰۳) كتاب الصوم : باب الترغيب في صيام رمضان احتسابا ' بزاز (۲۵) ابن خزيمة (۲۲۱۲) ابن حبان في صحيحه (۳۴۲۹)]

(۲) [بخاری (۱۹۰۱) كتاب الصيام : باب من صام رمضان إيمانا واحتسابا ' مسلم (۷۵۹) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح ' احمد (۷۷۹۲) ابو داود (۱۳۷۱) ترمذی (۸۰۸) ابن ماجة (۱۳۲۶) ابن خزيمة (۲۲۰۲) شرح السنة (۹۸۸) بيهقی (۲/۴۹۱) نسائی فی السنن الكبری (۱۲۹۵) ' (۱۲۹۶) ابن حبان (۲۵۴۶)]

(۳) [بخاری (۱۸۹۵) كتاب الصيام : باب الصوم كفارة]

''پانچوں نمازیں' ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کو مٹا دیتا ہے جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔'' (۱)

رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے بند کر دیے جاتے ہیں

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إذا جاء رمضان فتحت أبواب الجنة ﴾

''جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔'' (۲)

(2) ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

﴿ إذا دخل رمضان فتحت أبواب السماء وغلقت أبواب جهنم وسلسلت الشياطين ﴾

''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں' جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔''

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

﴿ إذا كان رمضان فتحت أبواب الرحمة ﴾

''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔'' (۳)

رمضان میں شیطان جکڑے جانے کے باوجود گناہ کیوں ہوتے ہیں؟

شیطانوں کے جکڑے جانے کے معنی کے متعلق علماء کے کئی ایک اقوال ہیں:

(ابن حجرؒ) فرماتے ہیں کہ حلیمی نے کہا کہ یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ جس طرح وہ عام دنوں میں مسلمانوں کو گمراہ کر سکتے ہیں رمضان میں نہیں کر سکتے کیونکہ لوگ روزے میں مشغول ہوتے ہیں جو شہوات کو ختم کر دیتا ہے اور قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر واذکار میں مشغول رہنے کی وجہ سے گمراہ ہونے سے بچ جاتے ہیں۔

(۱) [مسلم (۲۳۳) كتاب الطهارة : باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة ' ترمذی (۲۱٤) ابن ماجة (۱۰۸٦) ابن حبان (۱۷۳۳) ابن خزیمة (۳۱٤) طیالسی (۲٤۷۰) أبو عوانة (۲۰/۲) شرح السنة للبغوی (۳٤٥) بیهقی فی السنن الکبری (۱۸۷/۱۰) احمد (۸۷۲۳)]

(۲) [بخاری (۱۸۹۸) كتاب الصوم : باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان ؟ ومن رأى كله واسعا]

(۳) [بخاری (۱۸۹۹) كتاب الصوم : باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان ؟ ومن رأى كله واسعا ' مسلم (۱۰۷۹) كتاب الصيام : باب فضل شهر رمضان ' نسائی فی السنن الکبری (۲٤۰۷) ' (۲٤۰۸) ' (۲٤۱۰) دارمی (۱۷۷٥) ابن حبان (۳٤۳٤) ابن خزیمة (۱۸۸۲) بیهقی (۲۰۲/٤)]

حلیمی کے علاوہ دوسروں کا کہنا ہے کہ اس سے بعض شیطان مراد ہیں جو زیادہ سرکش قسم کے ہوتے ہیں صرف انہیں ہی جکڑا جاتا ہے۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہ احتمال بھی ہے کہ اسے ظاہر اور حقیقت پر محمول کیا جائے یعنی اس سے مراد رمضان المبارک کے شروع ہونے کی علامت' اس کی حرمت کی تعظیم اور شیطانوں کا مسلمانوں کو اذیت دینے سے باز آ جانا ہے۔

یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں اجر وثواب کی کثرت کی طرف اشارہ ہو اور شیطانوں کے لوگوں کو گمراہ کرنے میں کمی کے باعث انہیں جکڑے ہوئے کہا گیا ہو۔

اس دوسرے احتمال کی تائید صحیح مسلم کی اُس روایت سے ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ ''رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔''

یہ بھی احتمال ہے کہ شیطانوں کو اس لیے جکڑے ہوئے کہا گیا ہو کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور ان کے لیے شہوات کو مزین کرنے سے عاجز آ جاتے ہیں۔

زین بن منیر کہتے ہیں کہ پہلا معنی زیادہ اولیٰ ہے اور الفاظ کو ظاہری معنی میں نہ لینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔(۱)

(قرطبیؒ) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر شیطان جکڑ دیے جاتے ہیں تو پھر ہم رمضان المبارک میں بہت ساری معاصی کا ارتکاب ہوتا ہوا کیوں دیکھتے ہیں' اگر واقعی شیطان جکڑے ہوئے ہوں تو پھر یہ سب کچھ نہ ہو؟

اس کا جواب یہ کہ گناہ اُن روزہ داروں سے کم ہوتے ہیں جو روزہ کی شرائط پر عمل کریں اور اس کے آداب کا لحاظ رکھیں۔ یا پھر جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ کچھ شیطان جو زیادہ سرکش ہوں انہیں جکڑا جاتا ہے سب شیطانوں کو نہیں جکڑا جاتا۔ یا پھر اس کا مقصد یہ ہے کہ اس مہینے میں گناہ بہت ہی کم ہو جاتے ہیں اور حقیقت بھی ایسے ہی ہے اور اس کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت گناہ کچھ کم ہوتے ہیں اور پھر یہ بھی ہے کہ شیطانوں کے جکڑے جانے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ برائی کا وقوع ہی نہ ہو۔

بلکہ گناہوں کے شیطانوں کے علاوہ اور بھی بہت سے اسباب ہیں' مثلاً خبیث قسم کے نفس' غلط و گندی عادتیں اور انسانوں میں سے شیطان صفت لوگ۔(۲)

(شیخ ابن عثیمینؒ) اس طرح کی احادیث اُمور غیبیہ میں شامل ہوتی ہیں جن کے بارے میں ہمارا مؤقف یہ ہے

(۱) [فتح الباری (٤/١١٤)]

(۲) [أیضاً]

کہ انہیں تسلیم کرنا چاہیے اوران کی تصدیق کرنا ضروری ہے اور ہمیں اس میں کچھ بھی کلام نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اسی میں انسان کے دین اوراس کی عاقبت کی بہتری ہے۔

اسی لیے جب عبداللہ بن احمد بن حنبل ؒ نے اپنے والد احمد بن حنبل ؒ سے کہا کہ ماہِ رمضان میں بھی انسان کو جن چمٹ جاتے ہیں اور وہ ان کے چنگل میں پھنس جاتا ہے تو امام احمد بن حنبل ؒ نے جواب میں کہا کہ حدیث یہی کہتی ہے اوراسی طرح حدیث میں وارد ہے، ہم اس میں کوئی کلام نہیں کر سکتے۔

پھر ظاہر یہی ہے کہ انہیں لوگوں کو گمراہ کرنے سے جکڑا جاتا ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ رمضان میں خیر وبھلائی کی کثرت ہوتی ہے اوراکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے لگتے ہیں۔(۱)

لہٰذا ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ شیطانوں کا جکڑا جانا حقیقی ہے جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شروبرائی کا وقوع ہی نہ ہو یا پھر لوگ گناہوں کا ارتکاب ہی نہ کریں کیونکہ جن شیاطین کو جکڑا گیا ہے انہوں نے اپنی آزادی کے دور میں لوگوں کے دلوں کو اس قدر زنگ آلود کر دیا ہے اور انہیں گناہوں کی اس قدر عادت ڈال دی ہے کہ جوان کے جکڑے جانے کے بعد بھی موجود رہتی ہے۔

روزہ دار کے منہ کی بوکستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ قال الله : كل عمل ابن آدم له إلا الصيام فإنه لي و أنا أجزي به والصيام جنة وإذا كان يوم صوم أحدكم فلا يرفث ولا يصخب فإن سابه أحد أو قاتله فليقل إني امرؤ صائم والذي نفس محمد بيده لخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك للصائم فرحتان يفرحهما : إذا أفطر فرح وإذا لقي ربه فرح بصومه ﴾

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کا ہر نیک عمل خوداسی کے لیے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے۔اگر کوئی روزے سے ہو تو اسے فحش گوئی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی شور مچانا چاہیے۔اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا لڑنا چاہے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب) وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب

(۱) [مجموع الفتاوی (۲۰)]

حاصل کر کے خوش ہوگا۔"(۱)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ إذا لقي الله فجزاه فرح ﴾

"جب وہ (روزہ دار) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسے روزے کا اجر و ثواب عطا کرے گا تو وہ خوش ہوگا۔"(۲)

(قرطبیؒ) صرف اللہ تعالیٰ نے روزے کو ہی اپنے لیے دو وجوہات کی بنا پر خاص کیا ہے حالانکہ تمام عبادات اللہ کے لیے ہی ہیں اور روزہ اُن وجوہات کی وجہ سے باقی تمام عبادات سے مختلف ہے۔

① روزہ نفس کی لذتوں اور شہوات سے روکتا ہے جبکہ دوسری عبادات اس سے نہیں روکتیں۔

② یقیناً روزہ بندے اور اس کے رب کے درمیان ایک راز ہوتا ہے جسے وہ صرف اُسی کے لیے ظاہر کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے روزے کو اپنے لیے خاص کیا ہے۔(۳)

(نوویؒ) رقمطراز ہیں کہ علماء فرماتے ہیں: روزہ دار کی وہ خوشی جو اسے اپنے رب سے ملاقات کے وقت حاصل ہوگی اس کا سبب روزے کی وہ جزا ہوگی جسے وہ دیکھے گا اور اللہ کی نعمت کی وہ یاددہانی ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے اس پر روزے کے عمل کے لیے اپنی توفیق عطا فرما کر کی ہوگی۔ اور افطار کے وقت خوشی کا سبب اس کی عبادت مکمل ہونا' اس کا روزہ فاسد کر دینے والی اشیاء سے سلامت ہونا اور جو وہ اس کے ثواب کی امید رکھتا ہے وہ ہے۔(٤)

روزہ دار کے ہر عمل کا اجر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة عشر أمثالها إلى سبعمائة ضعف قال الله عزوجل : إلا الصوم فإنه لي وأنا أجزي به يدع شهوته وطعامه من أجلي للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه ولخلوف فيه أطيب عند الله من ريح المسك ﴾

"ابن آدم کے ہر نیک عمل کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سوائے روزے کے' بلاشبہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ انسان اپنی شہوت اور کھانے

(۱) [بخاري (١٩٠٤) كتاب الصيام : باب هل يقول إني صائم إذا شتم]

(۲) [مسلم (١١٥١) كتاب الصيام : باب فضل الصيام]

(۳) [تفسير قرطبي (٢٧٠/٢)]

(٤) [شرح مسلم (٤٨٤/٤)]

پینے کو میری رضا مندی کے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں: ایک خوشی جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی جب اس کی اس کے پروردگار سے ملاقات ہوگی۔ اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔''(۱)

ماہِ رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إذا كانت أول ليلة من رمضان صفدت الشيطان ومردة الجن وغلقت أبواب النار فلم يفتح منها باب وفتحت أبواب الجنة فلم يغلق منها باب ونادى مناد يا باغي الخير أقبل ويا باغي الشر أقصر ولله عتقاء من النار وذلك في كل ليلة ﴾

''جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں' اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں ہوتا۔ جبکہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں' اس کا کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ اور آواز دینے والا آواز لگاتا ہے' خیر طلب کرنے والو! نیک کام کے لیے آگے بڑھو اور برے کام کی طلب رکھنے والو! برے کاموں سے رک جاؤ۔ اور ہر رات کو اللہ تعالیٰ (کثرت کے ساتھ لوگوں کو) جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔''(۲)

روزِ قیامت روزہ مومن بندے کی سفارش کرے گا

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ الصيام والقرآن يشفعان للعبد' يقول الصيام أي رب! إني منعته الطعام والشهوات بالنهار فشفعني فيه ويقول القرآن منعته النوم بالليل فشفعني فيه' فيشفعان ﴾

''روزہ اور قرآن مومن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا' اے میرے پروردگار! میں نے اس کو دن بھر کھانے پینے اور شہوت رانی سے روکے رکھا' اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ اور قرآن

---

(۱) [مسلم (۱۱۵۱) كتاب الصيام : باب حفظ اللسان للصائم' مؤطا (۶۸۹) احمد (۳۴۹۳) نسائی فی السنن الكبرى (۲۵۲۳)' (۲۵۲۷) ابن ماجة (۱۶۳۸) عبد الرزاق (۷۸۹۱) ابن ابی شيبة (۵/۳) ابن حبان (۳۴۲۲) ابن خزيمة (۱۸۹۶) طيالسی (۲۴۸۵) شرح السنة للبغوی (۱۷۱۰)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۳۳۱) كتاب الصيام : باب ما جاء في فضل شهر رمضان' ابن ماجة (۱۶۴۲) ترمذی (۶۸۲) كتاب الصوم : باب ما جاء في فضل شهر رمضان' نسائی (۲۱۰۷)' (۱۲۹/۴) احمد (۳۱۱/۴)]

کہے گا کہ رات کو میں نے اسے نیند سے روکے رکھا اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ پھر دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔''(۱)

روزہ خیر کا دروازہ ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿أن النبی ﷺ قال له ألا أدلك علی أبواب الخیر ؟ قلت بلی یا رسول الله قال : الصوم جنة والصدقة تطفیء الخطیئة کما یطفیء الماء النار﴾

''بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے ان (معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ کیا میں تمہاری خیر کے دروازوں پر رہنمائی نہ کروں؟ میں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: روزہ (گناہوں کے سامنے) ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔''(۲)

ہزار مہینوں سے بہتر رات 'شب قدر' ماہ رمضان میں ہی ہے

(1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إن هذا الشهر قد حضركم وفيه ليلة خير من ألف شهر من حرمها فقد حرم الخير كله ولا يحرم خيرها إلا كل محروم﴾

''بلاشبہ یہ (بابرکت) مہینہ تمہارے پاس آیا ہے (اسے غنیمت سمجھو)۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ ہر طرح کی خیر و برکت سے محروم رہا اور اس کی خیر و برکت سے صرف وہی محروم رہتا ہے جو (ہر قسم کی خیر سے) محروم ہو۔''(۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿أتاكم رمضان شهر مبارك فرض الله عليكم صيامه تفتح فيه أبواب السماء وتغلق فيه

---

(۱) [حسن صحیح : صحیح الترغیب (۹۸٤) کتاب الصوم : باب الترغیب فی الصوم مطلقا وما جاء فی فضله وفضل دعاء الصائم ' هداية الرواة (۳۱۳/۲) تمام المنة (ص/۳۹٤) أحمد (۱۷٤/۲) حاکم (۵۵٤/۱) امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

(۲) [صحیح لغیره : صحیح الترغیب (۹۸۳) کتاب الصوم : باب الترغیب فی الصوم مطلقا وما جاء فی فضله وفضل دعاء الصائم ' ترمذی (۲٦۱٦) کتاب الإیمان : باب ما جاء فی حرمة الصلاة]

(۳) [حسن صحیح : صحیح ابن ماجة (۱۳۳۳) کتاب الصیام : باب ما جاء فی فضل شهر رمضان ' ابن ماجة (۱٦٤٤)]

أبواب السماء وتغلق في أبواب الجحيم وتغل فيه مردة الشياطين ' لله فيه ليلة خير من ألف شهر من حرم خيرها فقد حرم ﴾

''تمہارے پاس رمضان کا برکت والا مہینہ آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں۔ اس ماہ میں دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ اللہ کے لیے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس کی خیر و برکت سے محروم ہوا وہ ہر قسم کی خیر و برکت سے محروم ہوا۔''(۱)

نزولِ قرآن کا شرف ماہ رمضان کو ہی حاصل ہے

(1) ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾ [البقرة : ۱۸۵]

''ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں' تم میں سے جو شخص اس مہینے میں موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے۔''

امام قرطبیؒ مذکورہ آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ

((نص في أن القرآن نزل في شهر رمضان))

''یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ قرآن ماہ رمضان میں نازل ہوا۔''(۲)

امام ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

((يمدح تعالى شهر الصيام من بين سائر الشهور بأن اختاره من بينهن لإنزال القرآن العظيم فيه))

''اللہ تعالیٰ سارے مہینوں میں سے روزوں کے مہینے کی مدح و تعریف فرما رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام میں سے اسے قرآن عظیم نازل کرنے کے لیے پسند فرمایا ہے۔''(۳)

(2) ﴿ إِنَّآ أَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ﴾ [الدخان : ۳]

''بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) بابرکت رات (یعنی شب قدر) میں نازل کیا۔''

---

(۱) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (۹۹۹) كتاب الصوم : باب الترغيب في صيام رمضان احتسابا ' أحمد (۲۳۰/۲) نسائي (۱۲۹/٤) بيهقي في شعب الإيمان (۳٦۰۰) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ [التعليق على تفسير قرطبي (۲۸۸/۲)]

(۲) [تفسير قرطبي (۲۹۳/۲)]

(۳) [تفسير ابن كثير (٤۳۹/۱)]

(3) ﴿ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴾ [القدر: ١]

”بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) شب قدر میں نازل کیا۔“

ماہ رمضان میں نزول قرآن کا مطلب یہ ہے کہ مکمل قرآن رمضان میں قدر کی رات لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا میں بیت العزت میں نازل کیا گیا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام حسب ضرورت و واقعہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرآن لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتے رہے اور یہ سلسلہ تقریباً تیئس (23) سال کے عرصے میں مکمل ہوا۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ رمضان میں تو قرآن نازل ہی نہیں ہوا۔ بلکہ آیت اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے کیونکہ لوح محفوظ سے تو ماہ رمضان میں ہی نازل ہوا تھا۔(١)

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أنزلت صحف إبراهيم أول ليلة من شهر رمضان ، وأنزلت التوراة لست مضت من رمضان ، وأنزل الإنجيل لثلاث عشرة مضت من رمضان ، وأنزل الزبور لثمان عشرة خلت من رمضان ، وأنزل القرآن لأربع وعشرين خلت من رمضان ﴾

”صحف ابراہیم ماہ رمضان کی پہلی رات میں نازل کیے گئے۔ تورات اس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے چھ (6) ایام گزر چکے تھے۔ انجیل تب نازل کی گئی جب رمضان کے تیرہ (13) ایام گزر چکے تھے۔ زبور اس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے اٹھارہ (18) ایام گزر چکے تھے اور قرآن اس وقت نازل کیا گیا جب رمضان کے چوبیس (24) ایام گزر چکے تھے۔“(٢)

رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہو جاتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم سنان انصاریہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ

﴿ ما منعك من الحج ؟ قالت : أبو فلان ـ تعني زوجها كان له ـ ناضحان حج على أحدهما والآخر يسقي أرضا لنا ، قال : فإن عمرة في رمضان تقضي حجة أو حجة معي ﴾

”تو حج کرنے نہیں گئی؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں کے باپ یعنی میرے خاوند کے پاس دو اونٹ پانی پلانے کے تھے۔ ایک پر تو وہ خود حج پر چلے گئے اور دوسرا ہماری زمین سیراب کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر

(١) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: تفسیر قرطبی (٢٩٣/٢) تفسیر ابن کثیر (٤٤٠/١) تفسیر أحسن البیان (ص/٧٣)]

(٢) [حسن : صحيح الجامع الصغير (١٤٩٧) الصحيحة (١٥٧٥)]

فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔"

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ فإذا جاء رمضان فاعتمري فإن عمرة فيه تعدل حجة ﴾

"جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان میں عمرہ (کا اجر وثواب) حج کے برابر ہوتا ہے۔"(۱)

اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ رقمطراز ہیں کہ

"رمضان میں عمرے کا حج کے برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ ثواب میں حج کے قائم مقام ہوتا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ عمرہ ہر چیز میں حج کے برابر ہوتا ہے۔ اور بلاشبہ اگر انسان پر حج فرض ہو اور رمضان میں عمرہ کر لے تو یہ عمرہ اسے حج سے کفایت نہیں کرے گا۔"(۲)

واضح رہے کہ یہ حدیث مکمل ماہ رمضان کو شامل ہے صرف آخری عشرے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

روزہ دار کی دعا قبول کی جاتی ہے

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إن لله تبارك وتعالى عتقاء في كل يوم وليلة ـ يعني في رمضان ـ وإن لكل مسلم في كل يوم وليلة دعوة مستجابة ﴾

"بے شک اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کے ہر دن اور رات میں (لوگوں کو جہنم سے) آزاد کرتے ہیں۔ اور (ماہ رمضان کے) ہر دن و رات میں ہر مسلمان کے لیے ایک ایسی دعا ہے جسے قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔"(۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ثلاثة لا ترد دعوتهم : الإمام العادل ' والصائم حتى يفطر ' ودعوة المظلوم يرفعها الله دون الغمام يوم القيامة وتفتح لها أبواب السماء ويقول بعزتي لأنصرنك ولو بعد حين ﴾

"تین بندے ایسے ہیں جن کی دعا رد نہیں کی جاتی: عادل حکمران' روزہ دار حتی کہ وہ افطار کر لے اور مظلوم کی دعا کو اللہ تعالیٰ روز قیامت بغیر بادلوں کے اٹھائیں گے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول

---

(۱) [بخاری (۱۸۶۳) كتاب الحج : باب حج النساء ' مسلم (۱۲۵۶) كتاب الحج : باب فضل العمرة فی رمضان ' نسائی (۲۱۰۹) وفی السنن الكبرى (۴۲۲۳/۲) دارمی (۱۸۵۹) طبرانی كبير (۱۱۴۱۰) ابن ماجة (۲۹۹۳) ابن حبان (۳۷۰۰) بيهقی (۳۴۶/۴)]

(۲) [شرح مسلم (۱۴۶/۵)]

(۳) [صحيح لغيره : صحيح الترغيب (۱۰۰۲) كتاب الصوم : باب الترغيب فی صيام رمضان احتسابا ' بزار فی كشف الأستار (۹۶۲)]

دیے جائیں گے۔اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میری عزت کی قسم! میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر بعد ہی کروں۔''(۱)

(3) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إن للصائم عند فطره لدعوة ما ترد﴾

''بلاشبہ روزہ دار کے لیے افطاری کے وقت ایک ایسی دعا ہے جسے رد نہیں کیا جاتا۔''(۲)

افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إن لله عند كل فطر عتقاء وذلك في كل ليلة﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر روز افطاری کے وقت لوگوں کو (جہنم سے) آزاد کرتے ہیں اور ایسا ہر رات بھی ہوتا ہے۔''(۳)



(۱) [حسن : ترمذی (۳۵۹۸) كتاب الدعوات : باب في العفو والعافية ' ابن ماجة (۱۷۵۲) كتاب الصيام : باب في الصائم لا ترد دعوته ' احمد (۳۰۵/۲) ابن حبان (۳٤۲۸) بيهقي في شعب الإيمان (۵۸۸) ' (۷۳۵۸) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔[التعليق على تفسير ابن كثير (٤٤٩/۱)]

(۲) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (۳۸۷) كتاب الصيام : باب في الصائم لا ترد دعوته ' ابن ماجة (۱۷۵۳) بيهقي في شعب الإيمان (۳۹۰٤)] حافظ بوصیریؒ نے زوائد میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔اور امام حاکمؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[مستدرك حاكم (٤۲۲/۱)]

(۳) [حسن صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۳۳۲) كتاب الصيام : باب ما جاء في فضل شهر رمضان ' صحيح الترغيب (۱۰۰۱) كتاب الصوم : باب الترغيب في صيام رمضان احتسابا ' ابن ماجة (۱٦٤۳) احمد (۲۵٦/۵) بيهقي في شعب الإيمان (۳٦۰۵)]

باب آداب الصیام — روزوں کے آداب کا بیان

روزہ رکھنے والے پر فجر سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے

(1) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ من لم يجمع الصيام قبل الفجر فلا صيام له ﴾

''جس نے فجر (یعنی صبح صادق) سے پہلے پختہ نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں۔'' (۱)

سنن ابن ماجہ کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ لا صيام لمن لم يفرضه من الليل ﴾

''اس شخص کا کوئی روزہ نہیں جس نے رات سے اسے (یعنی اس کی نیت کو) پختہ نہ کیا۔'' (۲)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رات کو نیت کرنا واجب ہے۔ (۳)

مندرجہ ذیل حدیث بھی اس کا ثبوت ہے:

(2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

﴿ إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو إلى امرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه ﴾

''عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔ پس جس نے دنیا حاصل کرنے کی غرض سے ہجرت کی اسے صرف دنیا ہی ملے گی اور جس نے کسی عورت سے شادی کی غرض سے ہجرت کی اسے صرف عورت ہی ملے گی (ایسے لوگوں کو ہجرت کا اجر وثواب نہیں ملے گا)۔'' (٤)

---

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (٢١٤٣) كتاب الصوم : باب النية في الصيام ' أبو داود (٢٤٥٤) ترمذی (٧٣٠) نسائی (١٩٦/٤) ابن ماجة (١٧٠٠) دارمی (٦/٢) ابن خزيمة (١٩٣٣) شرح معانی الآثار (٥٤/٢) بيهقی (٢٠٢/٤) معرفة السنن والآثار (٣٤٤/٣) أحمد (٢٨٧/٦)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٣٧٩) كتاب الصيام : باب ما جاء في فرض الصوم من الليل والخيار في الصوم ' إرواء الغليل (٩١٤) ابن ماجة (١٧٠٠)]

(۳) [نيل الأوطار (١٦٣/٣)]

(٤) [بخاری (١) كتاب بدء الوحی ' مسلم (١٩٠٧) ابو داود (٢٢٠١) ترمذی (١٦٤٧) ابن ماجة (٤٢٢٧) نسائی (٥٨/١) احمد (٢٥/١) حميدی (٢٨) ابن خزيمة (١٤٢)]

(سعودی مجلس افتاء) ماہ رمضان کے روزے کی نیت رات کو فجر سے پہلے کرنا واجب ہے۔(۱)

اگر رات کو روزہ واجب ہو جانے کا علم نہ ہو

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ فرض روزہ دن میں نیت کرنے سے بھی صحیح ہو جاتا ہے بشرطیکہ اسے رات کو روزہ واجب ہو جانے کا علم نہ ہو۔ جیسا کہ اگر دن کے دوران چاند نظر آنے کا ثبوت مل جائے تو انسان اس باقی دن میں روزہ رکھے گا اور اس پر کوئی قضاء لازم نہیں ہوگی خواہ اس نے (اس دن پہلے) کچھ کھایا ہی ہو۔(۲)

(ابن قیمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۴)

(البانیؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔(۵)

(ابن بازؒ) جسے طلوع فجر کے بعد ماہ رمضان کے شروع ہونے کا علم ہوا اس پر لازم ہے کہ وہ باقی دن میں روزہ توڑنے والی اشیاء سے اجتناب کرے کیونکہ وہ روزے کا دن ہے۔ اور صحیح مقیم کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس دن میں روزہ توڑنے والی اشیاء تناول کرے۔ اور اس پر قضاء لازم ہے کیونکہ اس نے فجر سے پہلے رات کے وقت اس روزے کی نیت نہیں کی اور نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے فجر سے پہلے رات کے وقت روزے کی نیت نہ کی اس کا کوئی روزہ نہیں۔ امام ابن قدامہؒ نے یہی بات المغنی میں نقل فرمائی ہے اور یہی عام فقہاء کا قول ہے۔(۶)

نفلی روزے کی نیت

واضح رہے کہ یہ فرض روزے کی بات ہے جبکہ نفلی روزے کے لیے زوال سے پہلے بھی نیت کی جا سکتی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

﴿ دخل علي النبي ﷺ ذات يوم فقال هل عندكم شيئ ؟ فقلنا لا قال فإني إذن صائم ثم أتانا

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۲٤٤)]

(۲) [الاختيارات العلمية (٤/٦٣) مجموع الفتاوى لابن تيمية (۲٥/۱۰۹-۱۱۷-۱۱۸)]

(۳) [زاد المعاد (۱/۲۳٥) تهذيب السنن (۳/۳۲۸)]

(٤) [نيل الأوطار (٤/١٦٧)]

(٥) [الصحيحة (تحت الحديث / ٢٦٢٤) نظم الفرائد (١/٥١٠)]

(٦) [فتاوى إسلامية (٢/١١٦)]

يوما آخر فقلنا يا رسول الله ! أهدى لنا حيس فقال : أرينيه فلقد أصبحت صائما فأكل ﴾

''ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا' کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: تب میں روزہ دار ہوں۔ پھر آپ ﷺ ایک دوسرے دن ہمارے پاس آئے تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمیں حلوہ بطور ہدیہ دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بھی حلوہ دکھاؤ' بے شک میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے' لیکن آپ نے (حلوہ) کھالیا۔(۱)

(شافعیؒ، احمدؒ، مالکؒ) فرض روزے کے لیے رات کو نیت کرنا ضروری ہے جب کہ نفلی روزے کی نیت زوال سے پہلے تک کی جاسکتی ہے۔

(ابوحنیفہؒ) نصف النہار سے پہلے پہلے فرض اور نفل دونوں قسم کے روزوں کی نیت کی جاسکتی ہے تاہم قضاء اور کفاروں میں رات کو نیت کرنا ضروری ہے۔(۲)

(راجح) پہلا موقف راجح ہے۔

(ابن قدامہؒ) فرض روزہ اس وقت تک صحیح نہیں ہوتا جب تک رات کو نیت نہ کی جائے جبکہ نفلی روزے کی نیت دن میں (زوال سے پہلے) بھی کی جاسکتی ہے۔(۳)

ہر روزے کے لیے الگ نیت کرنا ضروری ہے

کیونکہ روزہ عبادت ہے اور ہر مرتبہ ابتدائے عبادت سے اس کی دوبارہ نیت کرنا اس لیے ضروری ہے کیونکہ کوئی بھی عبادت نیت کے بغیر نہیں ہوتی۔

(شافعیؒ، ابوحنیفہؒ، ابن منذرؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(احمدؒ) پورے مہینے کے لیے ایک نیت بھی کی جاسکتی ہے۔(٤)

---

(۱) [مسلم (١١٥٤) كتاب الصيام : باب جواز صوم النافلة بنية من النهار قبل الزوال ......' أبو داود (٢٤٥٥) كتاب الصوم : باب في الرخصة في ذلك في النية ' ترمذي (٧٢٩ ' ٧٣٠) كتاب الصوم : باب ما جاء في إفطار الصائم المتطوع ' نسائي (١٩٤/٤) كتاب الصيام : باب النية في الصيام ' مسند شافعي (ص / ٨٤) شرح معاني الآثار (١٠٩/٢) دار قطني (١٧٦/٢) بيهقي (٢٧٥/٤)]

(۲) [المغني (٣٣٣/٤) الأم (١٢٦/٢) شرح المهذب (٣٠٤/٦) الإختيار (١٢٧/١) المبسوط (٦٢/٣) الهداية (١١٨/١) تحفة الفقهاء (٥٣٤/١) سبل السلام (٢١٧/٢) الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف (٢٩٣/٣) بداية المجتهد (٢٠٢/١) نيل الأوطار (٢٢٠/٤)]

(۳) [المغني لابن قدامة (٣٣٥/٤)]

(٤) [المغني لابن قدامة (٣٣٧/٤)]

(شوکانیؒ) ہر دن کے لیے الگ نیت کرنی چاہیے۔(۱)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(ابن حزمؒ) رمضان اور غیر رمضان کے روزوں کے لیے ہر رات نئی نیت کرنا ضروری ہے۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) رمضان میں ہر رات کو روزے کی نیت کرنا ضروری ہے۔(۴)

نیت محض دل کے ارادے کا نام ہے

(ابن قدامہؒ) نیت محض دل کے ارادے کا نام ہے۔(۵)

(ابن تیمیہؒ) الفاظ کے ساتھ نیت کرنا بدعت ہے۔(۶)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ ''نیت کی جگہ علماء کے اتفاق کے ساتھ صرف دل ہی ہے۔(۷)

(ابن قیمؒ) زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔(۸)

(نوویؒ) نیت صرف دل کے ارادے کو ہی کہتے ہیں۔(۹)

(ملا علی قاریؒ) زبان کے ساتھ نیت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بدعت ہے۔(۱۰)

(سعودی مجلس افتاء) روزہ رکھنے کے عزم سے نیت ہو جائے گی۔(۱۱)

لہٰذا روزے کی نیت کے لیے زبان سے کوئی الفاظ نہیں ادا کیے جائیں گے جیسا کہ یہ الفاظ بتائے جاتے ہیں ''وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ'' یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

سحری کھانے میں برکت ہے

(I) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [نيل الأوطار (۱٦۳/۳)]

(۲) [المغني (۳۳۷/٤)]

(۳) [المحلى بالآثار (۲۸۵/٤)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة (۲٤٦/۱۰)]

(٥) [المغني (۳۳۷/٤)]

(٦) [الفتاوى الكبرى (۲۱٤/۱)]

(۷) [مجموع الفتاوى (۲٦۲/۱۸)]

(۸) [زاد المعاد (٦۹/۱)]

(۹) [شرح المهذب (۳٥۲/۱)]

(۱۰) [مرقاة المفاتيح (٤۱/۱)]

(۱۱) [فتاوى اللجنة الدائمة (۲٤٦/۱۰)]

﴿ تسحروا فإن فی السحور برکة ﴾

''سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔'' (۱)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سحری کھانا مشروع ہے۔(۲)

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ السحور برکة فلا تدعوہ ولو أن یجرع أحدکم جرعة من ماء ﴾

''سحریوں میں برکت ہے لہٰذا اسے مت چھوڑو اگرچہ تم میں سے کوئی ایک پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لے۔'' (۳)

(ابن حجرؒ) برکت سے مراد اجر و ثواب ہے۔(٤)

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ تسحروا ولو بجرعة من ماء ﴾

''سحری کھایا کرو خواہ پانی کے ایک گھونٹ کے ساتھ ہی۔'' (٥)

(ابن منذرؒ) اس پر اجماع ہے کہ سحری کھانا مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔(٦)

سحری کھانے میں اہل کتاب کی مخالفت ہے

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ فصل ما بین صیامنا و صیام أهل الکتاب أکلة السحر ﴾

''ہمارے روزے کے درمیان اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان سحری کھانے کا ہی فرق ہے۔'' (۷)

(۱) [بخاری (۱۹۲۳) کتاب الصوم : باب برکة السحور من غیر إیجاب ' مسلم (۱۰۹٥) ابن ماجة (۱٦۹۲) نسائی (٤/١٤١) ترمذی (۱۰٦/۲) احمد (۲۱٥/۳) دارمی (٦/۲) ابن الجارود (۳۸۳) طیالسی (۸۸۲) عبد الرزاق (۲۲۷/٤) طبرانی صغیر (۲۸/۱) ابن خزیمة (۱۹۳۷)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۹۷/۳)]

(۳) [احمد (۱۲/۳-٤٤)]

(٤) [فتح الباری (٦۳۹/٤)]

(٥) [حسن صحیح : صحیح الترغیب (۱۰۷۱) کتاب الصوم : باب الترغیب فی السحور سیما بالتمر ' ابن حبان فی صحیحه (۳٤٦۷) ' (۸۸٤ ۔ الموارد)]

(٦) [کما فی نیل الأوطار (۱۹۷/۳)]

(۷) [مسلم (۱۰۹٦) کتاب الصیام : باب فضل السحور وتأکید استحبابه واستحباب تأخیره ' ابو داود (۲۳٤۳) ترمذی (۷۰۹) نسائی (۱٤٦/٤) احمد (۲۰۲/٤) دارمی (٦/۲) بیهقی (۲۳٦/٤) ابن ابی شیبة (۸/۳) أبو یعلی (۷۳۳۷) ابن حبان (۳٤۸۱) مشکل الآثار (۱۹۹/۱)]

امام نوویؒ اس حدیث کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ

((معناه الفارق والمميز بين صيامنا وصيامهم السحور فإنهم لا يتسحرون ونحن يستحب لنا السحور))

''اس کا معنی یہ ہے کہ ہمارے اور ان (اہل کتاب) کے روزے کے درمیان فرق و امتیاز سحری ہے۔ کیونکہ بلاشبہ وہ سحری نہیں کھاتے اور ہمارے لیے سحری کھانا مستحب ہے۔''(۱)

سحری کی فضیلت

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إن الله وملائكته يصلون على المتسحرين ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔''(۲)

(2) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ دعاني رسول الله ﷺ إلى السحور في رمضان فقال هلم إلى الغداء المبارك ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں مجھے سحری کی طرف بلایا اور فرمایا: آؤ مبارک کھانے کی طرف۔''(۳)

(3) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ البركة في ثلاثة : في الجماعة ، والثريد ، والسحور ﴾

''برکت تین اشیاء میں ہے: جماعت میں ثرید کے کھانے میں اور سحریوں میں۔''(٤)

(4) نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ

﴿ دخلت على النبي ﷺ [وهو يتسحر] فقال : إنها بركة أعطاكم الله إياها فلا تدعوه ﴾

''میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ سحری کھا رہے تھے تو آپ نے فرمایا: یقیناً یہ برکت ہے جو اللہ تعالیٰ

---

(۱) [شرح مسلم (٤٣٠/٤)]

(۲) [حسن صحيح : صحيح الترغيب (١٠٦٦) كتاب الصوم : باب الترغيب في السحور سيما بالتمر ، ابن حبان في صحيحه (٣٤٦٧) طبراني أوسط]

(۳) [صحيح لغيره : صحيح الترغيب (١٠٦٧) كتاب الصوم : باب الترغيب في السحور سيما بالتمر ، ابو داود (٢٣٤٤) نسائي (١٤٥/٤) ابن خزيمة (١٩٣٨) ابن حبان (٣٤٥٦)]

(٤) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (١٠٦٥) كتاب الصوم : باب الترغيب في السحور سيما بالتمر طبراني كبير]

نے خاص تم لوگوں کو عطا فرمائی ہے اس لیے اسے مت چھوڑا کرو۔'' (۱)

سحری کا وقت

صبح سحری کے لیے بیدار ہو جانے کے بعد صبح صادق کے خوب نمایاں ہو جانے تک سحری کا وقت ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ﴾ [البقرة : ۱۸۷]

''تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ (صبح صادق) سیاہ دھاگے (رات کی سیاہ دھاری) سے ظاہر ہو جائے۔''

(2) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ لما نزلت " حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ " [البقرة :۱۸۷] عمدت إلى عقال أسود وإلى عقال أبيض فجعلتهما تحت وسادتي فجعلت أنظر في الليل فلا يستبين لي ، فغدوت إلى رسول الله ﷺ فذكرت له ذلك فقال : إنما ذلك سواد الليل وبياض النهار ﴾

''جب یہ آیت نازل ہوئی ''حتی کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔'' تو میں نے ایک سیاہ دھاگہ لیا اور ایک سفید اور دونوں کے تکیے کے نیچے رکھ لیا اور رات میں دیکھتا رہا لیکن مجھ پر ان کے رنگ واضح نہ ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے تو رات کی تاریکی (صبح کاذب) اور دن کی سفیدی (صبح صادق) مراد ہے۔'' (۲)

---

(۱) [صحيح : صحيح الترغيب (۱۰٦۹) كتاب الصوم : باب الترغيب في السحور سيما بالتمر ' نسائي في السنن الكبرى (۲٤۷۲)]

(۲) [بخاري (۱۹۱٦) كتاب الصوم : باب قول الله تعالى وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود ' مسلم (۱۰۹۰) كتاب الصيام : باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر ' ابو داود (۲۳٤۹) ترمذي (۲۹۷۰) دارمي (۱٦۹٤) ابن حبان (۳٤٦۲) بيهقي (۲۱٥/٤) طبراني كبير (۱۷٦/۱۷) ابن خزيمة (۱۹۲٥)]

(2) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

﴿ أنزلت : " وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ " [البقرة : ١٨٧] ولم ينزل " مِنَ الْفَجْرِ " فكان رجل إذا أرادوا الصوم ربط أحدهم في رجله الخيط الأبيض والخيط الأسود ولم يزل يأكل حتى يتبين له رؤيتهما فأنزل الله بعد " مِنَ الْفَجْرِ " فعلموا أنه إنما يعني الليل والنهار ﴾

"یہ آیت نازل ہوئی" کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔" لیکن من الفجر کے لفظ نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس پر کچھ لوگوں نے یوں کیا کہ جب روزے کا ارادہ ہوتا تو سیاہ اور سفید دھاگہ لے کر پاؤں میں باندھ لیتے اور جب تک دونوں دھاگے پوری طرح دکھائی نہ دینے لگتے کھانا پینا بند نہیں کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے من الفجر کے الفاظ نازل فرمائے۔ پھر لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں۔" (۱)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إن بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم ﴾

"بلاشبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کے وقت اذان دیتے ہیں لہٰذا تم حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے اذان دینے تک کھاتے پیتے رہو۔" (۲)

(4) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

﴿ إن بلالا كان يؤذن بليل فقال رسول الله ﷺ : كلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم فإنه لا يؤذن حتى يطلع الفجر ۔ قال القاسم : ولم يكن بين أذانهما إلا أن يرقى ذا وينزل ذا ﴾

"حضرت بلال رضی اللہ عنہ کچھ رات رہے سے اذان دے دیا کرتے تھے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک ابن اُم مکتوم اذان نہ دیں تم کھاتے پیتے رہو کیونکہ وہ صبح صادق کے طلوع سے پہلے اذان نہیں دیتے۔

(۱) [بخاری (۱۹۱۷) كتاب الصوم : باب قول الله تعالى و كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود ' مسلم (۱۰۹۱) كتاب الصيام : باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر ' تحفة الأشراف (٤٧٤١) ' (٤٧٥٠)]

(۲) [بخاری (٦٢٢) كتاب الأذان : باب الأذان قبل الفجر ' مسلم (۱۰۹۲) كتاب الصيام : باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر ' ترمذی (۲۰۳) ابن حبان (۳٤٦٩) دارمی (۱۱۹۰) طیالسی (۱۸۱۹) ابن خزیمة (٤٠١) طبرانی کبیر (۱۳۳۷۹) ابن أبي شيبة (۹/۳) شرح السنة للبغوی (٤٣٣) بیهقی (۳۸۰/۱-۳۸۲-٤٢٧) ' (۲۱۸/٤)]

قاسمؒ نے بیان کیا کہ دونوں (بلال اور اُم مکتوم رضی اللہ عنہما) کی اذان کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ ایک چڑھتے تو دوسرے اترتے۔“(۱)

(ابن حزمؒ) رمضان ہو یا غیر رمضان روزہ صرف فجر ثانی کے واضح طور پر طلوع ہونے کے ساتھ ہی لازم ہوتا ہے۔اور جب تک یہ واضح نہ ہو کھانا' پینا اور جماع وہم بستری کرنا سب جائز ہوتا ہے۔(۲)

امام ابن حزم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ

﴿ان عمر بن الخطاب كان يقول : إذا شك الرجلان في الفجر فليأكلا حتى يستيقنا﴾

”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب دو آدمیوں کو فجر کے متعلق شک ہو جائے کہ (آیا طلوع ہوئی ہے یا نہیں) تو انہیں چاہیے کہ وہ دونوں کھاتے رہیں حتی کہ انہیں (فجر ثانی طلوع ہونے کا) یقین ہو جائے۔“(۳)

سحری کھانے میں تاخیر کرنا مستحب ہے

(1) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿تسحرنا مع النبي ﷺ ثم قام إلى الصلاة قلت كم كان بين الأذان والسحور ؟ قال : قدر خمسين آية﴾

”ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سحری کھائی' پھر آپ ﷺ صبح کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ میں نے دریافت کیا کہ سحری اور اذان میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا تو انہوں نے کہا کہ پچاس آیتیں (پڑھنے) کے برابر فاصلہ ہوتا تھا۔“(٤)

(2) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كنت أتسحر في بيتي ثم يكون سرعتي أن أدرك السجود مع رسول الله ﷺ﴾

---

(۱) [بخاری (۱۹۱۸ ' ۱۹۱۹) كتاب الصوم : باب قول النبي : لا يمنعنكم من سحوركم أذان بلال ' مسلم (۱۰۹۲) كتاب الصيام : باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر ' ابن حبان (۳٤۷۰) دارمی (۱۱۹۱) ابو داود (۲۳٤۷) ابن الجارود (۱٥٤) ابن أبي شيبة (۹/۳) طبرانی كبير (۱۰٥٥۸/۱) أبو عوانة (۳۷۳/۱) بيهقی (۳۸۱/۱)]

(۲) [المحلی لابن حزم (۳٤۲/٦) ' (مسألة : ۷٥٦)]

(۳) [المحلی لابن حزم (۳٤۷/٦)]

(٤) [بخاری (۱۹۲۱) كتاب الصوم : باب قدر كم بين السحور وصلاة الفجر ' مسلم (۱۰۹۷) ترمذی (۷۰۳ ' ۷۰٤) ابن ماجة (۱٦۹٤) نسائی فی السنن الكبرى (۲٤٦٥)]

''میں سحری اپنے گھر کھاتا' پھر جلدی کرتا تاکہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز مل جائے۔''(۱)
اس حدیث سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام تاخیر سے سحری کھایا کرتے تھے۔

(3) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
﴿ تسحرت مع رسول الله ﷺ هو النهار إلا أن الشمس لم تطلع ﴾
''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی' تو وہ دن ہی تھا سوائے اس کے کہ ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔''(۲)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
﴿ إنا معشر الأنبياء أمرنا بتعجيل فطرنا وتأخير سحورنا ﴾
''بلاشبہ ہم انبیاء کا گروہ ہیں' ہمیں جلد افطاری کرنے اور تاخیر سے سحری کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔''(۳)

(5) حضرت عمرو بن میمون اودی سے مروی ہے کہ
﴿ كان أصحاب محمد ﷺ أسرع الناس إفطارا وأبطأهم سحورا ﴾
''محمد ﷺ کے صحابہ لوگوں میں سب سے جلد افطار کرتے اور سب سے تاخیر سے سحری کھاتے۔''(٤)

جس روایت میں یہ لفظ ہیں:
﴿ لا تزال أمتي بخير ما أخروا السحور وعجلوا الفطر ﴾
''میری امت کے افراد جب تک تاخیر سے سحری کھائیں گے اور جلد افطاری کریں گے' ہمیشہ خیر و عافیت سے رہیں گے۔''

اس کی سند میں سلیمان بن أبي عثمان راوی ہے جسے امام ابوحاتمؒ نے مجہول کہا ہے۔(٥)

(ابن عبدالبرؒ) جلد افطاری کرنے اور تاخیر سے سحری کھانے کی احادیث صحیح اور متواتر ہیں۔(٦)

---

(۱) [بخاری (۱۹۲۰) كتاب الصوم : باب تعجيل السحور]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۳۷۵) كتاب الصيام : باب ما جاء في تأخير السحور ' ابن ماجة (۱٦۹٥) نسائی (۲۱٥۱) كتاب الصيام : باب تأخير السحور وذكر الاختلاف على زر فيه]

(۳) [صحيح : الصحيحة (۳۷٦/٤) التعليقات الرضية على الروضة الندية للألباني (۲/۲۰) رواه ابن حبان]

(٤) [صحيح : عبد الرزاق (۷٥۹۱)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[فتح الباری (۷۱۳/٤)]

(٥) [نيل الأوطار (۱۹٦/۳) الروضه الندية (٥٤٥/۱) أحمد (۱٤۷/٥)]

(٦) [كما في فتح الباری (۱۹۹/٤)]

(ابن قدامہؒ) تاخیر سے سحری کھانا اور جلد افطاری کرنا مستحب ہے۔(۱)

کھجور کے ساتھ سحری کھانے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ نعم سحور المؤمن التمر ﴾

''مومن کی بہترین سحری کھجور ہے۔''(۲)

اگر سحری کھاتے ہوئے اذان ہو جائے

تو فورا کھانا چھوڑ دینا ضروری نہیں بلکہ حسب ضرورت جلد از جلد کھالینا جائز و مباح ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إذا سمع أحدكم النداء والإناء على يده فلا يضعه حتى يقضي حاجته منه ﴾

''جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور (کھانے یا پینے) کا برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اسے رکھے مت بلکہ اس سے اپنی ضرورت پوری کرلے۔''(۳)

روزے کے آداب

(شیخ ابن عثیمینؒ) روزہ دار کو چاہیے کہ وہ کثرت کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری کے کام سرانجام دے اور ہر قسم کے ممنوع کام سے پرہیز کرے۔ اور اس پر واجب ہے کہ وہ فرائض کی پابندی کرے اور حرام کاموں سے دور رہے۔ پانچوں نمازیں وقت پر باجماعت ادا کرے اور جھوٹ، غیبت، دھوکہ، سودی معاملات اور ہر حرام قول و فعل چھوڑ دے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جس نے جھوٹی بات اور اس پر عمل اور جہالت کے کاموں کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا، پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔''(٤)

(۱) [المغنى لابن قدامة (٤/٤٣٢)]

(۲) [صحيح : صحيح الترغيب (١٠٧٢) كتاب الصوم : باب الترغيب في السحور سيما بالتمر ' ابو داود (٢٣٤٥) كتاب الصوم : باب من سمى السحور الغذاء ' ابن حبان (٨٨٣ ـ الموارد) بيهقي في السنن الكبرى (٤/٢٣٦) كتاب الصيام : باب ما يستحب من السحور]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (٢٠٦٠) كتاب الصيام : باب الرجل يسمع النداء والإناء على يده ' الصحيحة (١٣٩٤) هداية الرواة (٢/٣٢٢) ابو داود (٢٣٥٠)]

(٤) [فتاوى إسلامية (٢/١١٨)]

روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا مستحب ہے

(1) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر ﴾

''لوگ جب تک افطار کرنے میں جلدی کریں گے ہمیشہ خیر و عافیت سے رہیں گے۔''(۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ لا یزال الدین ظاهرا ماعجل الناس الفطر لأن الیهود والنصاری یؤخرون ﴾

''لوگ روزہ افطار کرنے میں جب تک جلدی کرتے رہیں گے دین ہمیشہ غالب رہے گا کیونکہ یہود ونصاری تاخیر سے افطار کرتے ہیں۔''(۲)

(3) ابوعطیہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ دخلت أنا ومسروق علی عائشة رضی الله عنها فقلنا یا أم المؤمنین ! رجلان من أصحاب محمد ﷺ أحدهما یعجل الإفطار ویعجل الصلاة ، والآخر یؤخر الإفطار ویؤخر الصلاة قالت أیهما الذی یعجل الإفطار ویعجل الصلاة ؟ قال قلنا : عبد الله [یعنی ابن مسعود رضی الله عنه] قالت کذلك کان یصنع رسول الله ﷺ ۔ زاد أبو کریب : والآخر أبو موسی رضی الله عنه ﴾

''میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا اے اُم المؤمنین! محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے دو ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک جلدی روزہ افطار کرتا ہے اور جلدی نماز ادا کرتا ہے۔ اور دوسرا تاخیر سے افطاری کرتا ہے اور تاخیر سے ہی نماز ادا کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ وہ کون ہے جو جلدی افطاری کرتا ہے اور جلدی نماز ادا کرتا ہے؟ ابوعطیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے کہا: وہ عبد اللہ (یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ) ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

---

(۱) [بخاری (۱۹۵۷) کتاب الصوم : باب تعجیل الإفطار ، مسلم (۱۰۹۸) ترمذی (۶۹۹) ابن ماجة (۱٦۹۷) أحمد (۳۳۷/۵) ابن خزیمة (۲۰۵۹) ابن حبان (۳۵۰۲) طبرانی کبیر (۵۹۸۱) بیهقی (۲۳۷/٤)]

(۲) [حسن : صحیح أبو داود (۲۰٦۳) کتاب الصوم : باب ما یستحب من تعجیل الفطر ، أبو داود (۲۳۵۳) ابن ماجة (۱٦۹۸) أحمد (۴۵۰/۲) ابن أبی شیبه (۱۱/۳) ابن حبان (۳۵۰۳) حاکم (۴۳۱/۱) بیهقی (۲۳۷/٤)]

ابوکریب کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں: اور دوسرے صحابی حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ تھے۔'' (۱)

(4) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لا تزال أمتي على سنتي ما لم تنتظر بفطرها النجوم ﴾

''میری امت ہمیشہ میری سنت پر رہے گی جب تک کہ اپنی افطاری کے لیے ستاروں کا انتظار نہیں کرے گی۔'' (۲)

(ابن حجرؒ) اس زمانے میں جو منکر بدعات ایجاد کر لی گئی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ.......... لوگوں نے افطار میں تاخیر کر دی ہے اور سحریوں میں جلدی کی ہے اور سنت کی مخالفت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں خیر کم اور شر زیادہ ہے۔ (۳)

افطاری کا وقت

جب سورج غروب ہو جائے تو افطاری کر لینی چاہیے اس کے لیے اذان کا انتظار نہیں کرتے رہنا چاہیے کیونکہ افطاری کے لیے صرف غروب آفتاب شرط ہے اذان نہیں۔

(1) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إذا أقبل الليل من هاهنا وأدبر النهار من هاهنا وغربت الشمس من هاهنا فقد أفطر الصائم ﴾

''جب رات اس طرف (یعنی مشرق) سے آئے اور دن ادھر (یعنی مغرب) میں چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزے کے افطار کا وقت ہو گیا۔'' (٤)

(نوویؒ) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ (جب سورج غروب ہو گیا تو) آدمی کا روزہ پورا ہو گیا' اب اسے روزہ دار نہیں کہا جا سکتا کیونکہ غروب آفتاب کے ساتھ ہی دن ختم ہو گیا اور رات شروع ہو گئی اور رات روزے

(۱) [مسلم (۱۰۹۹) كتاب الصيام : باب فضل السحور وتأكيد استحبابه واستحباب تأخيره وتعجيل الفطر' ابوداود (۲۳٥٤) ترمذی (۷۰۲) نسائي في السنن الكبرى (۲٤٦٨)' (۲٤۷۰)]

(۲) [صحیح : صحيح ابن خزيمة (۲۷٥/۳) ابن حبان (۳٥۱۰_الإحسان) حاكم (٤۳٤/۱) شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [فتح الباری (۱۹۹/٤)]

(٤) [بخاری (۱۹٥٤) كتاب الصوم : باب متى يحل فطر الصائم' مسلم (۱۱۰۰) كتاب الصيام : باب بيان وقت انقضاء الصوم وخروج النهار' ابو داود (۲۳٥۱) ترمذی (٦۹۸) دارمی (۱۷۰۰) ابن أبي شيبة (۱۱/۳) نسائي في السنن الكبرى (۳۳۱۰) ابن حبان (۳٥۱۲) ابن خزيمة (۲۰٥۸) حميدی (۲۰) ابن الجارود (۳۹۳) بغوی (۱۷۳٥) بيهقی (٤۱٦/٤)]

کی جگہ نہیں ہے۔(۱)

(2) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ كنا مع رسول الله ﷺ في سفر وهو صائم فلما غربت الشمس قال لبعض القوم : يا فلان قم فاجدح لنا ' فقال يا رسول الله ! لو أمسيت ' قال : أنزل فاجدح لنا ' قال يا رسول الله ! فلو أمسيت ' قال : أنزل فاجدح لنا ' قال إن عليك نهارا ' قال : أنزل فاجدح لنا ' فنزل فجدح لهم ' فشرب النبي ﷺ ثم قال : إذا رأيتم الليل قد أقبل من هاهنا فقد أفطر الصائم ﴾

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور آپ ﷺ روزہ دار تھے۔ جب سورج غروب ہوا تو آپ ﷺ نے ایک صحابی (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ اے فلاں! میرے لیے اٹھ کر ستو گھول۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اتر کر ہمارے لیے ستو گھول۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے۔ آپ ﷺ نے پھر وہی حکم دیا کہ اتر کر ہمارے لیے ستو گھول۔ لیکن ان کا اب بھی خیال تھا کہ ابھی دن باقی ہے۔ آپ ﷺ نے اس مرتبہ پھر فرمایا کہ اتر کر ہمارے لیے ستو گھول۔ چنانچہ وہ اترے اور انہوں نے ستو گھول دیے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے پیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم یہ دیکھ لو کہ رات اس مشرق کی طرف سے آ گئی تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہیے۔''(۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب غروب آفتاب کا یقین ہو جائے فوراً روزہ افطار کر لینا چاہیے اس میں تاخیر کرنا جائز نہیں۔

(بخاریؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس وقت روزہ افطار کر لیا جب سورج کی ٹکیہ غائب ہو گئی۔(۳)

(ابن تیمیہؒ) کسی نے دریافت کیا کہ کیا مجرد غروب آفتاب کے ساتھ ہی روزہ دار کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے؟ تو شیخ الاسلامؒ نے جواب دیا کہ جب (سورج کی) ٹکیہ مکمل طور پر غائب ہو جائے تو روزہ دار روزہ افطار کر

---

(۱) [شرح مسلم للنووی (۴۳۲/۴)]

(۲) [بخاری (۱۹۵۵) کتاب الصوم : باب متی یحل فطر الصائم ' مسلم (۱۱۰۱) کتاب الصیام : باب بیان وقت انقضاء الصوم وخروج النهار ' احمد (۱۹۴۱۲) ابو داود (۲۳۵۲) حمیدی (۷۱۴) عبد الرزاق (۷۵۹۴) ابن حبان (۳۵۱۱) ابن أبي شيبة (۱۱/۳) بیهقی (۶۱۲/۴)]

(۳) [بخاری (قبل الحدیث ، ۱۹۵۴) کتاب الصوم : باب متی یحل فطر الصائم]

لے اور اُفق میں باقی شدید سرخی کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔(۱)

(شوکانیؒ) علماء کا اتفاق ہے کہ روزہ کھولنے کا وقت وہ ہے جب سورج کا غروب ہونا پختہ طور پر ثابت ہو جائے یا دو عادل گواہ کہہ دیں، دو نہ ہوں تو ایک عادل گواہ بھی کافی ہے۔(۲)

اگر کوئی لاعلمی کے باعث وقت سے پہلے روزہ افطار کر لے تو وہ کیا کرے؟

چونکہ یہ مسئلہ اختلافی ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے، لہٰذا اس میں علماء کے بڑے بڑے دو موقف ہیں:

① اگر مطلع ابر آلود ہو اور انسان یہ سمجھ کر کہ افطاری کا وقت ہو گیا ہے، روزہ افطار کر لے لیکن اسے بعد میں علم ہو کہ سورج ابھی مکمل غروب نہیں ہوا تھا تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ ایک دن قضاء کا روزہ رکھے۔ اس موقف کو اپنانے والے علماء کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أفطرنا على عهد النبي ﷺ يوم غيم ثم طلعت الشمس ' قيل لهشام : فأمروا بالقضاء ؟ قال : بد من قضاء ؟ وقال معمر سمعت هشاما : لا أدرى أقضوا أم لا ﴾

''ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ابر تھا۔ ہم نے جب افطار کر لیا تو سورج نکل آیا۔ اس پر ہشام (راوی حدیث) سے کہا گیا کہ کیا پھر انہیں اس روزے کی قضاء کا حکم ہوا تھا؟ تو انہوں نے بتلایا کہ قضا کے سوا اور چارہ کار ہی کیا تھا؟ اور معمر نے کہا کہ میں نے ہشام سے یوں سنا: مجھے معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے قضاء کی تھی کہ نہیں۔''(۳)

(2) خالد بن اسلم کی حدیث میں ہے کہ

﴿ أن عمر بن الخطاب أفطر فى رمضان فى يوم ذى غيم و رأى أنه قد أمسى وغابت الشمس فجاء رجل فقال قد طلعت الشمس فقال : الخطب يسير وقد اجتهدنا ﴾

''بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ایک ابر آلود دن میں افطاری کی اور یہ خیال کیا کہ شام ہو گئی ہے اور سورج غروب ہو گیا ہے۔ پھر ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ بے شک سورج تو طلوع ہو چکا ہے تو انہوں نے کہا:

(۱) [مجموع الفتاوى (۲۱۵/۲۵)]

(۲) [نيل الأوطار (۱۹٤/۳)]

(۳) [بخاری (۱۹۵۹) كتاب الصيام : باب إذا أفطر فى رمضان ثم طلعت الشمس]

یہ چھوٹا معاملہ ہی ہے اور بے شک ہم نے اجتہاد کر لیا تھا۔''(۱)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو دو دوسری سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ان میں سے ایک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا﴿ مـا نبـالـي و نقضي يو ما مكانه ﴾ ''ہم پرواہ نہیں کرتے اور ہم اس کی جگہ ایک دن کی قضاء دیں گے۔'' اور دوسری روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ ﴿ إنـه لـم يقض ﴾ ''انہوں نے قضاء نہ دی۔'' پھر امام بیہقی رحمہ اللہ نے قضاء دینے والی روایت کو ترجیح دی ہے۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) جب روزہ دار کے لیے یہ واضح ہو جائے کہ اس نے غروب آفتاب سے پہلے افطاری کر لی ہے تو اس پر قضاء لازم ہے کیونکہ اس نے صحیح وقت میں روزہ افطار نہیں کیا.........اور اہل علم کا اجماع ہے کہ روزہ طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک ہے جیسا کہ قرآن میں موجود ہے.........لہٰذا ایسے شخص پر لازم ہے کہ جن ایام کے متعلق اسے یقین ہو کہ اس نے ان میں غروب آفتاب سے پہلے افطاری کر لی ہے' وہ ان کی قضاء دے۔ اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ اس نے جان بوجھ کر رمضان کے دن میں روزہ نہیں کھولا بلکہ اس کا روزہ کھول دینا (محض) جہالت و خطا کی وجہ سے تھا۔(۳)

(ائمہ اربعہ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

② ایسے شخص کو چاہیے کہ یہ علم ہو جانے کے بعد غروب آفتاب تک کچھ نہ کھائے۔اس کا روزہ مکمل ہے اور اس پر کوئی قضاء نہیں۔

اس مؤقف کو ترجیح دینے والوں نے یہ وجوہات بیان کی ہیں:

(1) پہلی بات یہ ہے کہ ایسے شخص پر قضاء کو لازم قرار دینے کے لیے کوئی واضح دلیل چاہیے جو کہ موجود نہیں۔اور صحیح بخاری کی حدیث میں اتنا تو ذکر ہے کہ عہد رسالت میں غروب آفتاب سے پہلے روزہ افطار کر لیا گیا لیکن یہ مذکور نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے والوں کو دوبارہ روزہ رکھنے کا حکم دیا ہو۔اور محض حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عمل بھی قضاء کے وجوب کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ مجرد رسول اللہ ﷺ کا عمل بھی کسی کام کو واجب قرار دینے کے لیے کافی نہیں چہ جائیکہ کسی صحابی کا عمل ہو جیسا کہ اصول کی کتب میں یہ بات ثابت ہے۔

(2) دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص دوران روزہ بھول کر کھا پی لے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان موجود

---

(۱) [مسند شافعي (۲۷۷/۱)]

(۲) [بيهقي في السنن الكبرى (۲۱۷/٤)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۸۸/۱۰-۲۹۱)]

(٤) [كما في فقه السنة للسيد سابق (٤١٠/۱)]

ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إذا نسي فأكل وشرب فليتم صومه فإنما أطعمه الله وسقاه ﴾

''جب کوئی بھول جائے اور کھا پی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے بے شک اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا اور پلایا ہے۔'' (۱)

لہٰذا غروب آفتاب سے قبل جہالت کی بنا پر افطار کرنے والے کے متعلق بھی یہی کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کھلا پلا دیا ہے۔

(3) علاوہ ازیں ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ جہالت و خطا کی بنا پر کیا گناہ رائیگاں کر دیا جاتا ہے اور اسے لکھا نہیں جاتا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إن الله تجاوز عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه ﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے خطا' نسیان (بھول کر) اور زبردستی کرائے گئے گناہ کو معاف کر دیا ہے۔'' (۲)

(4) ایک اصولی قاعدے سے بھی اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔

((الأصل براءة الذمة)) ''اصل میں انسان تمام ذمہ داریوں سے بری ہے۔'' (۳)

مراد یہ ہے کہ جب تک قضاء کی کوئی واضح دلیل نہیں مل جاتی انسان ہر ذمہ داری سے بری ہے' اُس پر قضاء کو لازم نہیں کیا جا سکتا۔

(5) تاہم اگر کوئی احتیاطی طور پر اس دن کے عوض ایک دن کا روزہ رکھنا چاہے تو ہم اسے ملامت نہیں کریں گے لیکن اگر کوئی کہے کہ ایسے شخص پر ایک روزے کی قضاء دینا لازم ہے تو اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

---

(۱) [بخاری (۱۹۳۳) كتاب الصوم : باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا' مسلم (۱۱۵۵) كتاب الصيام : باب أكل الناسي وشربه وجماعه لا يفطر' ابو داود (۲۳۹۸) ترمذی (۷۲۲) ابن ماجة (۱۶۷۳) دارمی (۱۷۲۷) دارقطنی (۱۷۸/۲) ابن حبان (۳۵۱۹)' (۳۵۲۰) ابن خزيمة (۱۹۸۹) ابن الجارود (۳۸۹) عبد الرزاق (۷۳۷۲) شرح السنة للبغوی (۱۷۵۴) بيهقی (۲۲۹/۴)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۶۶۲) كتاب الطلاق : باب طلاق المكره والناسي' إرواء الغليل (۸۲) ابن ماجة (۲۰۴۳)' (۲۰۴۵)]

(۳) [القواعد الفقهية للدكتور يعقوب بن عبد الوهاب الباحسين]

(راجح) دوسرا مؤقف راجح معلوم ہوتا ہے۔(واللہ اعلم)

(ابن تیمیہؒ) صحیح بخاری میں موجود حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ دو چیزوں پر دلالت کرتی ہے:

(1) اگر مطلع ابر آلود ہو تو یہ مستحب نہیں ہے کہ غروب آفتاب کا یقین ہونے تک افطاری کو مؤخر کر لیا جائے۔

(2) قضاء واجب نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اگر انہیں یہ حکم دیا ہوتا تو یہ پھیل جاتا جیسا کہ ان کا افطار کر لینا نقل کیا گیا ہے۔ جب ایسا کچھ منقول نہیں ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں قضاء کا حکم نہیں دیا۔(۱)

(ابن قیمؒ) جیسے اللہ تعالیٰ نے بھولنے والے روزہ دار کو کھلا پلا دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے غروب آفتاب سے قبل افطاری کرنے والے کو دن چھپا کر کھلا پلا دیا۔(۲)

(ابن حزمؒ) جس نے یہ گمان کرتے ہوئے کھا پی لیا یا ہم بستری کر لی کہ رات ہے لیکن فی الحقیقت دن تھا خواہ یہ طلوع آفتاب کے وقت ہوا ہو یا غروب آفتاب کے وقت۔ دونوں صورتوں میں اس نے اپنا روزہ جان بوجھ کر باطل نہیں کیا اور دونوں صورتوں میں اس نے یہ گمان کیا کہ وہ روزے میں نہیں ہے' اور بھول کر کھا پی لینے والا بھی یہی گمان کرتا ہے کہ وہ روزے میں نہیں ہے لہٰذا یہ دونوں برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔

اور یہ قیاس نہیں ہے اللہ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ یہ قیاس تب ہوتا جب ہم بھولنے والے کو اصل بناتے' پھر ہم اس کے ساتھ ایسے شخص کو تشبیہ دیتے جس نے یہ گمان کرتے ہوئے کھایا' پیا یا ہم بستری کر لی کہ رات ہے لیکن اصل میں دن تھا۔ ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہ سب برابر ہیں:

﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَٰكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ﴾ [الأحزاب : ۵]

''تم سے بھول چوک میں جو گناہ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں' البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے خطا' نسیان اور زبردستی کرائے گئے گناہ کو معاف کر دیا ہے۔'' اور یہی جمہور سلف کا قول ہے۔(۳)

(البانیؒ) شیخ حسین بن عودہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ (البانیؒ) سے دریافت کیا کہ اگر کوئی یہ گمان

---

(۱) [مجموع الفتاوی (۲۲۸/۲۵)]

(۲) [تهذيب السنن (۳/۲۳۶-۲۳۹) جامع الفقه لابن القيم (۳/۱۱۲)]

(۳) [المحلی (۶/۳۳۱)' (مسألة : ۷۵۳)]

کرتے ہوئے کھا لے کہ سورج غروب ہو گیا ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہو جائے یا یہ گمان کرتے ہوئے کھا لے کہ ابھی فجر شروع نہیں ہوئی تو اس کا کیا حکم ہے۔ تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص اپنے گمان میں معذور ہو (یعنی کسی شرعی عذر کی وجہ سے اس نے کھا پی لیا ہو) تو اسے روزہ کھولنے والا شمار ہی نہیں کیا جائے گا۔(۱)

(شیخ حسین بن عودہ) قضاء کا لازم نہ ہونا ہی راجح ہے۔(واللہ اعلم)(۲)

افطاری کے وقت دعا کی قبولیت

جس روایت میں مذکور ہے کہ

﴿ أن للصائم عند فطره لدعوة ماترد ﴾ ''افطاری کے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں کی جاتی۔'' وہ تو ضعیف ہونے کی بنا پر نا قابل حجت ہے۔(۳)

تاہم وہ روایت حسن درجہ کی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی: عادل حکمران' روزہ دار حتی کہ افطار کر لے اور مظلوم۔(٤)

علاوہ ازیں ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز افطاری کے وقت لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔''(٥)

روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كان النبي ﷺ يفطر على رطبات قبل أن يصلى فإن لم تكن رطبات فعلى تمرات فإن لم تكن تمرات حسا حسوات من ماء ﴾

---

(۱) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۸۲/۳)]

(۲) [أيضا]

(۳) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (۳۸۷) كتاب الصيام : باب في الصائم لا ترد دعوته ' إرواء الغليل (۹۲۱) ابن ماجة (۱۷۵۳)]

(٤) [حسن : ترمذی (۳۵۹۸) کتاب الدعوات : باب في العفو والعافية ' ابن ماجة (۱۷۵۲) كتاب الصيام : باب في الصائم لا ترد دعوته ' احمد (۳۰۵/۲) ابن حبان (۳٤۲۸) بیهقی فی شعب الإيمان (۵۸۸) ' (۷۳۵۸) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔[التعليق على تفسير ابن كثير (٤٤٩/۱)]

(٥) [حسن صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۳۳۲) كتاب الصيام : باب ما جاء في فضل شهر رمضان ' صحيح الترغيب (۱۰۰۱) كتاب الصوم : باب الترغيب في صيام رمضان احتسابا ' ابن ماجة (۱٦٤۳)]

"رسول اللہ کا معمول تھا کہ نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے' اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چھواروں سے روزہ کھولتے۔ اگر چھوارے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔" (۱)

ایک صحیح روایت میں یہ بھی موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ستو گھول کر روزہ افطار کیا جیسا کہ ابھی پیچھے بیان کیا گیا ہے۔ (۲)

(سعودی مجلس افتاء) جب انسان روزہ دار ہو اور سورج غروب ہو جائے اور افطاری کے لیے اس کے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہ ہو تو وہ پانی سے ہی روزہ افطار کر لے کیونکہ تر یا خشک کھجوروں سے روزہ افطار کرنا مستحب ہے' واجب نہیں۔ (۳)

افطاری کی دعا

(1) روزہ کھولتے وقت رسول اللہ ﷺ یہ کلمات کہتے تھے:

﴿ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِکَ أَفْطَرْتُ ﴾

"اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیے ہوئے رزق پر افطار کیا۔" (٤)

اس دعا میں یہ الفاظ " .... وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلَيْکَ تَوَکَّلْتُ ...." کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہیں۔

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

﴿ كان النبي إذا أفطر قال : ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الأجر إن شاء الله ﴾

"نبی کریم ﷺ جب روزہ افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے " ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ.

---

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (۲۰٦٥) كتاب الصيام : باب ما يفطر عليه' أبو داود (۲۳٥٦) ترمذی (٦٩٩) كتاب الصوم : باب ما جاء ما يستحب عليه الإفطار' نسائي في السنن الكبرى (۳۳۱۷)' (۲٥۳/۲) كتاب الصيام : باب ما يستحب للصائم أن يفطر عليه' احمد (۱٦٤/۳)]

(۲) [بخاری (۱۹٥٥) كتاب الصوم : باب متى يحل فطر الصائم]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۳٥/۱۰)]

(٤) [أبو داود (۲۳٥۸) كتاب الصيام : باب القول عند الإفطار' ابو داود في المراسيل (۹۹) ابن ابی شيبة (۱۰۰/۳) ابن مبارك في الزهد (۱٤۱۰' ۱٤۱۱) ابن السنى في عمل اليوم والليلة (٤۷۳) بيهقى (۲۳۹/٤) بغوى في شرح السنة (٤۷٤/۳) طبرانی صغير (٥۲/۲) مجمع الزوائد (۱٥۹/۳)] شیخ البانیؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث شواہد کی بنا پر قوی ہو جاتی ہے۔ [المشكاة (۱۹۹٤) إرواء الغليل (۹۱۹)]

إِنْ شَاءَ اللّٰهُ " کہ پیاس ختم ہوگئی' رگیں تر ہوگئیں اور روزے کا اجر انشاء اللہ ثابت ہوگیا۔''(۱)

روزہ کھلوانے کا اجر

(1) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ من فطّر صائما كان له مثل أجره غير أنه لاينقص من أجر الصائم شيئا ﴾

''جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اسے بھی اتنا اجر ملے گا جتنا اجر روزہ دار کے لیے ہوگا اور روزہ دار کے اجر سے کوئی چیز کم نہ ہوگی۔''(۲)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ من فطر صائما أو جهز غازيا فله مثل أجره ﴾

''جس کسی نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا یا کسی مجاہد کو سامان دیا تو اس کو اس کے برابر ثواب ملے گا۔''(۳)

(ابن قدامہؒ) کسی روزہ دار کا روزہ کھلوانا مستحب ہے۔(٤)

روزہ افطار کرانے والے کو یہ دعا دیں

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كان رسول الله ﷺ إذا أفطر عند أهل بيت قال أفطر عندكم الصائمون وأكل طعامكم الأبرار وتنزلت عليكم الملائكة ﴾

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے گھر روزہ افطار کرتے تو یہ دعا دیتے " أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَتَنَزَّلَتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ " کہ روزہ دار تمہارے ہاں افطاری کرتے رہیں' نیک

---

(۱) [حسن : صحيح أبو داود (٢٠٦٦) كتاب الصيام : باب القول عند الإفطار' أبو دواد (٢٣٥٧) نسائي في السنن الكبرى (٢٥٥/٢)' (٣٣٢٩) دارقطني (١٨٥/٢) حاكم (٤٢٢/١) امام دارقطنیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔]

(٢) [صحيح : صحيح ترمذي (٦٤٧) كتاب الصوم : باب فضل من فطر صائما' ترمذي (٨٠٧) ابن ماجة (١٧٤٦)]

(٣) [حسن صحيح : هداية الرواة (٢٢٣/٢) بيهقي في السنن (٢٤٠/٤) احمد (١١٤/٤) نسائي في السنن الكبرى (٣٣٣١) امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔]

(٤) [المغني لابن قدامة (٤٣٨/٤)]

لوگ تمہارا کھانا کھاتے رہیں اور اللہ کے فرشتے تمہارے لیے (رحمتیں لے کر) اترتے رہیں۔" (۱)

(2) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أفطر رسول الله ﷺ عند سعد بن معاذ رضي الله عنه فقال أفطر عندكم الصائمون وأكل طعامكم الأبرار وصلت عليكم الملائكة ﴾

"رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس روزہ افطار کیا اور پھر (انہیں) یہ دعا دی "أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ" کہ روزہ دار تمہارے ہاں افطاری کرتے رہیں' نیک لوگ تمہارا کھانا کھاتے رہیں اور اللہ کے فرشتے تمہارے لیے دعائیں کرتے رہیں۔" (۲)



(۱) [صحیح: احمد (۱۱۸/۳) ابن أبي شيبة (۱۰۰/۳) أبو يعلى (۴۳۱۹) طبراني أوسط (۳۰۳) نسائي في عمل اليوم والليلة (۲۹۶)' (۲۹۷) بيهقي (۲۳۹/۴) طبراني في الدعاء (۹۲۲) ابن السنى (۴۸۲) شیخ شعیب ارناؤوط حفظہ اللہ تعالیٰ نے اسے صحیح کہا ہے۔[مسند احمد محقق (۱۲۱۷۷)' (۱۲۴۰۶)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجة (۱۴۱۸) كتاب الصيام: باب في ثواب من فطر صائما' ابن ماجة (۱۷۴۷) ابو داود (۳۸۵۴) كتاب الأطعمة: باب في الدعاء لرب الطعام' نسائي في عمل اليوم والليلة (۲۹۶' ۲۹۸)] شیخ البانیؒ نے "أفطر رسول الله" کے الفاظ کے علاوہ باقی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔]

باب ما یباح للصائم   روزہ دار کے لیے جائز افعال کا بیان

مبالغے کے بغیر کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا

(1) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ هششت فقبلت وأنا صائم فقلت يا رسول الله ! صنعت اليوم أمرا عظيما قبلت وأنا صائم فقال أرأيت لو مضمضت من الماء وأنت صائم قلت لا بأس به فقال رسول الله ﷺ فمه ؟ ﴾

''میرا دل چاہا اور میں نے روزے کی حالت میں (اپنی بیوی کا) بوسہ لے لیا۔ میں نے کہا' اے اللہ کے رسول! میں نے آج بہت بڑا (برا) کام کیا ہے' میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر تم دوران روزہ کلی کر لو تو؟ میں نے کہا' کلی میں تو کوئی حرج نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر کون سی چیز میں حرج ہے؟ (مراد یہ ہے کہ جب کلی کرنے میں کوئی حرج نہیں تو بوسہ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں)۔'' (۱)

(شوکانیؒ) حدیث کے ان الفاظ ﴿ أرأيت لو مضمضت من الماء ﴾ میں ایک گہری فقہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ کلی کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۲)

امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ

((لا بأس بالمضمضة والتبرد للصائم))

''روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔'' (۳)

امام عطاءؒ فرماتے ہیں کہ

((إن تمضمض ثم أفرغ ما في فيه من الماء لا يضيره إن لم يزدرد ريقه وماذا بقي في فيه ؟))

''اگر اس (یعنی روزہ دار) نے کلی کی اور منہ سے سارا پانی نکال دیا تو کوئی نقصان نہیں ہوگا بشرطیکہ وہ اپنا

---

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۰۸۹) كتاب الصيام : باب القبلة للصائم 'ابو داود (۲۳۸۵) احمد (۲۱/۱) دارمی (۱۳/۲) حاكم (۴۳۱/۱) ابن حبان (۹۰۵-الموارد) ابن خزيمة (۱۹۹۹) بيهقی (۲۶۱/۴) عبد بن حميد في المنتخب من المسند (۲۱)]

(۲) [نيل الأوطار (۱۸۲/۳)]

(۳) [بخاری (قبل الحديث / ۱۹۳۰) كتاب الصوم : باب اغتسال الصائم]

تھوک اور جو اس کے منہ میں (پانی کی تری) رہ گئی ہے اسے نہ نگلے۔'' (۱)

(2) حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أسبغ الوضوء وبالغ في الاستنشاق إلا أن تكون صائما ﴾

''وضوء اچھی طرح پورا کرو اور ناک میں اچھی طرح پانی چڑھایا کرو مگر روزے کی حالت میں (ایسا نہ کیا کرو)۔'' (۲)

(سید سابقؒ) دوران روزہ کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا جائز ہے لیکن ان میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ (۳)

روزے کی حالت میں مبالغے کے ساتھ ناک میں پانی چڑھانے سے اس لیے منع کیا گیا ہے تاکہ کہیں پانی گلے میں نہ اتر جائے اور پھر اس سے روزہ ٹوٹ جائے۔ مبالغے کے بغیر ناک میں پانی چڑھانے میں کوئی حرج نہیں۔

(بخاریؒ) انہوں نے باب قائم کیا ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ جب کوئی وضوء کرے تو ناک میں پانی چڑھائے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار اور غیر روزہ دار میں کوئی فرق نہیں کیا۔'' (٤)

شرح کبیر میں ہے کہ

((المضمضة والاستنشاق لا يفطر بغير خلاف سواء كان في طهارة أو غيرها))

''کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا بلا اختلاف روزہ نہیں توڑتا خواہ انسان وضوء میں ایسا کرے یا اس کے علاوہ۔'' (٥)

(ابن منذرؒ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ روزہ دار پر ایسی چیز نگلنے میں کچھ نہیں ہے جو تھوک کے ساتھ ہو یا دانتوں کے درمیان ہو یا جسے نکالنے کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔ (٦)

(ابن قدامہؒ) اگر کوئی (دوران روزہ) وضوء کرتے ہوئے کلی کرے یا ناک میں پانی چڑھائے اور پانی بغیر قصد

---

(۱) [بخاری (قبل الحديث / ۱۹۳۵) كتاب الصوم : باب قول النبي ﷺ إذا توضأ فليستنشق]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۳۲۸) كتاب الطهارة وسننها : باب المبالغة في الاستنشاق والاستنثار ' ابن ماجة (٤٠٧) ابو داود (۲۳٦٦) كتاب الصوم : باب الصائم يصب عليه الماء من العطش ويبالغ في الاستنشاق ؛ ترمذی (۷۸۸) كتاب الصوم : باب ما جاء في كراهية مبالغة الاستنشاق للصائم ' مسند احمد (۱۷۸٦۳)]

(۳) [فقه السنة (٤٠٦/١)]

(٤) [بخاری (قبل الحديث / ۱۹۳۵)]

(٥) [الشرح الكبير (٤٤/٣)]

(٦) [فتح الباری (١٦١/٤)]

واسراف کے حلق تک پہنچ جائے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔امام اوزاعی امام اسحاق اور امام شافعی رحمہم اللہ اپنے دو اقوال میں سے ایک کے مطابق اسی کے قائل ہیں اور یہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔(۱)

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ) ایسے شخص کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(۲)

(راجح) درست بات یہ ہے کہ ایسے شخص کا روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة : ۲۸٦] ''اللہ تعالیٰ کسی نفس پر تکلیف نہیں ڈالتا مگر اس کی وسعت وطاقت کے مطابق۔'' اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اس کی دلیل ہے کہ ﴿ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحج : ۷۸] ''اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں بنائی۔''

(سعودی مجلس افتاء) جس نے کلی کی یا ناک میں پانی چڑھایا اور بلا اختیار پانی اس کے حلق میں چلا گیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔(۳)

(شیخ ابن عثیمینؒ) اگر روزہ دار کلی کرتے یا ناک میں پانی چڑھائے اور پانی اس کے پیٹ میں داخل ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔(٤)

تیل لگانا اور کنگھی کرنا

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

((قال ابن مسعود رضي الله عنه إذا كان صوم أحدكم فليصبح دهينا مترجلا))

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو اسے چاہیے کہ یوں صبح کرے کہ اس نے تیل لگایا ہو اور کنگھی کی ہو۔''(٥)

(ابن تیمیہؒ) انہوں نے روزہ دار کے لیے تیل لگانا جائز قرار دیا ہے۔(٦)

(سعودی مجلس افتاء) جس نے رمضان کے دن میں دوران روزہ تیل لگایا اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔(۷)

---

(۱) [المغني لابن قدامة (۳/٤٤)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے : الأم للشافعي (۲/۱۳۸) الحاوي (۳/٤٥۷) المبسوط (۳/٦٦) بدائع الصنائع (۲/۹۱) الكافي لابن عبد البر (ص/۲۱) الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف (۳/۳۰۹)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۲۷٥)]

(٤) [فتاوى إسلامية (۲/۱۲٥)]

(٥) [بخاري (قبل الحديث / ۱۹۳۰) كتاب الصوم : باب اغتسال الصائم]

(٦) [مجموع الفتاوى (۲٥/۲٤۱)]

(۷) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۲٥۳)]

(شیخ ابن جبرین) بوقت ضرورت اگر روزہ دار تیل لگا لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔(۱)

خوشبو لگانا

(ابن تیمیہؒ) روزہ دار کے لیے خوشبو لگانا جائز ہے۔(۲)

(شیخ حسین بن عودہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(شیخ ابن عثیمینؒ) دوران روزہ خوشبو کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔(٤)

(ابن بازؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

گرمی کی وجہ سے غسل کرنا

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ

﴿ رأیت النبی ﷺ یصب الماء علی رأسه من الحر و هو صائم ﴾

''میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ گرمی کی وجہ سے اپنے سر پر پانی بہا رہے تھے اور آپ ﷺ روزہ دار تھے۔''(٦)

امام بخاری رقمطراز ہیں کہ

((و بل ابن عمر رضی الله عنهما ثوبا فألقاه علیه وهو صائم ودخل الشعبی الحمام وهو صائم))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک کپڑا تر کر کے اپنے جسم پر ڈالا حالانکہ وہ روزہ دار تھے اور امام شعبیؒ روزہ دار تھے لیکن (غسل کے لیے) حمام میں داخل ہو گئے۔''(۷)

(شوکانیؒ) پہلی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ روزہ دار کے لیے اپنے کچھ یا سارے بدن پر پانی بہا کر گرمی کو ختم کرنا جائز ہے۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں اور انہوں نے واجب، مسنون اور مباح غسلوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔

(۱) [فتاوی إسلامیة (۱۲۷/۲)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: مجموع الفتاوی (۲٤۱/۲٥)]

(۳) [الموسوعة الفقهیة المیسرة (۳۰٦/۳)]

(٤) [فتاوی إسلامیة (۱۲۸/۲)]

(٥) [فتاوی إسلامیة (۱۲۸/۲)]

(٦) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۷۲) کتاب الصیام: باب الصائم یصب علیه الماء...... ، أبو داود (۲۳٦٥) أحمد (٤۷٥/۳) نسائی فی السنن الکبری (۳۰۲۹)، (۱۹٦/۲)]

(۷) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۳۰) کتاب الصیام: باب اغتسال الصائم]

(حنفیہ) روزہ دار کے لیے غسل کرنا مکروہ ہے (انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی جس اثر سے استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اسے ضعیف کہا ہے)۔(۱)

(ابن قدامہؒ) روزہ دار کے غسل کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) روزہ دار کے لیے رمضان کے دن میں پانی اور صابن کے ساتھ غسل کرنا جائز ہے۔(۳)

حالت جنابت میں روزہ رکھنا اور بعد میں غسل کرنا

حالت جنابت میں سحری کھا کر روزہ رکھ لینا اور بعد میں غسل کر لینا جائز ہے۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أن رسول الله كان يدركه الفجر وهو جنب من أهله ثم يغتسل ويصوم ﴾

''رسول اللہ کو (بعض اوقات) اس حالت میں فجر ہو جاتی کہ آپ ہم بستری کرنے کی وجہ سے جنبی ہوتے (ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سحری کھا لیتے) پھر غسل کر کے روزہ رکھ لیتے۔''(٤)

(2) حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ

﴿ كنت أنا وأبي فذهبت معه حتى دخلنا على عائشة رضي الله عنها قالت أشهد على رسول الله صلى الله عليه وسلم إن كان ليصبح جنبا من جماع غير احتلام ثم يصومه ﴾

''میرے باپ عبدالرحمٰن مجھے ساتھ لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہونے کی حالت میں صبح کرتے' احتلام کی وجہ سے نہیں بلکہ جماع کی وجہ سے۔ پھر آپ روزہ رکھتے (یعنی فجر کی نماز سے پہلے سحری کا وقت نکل جانے کے بعد غسل کرتے)۔''(٥)

(۱) [نيل الأوطار (١٨٢/٣) فتح الباري (٦٥٧/٤)]

(۲) [المغني (٤٥/٣)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٢٧١/١٠)]

(٤) [بخاري (١٩٢٦) كتاب الصوم : باب الصائم يصبح جنبا' مسلم (١١٠٩) كتاب الصيام : باب صحة الصوم من طلع عليه الفجر وهو جنب' مؤطا (٢٩١) كتاب الصيام : باب ما جاء في صيام الذي يصبح جنبا في رمضان' ابو داود (٢٣٨٨) كتاب الصيام : باب فيمن أصبح جنبا في رمضان' ترمذي (٧٧٩) كتاب الصوم : باب ما جاء في الجنب يدركه الفجر وهو يريد الصوم' احمد (٣٦/٦) دارمي (٣٤٥/١) حميدي (١٠١/١) شرح معاني الآثار (١٠٣/٢)]

(٥) [بخاري (١٩٣١) كتاب الصوم : باب اغتسال الصائم' مسلم (١١٠٩) كتاب الصيام : باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب' نسائي في السنن الكبرى (٢٩٩٨)' (٢٩٩٩) طبراني كبير (٥٨٨/٢٣) بيهقي (٢١٤/٤) ابن حبان (٣٤٨٦)' (٣٤٨٧) ابن ابي شيبة (٨١/٣) عبد الرزاق (٧٣٩٨) احمد (٢٦١٤١) تحفة الأشراف (١٧٦٩٦)]

(جمہور،نوویؒ) بلاشبہ جس نے جنابت کی حالت میں صبح کی اس کا روزہ صحیح ہے اور اس پر کوئی قضا نہیں ہے قطع نظر اس سے کہ وہ جماع وہم بستری کی وجہ سے جنبی ہوا ہو یا کسی اور وجہ سے۔(۱)

واضح رہے کہ جس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿من أدركه الفجر جنبا فلا يصم﴾ ''جسے حالت جنابت میں فجر ہو جائے وہ روزہ نہ رکھے۔'' (۲)

امام ابن منذرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق سب سے اچھی بات جو میں نے سنی ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ ابتدائے اسلام میں رات کو سو جانے کے بعد روزہ دار پر کھانے اور پینے کی طرح جماع بھی حرام تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے جماع کو طلوع فجر تک جائز قرار دے دیا تو جنبی کے لیے غسل کے بغیر صبح کرنا جائز ہو گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہی فتوی دیا کرتے تھے جو انہوں نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے پہلے معاملے کے مطابق سن رکھا تھا اور انہیں نسخ کا علم نہیں تھا۔ پھر جب انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا علم ہوا تو انہوں نے اُس کی طرف رجوع کر لیا۔(۳)

(ابن حجرؒ) انہوں نے اسی بات کو ترجیح دی ہے۔(٤)

(شوکانیؒ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنے فتوے سے رجوع کر لینا بھی نسخ کے دعوے کی تائید کرتا ہے۔(٥)

یاد رہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنے فتوے سے رجوع کر لینا حدیث کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔(٦)

سینگی یا پچھنے لگوانا

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أن النبي ﷺ احتجم وهو محرم واحتجم وهو صائم﴾

''نبی کریم ﷺ نے احرام میں اور روزے کی حالت میں پچھنا لگوایا۔''

(۱) [نيل الأوطار (۱۸٦/۳)]

(۲) [مسلم (۱۱۰۹) كتاب الصيام : باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب ' مؤطا (۲۹۰/۱) كتاب الصيام : باب ما جاء في صيام الذي يصبح جنبا في رمضان ' بخاري (۱۹۲٦) كتاب الصوم : باب الصائم يصبح جنبا]

(۳) [تلخيص الحبير (٤٤٤/۲) شرح مسلم للنووي (٤٤۳/٤)]

(٤) [أيضا]

(٥) [نيل الأوطار (۱۸٦/۳)]

(٦) [مسلم (بعد الحديث / ۱۱۰۹) كتاب الصيام : باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب ' نسائي في السنن الكبرى (۱۷۹/۲-۱۸۰) ' (۲۹۳٥ ' ۲۹۳٦) مصنف ابن أبي شيبة (۹٥۷٥)]

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ احتجم النبی ﷺ وھو صائم ﴾

''نبی ﷺ نے روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے۔''(۱)

(2) ثابت بنانی سے مروی ہے کہ

﴿ أنـه قال لأنس بن مالك أكنتم تكرھون الحجامة للصائم على عھد رسول الله ﷺ ؟ قال : لا ، إلا من أجل الضعف وزاد شبابة : حدثنا شعبة : على عھد النبی ﴾

''انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ لوگ روزہ کی حالت میں پچھنا لگوانے کو مکروہ سمجھا کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں، البتہ کمزوری کے خیال سے (یعنی اگر کمزوری ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پھر ناپسندیدہ ہے)۔ شبابہ نے ان الفاظ کی زیادتی کی ہے کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ (ایسا ہم) نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کرتے تھے۔''(۲)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ أفطر الحاجم والمحجوم ﴾

''پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ توڑ دیا۔''(۳)

اسی طرح حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ

﴿ ان رسول الله ﷺ أتى على رجل يحتجم فی رمضان فقال : أفطر الحاجم والمحجوم ﴾

''رسول اللہ ﷺ رمضان میں ایک آدمی کے پاس آئے وہ (روزے کی حالت میں) پچھنے لگوا رہا تھا تو

---

(۱) [بخاری (۱۹۳۸، ۱۹۳۹) كتاب الصوم : باب الحجامة والقئ للصائم ، أبو داود (۲۳۷۲) كتاب الصوم : باب فی الرخصة فی ذلك ، ترمذی (۷۷۵) كتاب الصوم : باب ما جاء فی الرخصة فی ذلك ، بيهقی (۲۶۸/٤) كتاب الصوم : باب ما يستدل به على نسخ الحديث ، ابن أبی شيبة (۱۶۳/۲) شرح معانی الآثار (۳۵۰/۱)]

(۲) [بخاری (۱۹٤۰) كتاب الصوم : باب الحجامة والقئ للصائم ، ابو داود (۲۳۷۵) كتاب الصوم : باب فی الرخصة فی ذلك]

(۳) [ترمذی (۷۷۳) كتاب الصوم : باب ماجاء فی كراھية الحجامة للصائم ، عبد الرزاق (۷۵۲۳) ابن خزيمة (۱۹۶٤) ابن حبان (۹۰۲ ـ الموارد) حاكم (٤۲۸/۱) بيهقی (۲۶۵/٤) ابن خزيمة (۱۹۶٤) ، (۲۲۷/۳) امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان رحمہما اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

آپ ﷺ نے فرمایا: پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ توڑ دیا۔'' (۱)

ان میں قوی تر احتمال یہی ہے کہ یہ اور اس طرح کی تمام روایات منسوخ ہو چکی ہیں۔

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

اس موقف کی مزید تائید حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ

﴿ أنه ﷺ رخص فی الحجامة للصائم ﴾

''آپ ﷺ نے روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانے کی اجازت دی۔'' (۳)

ایک روایت میں ہے کہ

﴿ عن أبی المتوکل الناجی أنه سأل أبا سعید الخدری عن الصائم یحتجم فقال : نعم لا بأس به ﴾

''ابومتوکل ناجی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روزہ دار کے پچھنے لگوانے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں۔'' (٤)

(ابن حزمؒ) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بغیر کسی شک کے صحیح ہے کہ ''پچھنے لگانے اور لگوانے والے نے روزہ توڑ دیا۔'' لیکن ہمیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ملی ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نے روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانے کی رخصت دی ہے۔'' اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔ لہٰذا اس پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ رخصت عزیمت کے بعد ہی ہوتی ہے۔ پس یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پچھنے سے روزے کا ٹوٹنا منسوخ ہو چکا ہے خواہ وہ پچھنے لگانے والا ہو یا لگوانے والا۔ (٥)

(البانیؒ) فرماتے ہیں کہ پچھنے لگوانے سے روزہ ٹوٹ جانے والی حدیث منسوخ ہو چکی ہے اور اس کی ناسخ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی (گذشتہ) حدیث ہے۔ (٦)

---

(۱) [أبو داود (۲۳٦۷) کتاب الصوم : باب فی الصائم یحتجم ' ابن ماجة (۱٦۸۰) کتاب الصیام : باب ما جاء فی الحجامة للصائم ' دارمی (۱٤/۲) کتاب الصوم : باب الحجامه تفطر الصائم ' ابو داود طیالسی (۱۸٦/۱ ـ منحة) ابن حبان (۸۸۹ ـ الموارد) نسائی فی السنن الکبریٰ (۲۱۷/۲) شرح معانی الآثار (۹۸/۲) احمد (۲۷۷/٥ ـ ۲۸۰) امام حاکمؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان رحمہما اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۲) [نیل الأوطار (۱۷۱/۳) تحفة الأحوذی (٥٦۳/۳) المحلی بالآثار (۳۳٥/٤)]

(۳) [صحیح : إرواء الغلیل (۷٤/٤) ابن أبی شیبة (٥۱/۳ ـ ٥۳)]

(٤) [صحیح : إرواء الغلیل بتحقیق الثانی (۷٤/٤)]

(٥) [کما فی فتح الباری (۱٥٥/٤)]

(٦) [مختصر بخاری (٤٥٥/۱)]

(شیخ حسین بن عودہ) دوران روزہ پچھنے لگوانا جائز ہے۔(۱)

(احمدؒ) پچھنے لگوانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔(۲)

واضح رہے کہ اس مسئلے میں امام احمدؒ کا مؤقف درست نہیں جیسا کہ گذشتہ تمام دلائل اس کا ثبوت ہیں۔

سرمہ لگانا

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أن النبي ﷺ اكتحل في رمضان و هو صائم ﴾

''نبی ﷺ نے ماہ رمضان میں روزے کی حالت میں سرمہ لگایا۔''(۳)

اگر مذکورہ حدیث صحیح ہے تو واضح طور پر اس سے دوران روزہ سرمہ لگانے کا جواز نکلتا ہے اور اگر اس میں ضعف بھی ہے تب بھی اصل براءت ہی ہے لہٰذا سرمہ لگانا جائز ہے اور کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سرمہ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(2) ﴿ عن أنس رضي الله عنه أنه كان يكتحل و هو صائم ﴾

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ روزے کی حالت میں بھی سرمہ لگالیا کرتے تھے۔''(٤)

(3) امام اعمشؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ ما رأيت أحدا من أصحابنا يكره الكحل للصائم و كان إبراهيم يرخص أن يكتحل الصائم بالصبر ﴾

''میں نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ روزہ دار کے لیے سرمہ ناپسند کرتا ہو اور امام ابراہیم نخعیؒ یہ رخصت دیا کرتے تھے کہ روزہ دار صبر (یعنی ایلوے کی بوٹی) کا سرمہ ڈال لے۔''(٥)

(حسن بصریؒ) فرماتے ہیں کہ روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے میں کوئی قباحت نہیں۔(٦)

---

(۱) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۳۰۲/۳)]

(۲) [تحفة الأحوذي (٥٦٣/۳)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٣٦٠) كتاب الصيام : باب ماجآء في السواك والكحل للصائم ' ابن ماجة (١٦٧٨)] حافظ بوصیریؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[مصباح الزجاجة (١٣/٢)]

(٤) [حسن موقوف : صحيح ابو داود (٢٠٨٢) كتاب الصيام : باب في الكحل عند النوم للصائم ' ابو داود (٢٣٧٨)]

(٥) [حسن : صحيح ابو داود (٢٠٨٣) كتاب الصيام : باب في الكحل عند النوم للصائم ' ابو داود (٢٣٧٩) بذل المجهود (١٩٤/١١)]

(٦) [عبد الرزاق بإسناد صحيح كما قال الحافظ في فتح الباري (١٥٤/٤)]

(بخاریؒ) فرماتے ہیں کہ ((ولم ير أنس والحسن و إبراهيم بالكحل للصائم بأسا)) ''حضرت انس رضی اللہ، امام حسن بصریؒ اور امام ابراہیم نخعیؒ روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔'' (۱)

(جمہور، احناف، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۲)

(ابن تیمیہؒ) سرمہ ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(۳)

(ابن قدامہؒ) اگر کوئی سرمہ کا ذائقہ اپنے حلق میں محسوس کرے یا اسے سرمہ کے حلق میں پہنچ جانے کا علم ہو جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا بصورت دیگر نہیں۔(٤)

(البانیؒ) شیخ حسین بن عودہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ (البانیؒ) سے دریافت کیا کہ ان لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو کہتے ہیں کہ سرمہ اور قطرے روزہ نہیں توڑتے خواہ انسان اس کا ذائقہ حلق میں محسوس کرے یا نہ کرے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بات اسی طرح ہے، لیکن جب وہ اس کا ذائقہ محسوس کرے تو اسے پھینک دے اور اسے نگلنا جائز نہیں۔ حاضرین میں سے ایک بھائی نے عرض کیا کہ کیا اگر وہ اسے نگل جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا تو شیخ نے فرمایا: ہاں۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) رمضان کے دن میں دوران روزہ اگر کسی نے سرمہ ڈالا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔(٦)

(شیخ حسین بن عودہ) روزہ دار کے لیے سرمہ لگانا جائز ہے۔(۷)

(شیخ ابن بازؒ) علماء کے صحیح قول کے مطابق مطلق طور پر سرمہ عورت اور مرد کا روزہ نہیں توڑتا لیکن روزہ دار کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ اسے رات کو استعمال کرے۔(۸)

(شیخ ابن عثیمینؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۹)

---

(۱) [بخاری (قبل الحديث / ۱۹۳۰) كتاب الصوم : باب اغتسال الصائم]

(۲) [نيل الأوطار (۱۷۷/۳)]

(۳) [مجموع الفتاوى (۲٤۱/۲٥)]

(٤) [المغنى لابن قدامة (۳٥۳/٤)]

(٥) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۹۳/۳)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲٥۳/۱۰)]

(۷) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۹۲/۳)]

(۸) [مجموع الفتاوى لابن باز (۳٤۹/۱)]

(۹) [فتاوى إسلامية (۱۲۷/۲)]

(سید سابقؒ) دوران روزہ سرمہ لگانا جائز ہے۔(۱)

(احمدؒ، اسحاقؒ، ابن مبارکؒ، ثوریؒ) دوران روزہ سرمہ لگانا مکروہ ہے۔(۲)

یہ بات درست نہیں کیونکہ جس روایت سے انہوں نے استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہے اور اس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ لیتقه الصائم ﴾ ''روزے دار سرمے سے بچے۔''(۳)

بیوی کا بوسہ لینا اور مباشرت کرنا اُس کے لیے جو ضبطِ نفس کی طاقت رکھتا ہو

واضح رہے کہ روزے کی حالت میں جس مباشرت کی اجازت ہے اس سے مراد اپنی بیوی کے ساتھ لیٹنا اور اس کے جسم کے ساتھ جسم ملانا ہے۔ جماع و دخول ہرگز جائز نہیں ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ﴿يحرم عليه فرجها ﴾ ''روزہ دار پر بیوی کی شرمگاہ حرام ہے۔''(٤)

ایک اور حدیث میں اس کی مزید وضاحت موجود ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿ أن النبي كان يباشر وهو صائم ثم يجعل بينه و بينها ثوبا يعني الفرج ﴾

''نبی کریم ﷺ مباشرت کرتے تھے اور آپ روزہ دار ہوتے تھے۔ آپ اپنے درمیان اور (اپنی بیوی کی) شرمگاہ کے درمیان کوئی کپڑا رکھ لیتے۔''(٥)

(البانیؒ) اس حدیث میں ایک اہم فائدہ موجود ہے اور وہ مباشرت کی تفسیر ہے (یعنی دوران روزہ جس مباشرت کی اجازت ہے وہ یہ کہ) روزہ دار اپنی بیوی کو شرمگاہ کے علاوہ چھوئے۔(٦)

حکیم بن عقال بیان کرتے ہیں کہ

﴿ سألت عائشة رضي الله عنها : ما يحرم على من امرأتي وأنا صائم ؟ قالت : فرجها ﴾

''میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ روزے کی حالت میں میری بیوی سے مجھ پر کیا حرام

---

(۱) [فقه السنة (٤٠٦/١)]

(۲) [تحفة الأحوذي (٤٨١/٣)]

(۳) [ضعيف : ضعيف أبو داود (٥١٤) كتاب الصوم : باب في الكحل عند النوم للصائم ' أبو داود (٢٣٧٧) بخاري في التاريخ (٣٩٨/٧) طبراني كبير (٨٠٢) بيهقي (٢٦٢/٤) اس حدیث کے متعلق امام ابوداودؒ نے خود ہی وضاحت فرمادی ہے کہ امام یحییٰ بن معینؒ نے مجھ سے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔]

(٤) [بخاري تعليقا (قبل الحديث ، ١٩٢٧) كتاب الصوم : باب المباشرة للصائم]

(٥) [حسن : الصحيحة (٢٢١)]

(٦) [نظم الفرائد (٥٢٦/١)]

ہے؟ توانہوں نے جواب میں کہا کہ اس کی شرمگاہ۔''(۱)

دوران روزہ اپنی بیوی کا بوسہ لینے اور اس سے مباشرت کے جواز کے مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ كان النبي ﷺ يقبل ويباشر وهو صائم و كان أملككم لإربه ﴾

''نبی کریم ﷺ روزہ دار ہوتے لیکن (اپنی ازواج مطہرات کا) بوسہ لیتے اور ان کے ساتھ مباشرت کرتے (یعنی ان کے جسم کے ساتھ جسم ملاتے) اور آپ ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے۔''(۲)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ إن كان رسول الله ﷺ ليقبل بعض أزواجه وهو صائم ثم ضحكت ﴾

''رسول اللہ ﷺ روزہ دار ہونے کے باوجود اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لے لیا کرتے تھے پھر آپ ہنسیں۔''(۳)

(3) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ بينما أنا مع رسول الله ﷺ في الخميلة إذ حضت فانسللت فأخذت ثياب حيضتي فقال : ما لك أنفست ؟ قلت : نعم ' فدخلت معه في الخميلة و كانت هي ورسول الله ﷺ يغتسلان من إناء واحد و كان يقبلها وهو صائم ﴾

''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا۔ اس لیے میں چپکے سے نکل گئی اور اپنا حیض کا کپڑا پہن لیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا بات ہوگئی ہے' کیا حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہا ہاں' پھر میں آپ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں داخل ہوگئی۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل جنابت کرلیا کرتے تھے اور آپ ﷺ روزہ دار ہونے کے باوجود ان کا بوسہ لے لیا

(۱) [صحيح : الصحيحة (تحت الحديث / ۲۲۱) طحاوی (۳٤۷/۱)]

(۲) [بخاری (۱۹۲۷) كتاب الصوم : باب المباشرة للصائم ' مسلم (۱۱۰٦) كتاب الصيام : باب بيان أن القبلة في الصوم ليست محرمة على من لم تحرك شهوته ' ابن ماجة (۱٦۸۷) كتاب الصيام : باب ما جاء في المباشرة للصائم ' ابن خزيمة (۲۳۰/٤) طيالسی (۱۳۹۱) شرح معانی الآثار (۹۲/۲) احمد (٤۲/٦-۲۱٦-۲۳۰) حميدی (۱۹٦) بيهقی (۲۲۹/٤) ابن الجارود (۸۹٤)]

(۳) [بخاری (۱۹۲۸) كتاب الصوم : باب القبلة للصائم ' مسلم (۱۱۰٦) كتاب الصيام : باب بيان أن القبلة في الصوم ليست محرمة على من لم تحرك شهوته ' موطا (٦٤٦) كتاب الصيام : باب ما جاء في الرخصة في القبلة للصائم ' احمد (۲٤۱٦۵) ابن ابی شيبة (۵۹/۳) ابو يعلى (٤٤۲۸)]

کرتے تھے۔''(۱)

(4) حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أنه سأل رسول الله ﷺ أيقبل الصائم ؟ فقال له رسول الله ﷺ سل هذه (لأم سلمة) فأخبرته أن رسول الله ﷺ يصنع ذلك ' فقال يا رسول الله قد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر ' فقال له رسول الله ﷺ أما والله إني لأتقاكم لله وأخشاكم له ﴾

''انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا روزہ دار (اپنی بیوی کا) بوسہ لے سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس (یعنی اُم سلمہ رضی اللہ عنہا) سے پوچھو۔انہوں نے اسے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے ہیں۔اس نے کہا' اے اللہ کے رسول! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کے تو اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیے ہیں (اس لیے آپ ایسا کر سکتے ہیں)۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ خبردار! اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا تقوی رکھنے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں (جب میں یہ سب کرتا ہوں تو تم بھی کر سکتے ہو)۔''(۲)

(5) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''میرا دل چاہا اور میں نے روزے کی حالت میں (اپنی بیوی کا) بوسہ لے لیا۔میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے آج بہت بڑا (برا) کام کیا ہے' میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر تم دوران روزہ کلی کر لو تو؟ میں نے کہا' کلی میں تو کوئی حرج نہیں۔پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر کون سی چیز میں حرج ہے؟ (مراد یہ ہے کہ جب کلی کرنے میں کوئی حرج نہیں تو بوسہ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔''(۳)

(6) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ كان رسول الله ﷺ يقبلني وهو صائم و أنا صائمة ﴾ ۔

(۱) [بخاری (۱۹۲۸) كتاب الصوم : باب القبلة للصائم ' مسلم (۱۱۰۶) كتاب الصيام : باب بيان أن القبلة في الصوم ليست محرمة على من لم تحرك شهوته]

(۲) [مسلم (۱۱۰۸) كتاب الصيام : باب بيان أن القبلة في الصوم ليست محرمة على من لم تحرك شهوته ' بيهقى (۲۳٤/٤) ابن حبان (۳۵۳۸) تحفة الأشراف (۱۰۶۸۳)]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۰۸۹) كتاب الصيام : باب القبلة للصائم ' ابو داود (۲۳۸۵) احمد (۲۱/۱) دارمى (۱۳/۲) حاكم (٤۳۱/۱) ابن حبان (۹۰۵۔الموارد) ابن خزيمة (۱۹۹۹) بيهقى (۲٦۱/٤) عبد بن حميد فى المنتخب من المسند (۲۱)]

''رسول اللہ ﷺ دوران روزہ میرا بوسہ لیتے تھے اور میں بھی روزہ دار ہوتی تھی۔'' (۱)

(شیخ ابن عثیمینؒ) اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے کوئی روزہ دار گناہگار نہیں ہوتا خواہ جوان ہو یا بوڑھا۔(۲)

ان تمام صحیح احادیث سے ثابت ہوا کہ روزہ دار اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے اور اس کے جسم کے ساتھ جسم بھی ملا سکتا ہے۔ تاہم ایسا نوجوان جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکے گا اور جماع میں مبتلا ہو سکتا ہے تو اسے اس عمل سے اجتناب کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أن رجلا سأل النبي ﷺ عن المباشرة للصائم ؟ فرخص له و أتاه آخر فسأله فنهاه فإذا الذي رخص له شيخ و الذي نهاه شاب ﴾

''ایک آدمی نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا روزہ دار اپنی بیوی سے بغلگیر ہو سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے اسے رخصت دے دی۔ آپ ﷺ کے پاس ایک اور آدمی آیا اس نے بھی یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے اس سے روک دیا۔ (راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) جسے آپ نے رخصت دی تھی وہ بوڑھا شخص تھا اور جسے روکا تھا وہ نوجوان تھا۔'' (۳)

(شوکانیؒ) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''اس میں یہ دلیل ہے کہ روزہ دار کے لیے (اپنی بیوی کا) بوسہ لینا جائز ہے اور اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔'' (٤)

(نوویؒ) اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ روزہ دار کے بوسہ لینے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔(٥)

(سید سابقؒ) دوران روزہ اس شخص کے لیے بوسہ لینا جائز ہے جو ضبطِ نفس کی طاقت رکھتا ہو۔(٦)

(البانیؒ) چھٹی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''یہ حدیث دلیل ہے کہ ماہ رمضان میں روزہ دار کے لیے اپنی بیوی کا بوسہ لینا جائز ہے۔ اور بے شک علماء نے اس مسئلے میں چار سے زیادہ اقوال پر اختلاف کیا ہے اور ان میں سب سے زیادہ راجح جواز ہی ہے' لیکن بوسہ لینے والے کی حالت کا لحاظ رکھا جائے گا کہ اگر وہ نوجوان ہے اور اپنے نفس پر جماع میں مبتلا ہو جانے سے ڈرتا ہے کہ جس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے تو اسے اس عمل سے بچنا چاہیے۔'' (٧)

---

(١) [صحيح : صحيح ابو داود (٢٠٨٨) كتاب الصيام : باب القبلة للصائم ' ابو داود (٢٣٨٤)]

(٢) [فتاوى إسلامية (١٣٤/٢)]

(٣) [حسن صحيح : صحيح ابو داود (٢٠٩٠) كتاب الصيام : باب كراهيته للشاب ' ابو داود (٢٣٨٧)' بيهقي في السنن الكبرى (٢٣٢/٤) احمد (١٨٥/٢ ـ ٢٢٠)]

(٤) [نيل الأوطار (١٨٣/٣)]

(٥) [شرح مسلم للنووى (٢٣٤/٤)]

(٦) [فقه السنة (٤٠٦/١)]

(٧) [السلسلة الصحيحة (٤٣٠/١)]

مسواک کرنا

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ رأيت رسول الله ﷺ يستاك وهو صائم ما لا أعد ولا أحصى ﴾

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزے کی حالت میں اس قدر مسواک کرتے دیکھا ہے کہ جسے میں گنتی اور شمار میں نہیں لا سکتا۔'' (۱)

اگرچہ اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن مسواک کی مشروعیت کے عام دلائل میں روزہ دار بھی شامل ہے اور اسی طرح تمام اوقات بھی شامل ہیں الا کہ کوئی ایسی دلیل مل جائے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ روزہ دار کو مسواک نہیں کرنی چاہیے یا روزہ دار فلاں اور فلاں وقت میں مسواک نہیں کر سکتا۔ جب ایسی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں تو عام لوگوں کی طرح روزہ دار بھی مسواک کر سکتا ہے اور دن کے تمام اوقات میں مسواک کر سکتا ہے۔

جیسا کہ ایک روایت میں بھی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ﴿ أتسوك وأنا صائم ﴾ ''کیا میں روزے کی حالت میں مسواک کروں؟'' تو انہوں نے فرمایا ﴿ نعم ﴾ ''ہاں کرلو'' میں نے کہا ﴿ أي النهار ؟ ﴾ ''دن کے کس حصے میں مسواک کروں؟'' انہوں نے فرمایا ﴿ غدوة أو عشية ﴾ ''دن یا رات کو (جب چاہو کرو)۔'' (عبدالرحمن کہتے ہیں کہ) میں نے کہا ﴿ إن الناس يكرهونه عشية ويقولون إن رسول الله ﷺ قال: لخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك؟ ﴾ ''لیکن لوگ تو شام کے وقت (روزے کی حالت میں) مسواک کو ناپسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔'' انہوں نے فرمایا ﴿ سبحان الله لقد أمرهم بالسواك، وما كان بالذي يأمرهم أن ينتنوا أفواههم عمدا ما في ذلك من الخير شيئ بل فيه شر ﴾ ''سبحان اللہ! اسی نے تو ان کو مسواک کا حکم دیا ہے۔

---

(۱) [ضعيف : ضعيف ابو داود (۵۱۱) كتاب الصيام : باب السواك للصائم، المشكاة (۲۰۰۹) إرواء الغليل (۶۸) ابو داود (۲۳۶۴) ترمذی (۷۲۵) دارقطنی (۲۴۸) بیهقی (۲۷۲/۴) طیالسی (۱۸۷/۱) احمد (۴۴۵/۳) حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کی سند میں عاصم بن عبیداللہ راوی ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر حافظ ابن حجرؒ خود اسی روایت کو حسن درجہ کی قرار دیا ہے۔ [تلخيص الحبير (ص/۲۲-۲۴)] علاوہ ازیں یہی روایت صحیح بخاری میں امام بخاریؒ نے تعلیقا بھی نقل فرمائی ہے۔ [بخاری (قبل الحديث / ۱۹۳۴) كتاب الصوم : باب السواك الرطب واليابس للصائم]

اور جان بوجھ کر وہ لوگوں کو ایسی چیز کا حکم نہیں دیتا کہ وہ اپنے منہ بدبودار کر لیں۔ اس بات میں کچھ بھی خیر نہیں ہے بلکہ اس میں برائی ہے۔'' (۱)

(بخاریؒ) رقمطراز ہیں کہ ((ویذکر عن النبی ﷺ انه استاك وهو صائم ' وقال ابن عمر : يستاك أول النهار وآخره ...... وقال ابن سيرين : لا بأس بالسواك الرطب ' قيل : له طعم ' قال : والماء له طعم وأنت تمضمض به)) ''نبی کریم ﷺ سے یہ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے روزے میں مسواک کی۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ دن میں صبح اور شام (ہر وقت) مسواک کیا کرتے تھے...... امام ابن سیرینؒ نے کہا کہ تر مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' کسی نے کہا کہ اس میں جو ایک مزہ ہوتا ہے' اس پر آپ نے کہا: کیا پانی میں مزہ نہیں ہوتا؟ حالانکہ اس سے کلی کرتے ہو۔'' (۲)

(ترمذیؒ) فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ روزہ دار کے لیے کوئی حرج نہیں سمجھتے خواہ وہ دن کے ابتدائی حصے میں مسواک کرے یا دن کے آخری حصے میں۔ البتہ امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ نے (روزہ دار کے لیے) دن کے آخری حصے میں مسواک کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (۳)

شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا بھی وہی موقف ہے جو امام شافعیؒ کا ہے۔ (٤)

(ابن تیمیہؒ) زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگرچہ انسان زوال کے بعد روزہ دار ہی کیوں نہ ہو (اس کے لیے مسواک مستحب ہے)۔ (٥)

(البانیؒ) دلائل کے عموم کی وجہ سے یہی (ابن تیمیہؒ کا) موقف برحق ہے۔ (٦)

جن حضرات کا یہ موقف ہے کہ روزہ دار کے لیے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے ان کی دلیل ایک ضعیف روایت ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إذا صمتم فاستاكوا بالغداة ولا تستاكوا بالعشي ﴾ ''جب تم روزہ رکھو تو صبح کے وقت مسواک کرو شام کے وقت مسواک نہ کرو۔'' (۷)

---

(۱) [شیخ البانیؒ نے اس روایت کو نہایت ہی عمدہ قرار دیا ہے۔ [إرواء الغليل (۱۰٦/۱)] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے۔ [تلخيص الحبير (ص/۱۱۳)]

(۲) [بخاری (قبل الحديث / ۱۹۳۰) كتاب الصوم : باب اغتسال الصائم]

(۳) [جامع ترمذی (بعد الحديث / ۷۲٥)]

(٤) [إرواء الغليل (۱۰۷/۱)]

(٥) [أخبار العلمية من الاختيارات الفقهية (ص / ۱۸) مجموع الفتاوى (۲٦٦/۲٥)]

(٦) [إرواء الغليل (۱۰۷/۱)]

(۷) [ضعيف : إرواء الغليل (٦۷) ' (۱۰٦/۱) بيهقى (۲۷٤/٤) دارقطنى (۲٤۹) اس روایت کی سند میں کیسان ابو عمر راوی قوی نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ [تلخيص الحبير (ص/۲۲)]

(سعودی مجلس افتاء) مسواک کے مسئلے میں واردشدہ احادیث کے عموم کی وجہ سے روزہ دار کے لیے روزے کے سارے دن میں مسواک کرنا جائز ہے۔(۱)

(شیخ ابن عثیمین) دوران روزہ مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔(۲)

(ابن بازؒ) روزہ دار کے لیے دن کی ابتداء میں اور آخر میں مسواک کا استعمال جائز ہے۔(۳)

(حسین بن عودہ) روزہ دار کے لیے دن کے شروع اور آخر میں مسواک مستحب ہے۔(٤)

(سید سابقؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

دوران روزہ ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کا حکم

اگر ٹوتھ پیسٹ حلق میں نہ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن افضل یہ ہے کہ ٹوتھ پیسٹ رات کو استعمال کی جائے اور دن کو مسواک استعمال کریں کیونکہ یہی سنت نبوی ہے۔

ہنڈیا کا ذائقہ چکھنا

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

((وقال ابن عباس رضي الله عنه : لا بأس أن يتطعم القدر أو الشيئ))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہنڈیا یا کسی چیز کا ذائقہ معلوم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''(٦)

(احمدؒ) مجھے یہ پسند ہے کہ کھانے کے ذائقے سے بھی اجتناب کیا جائے لیکن اگر کوئی ذائقہ چکھ لے تو اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اس میں کوئی حرج نہیں۔(۷)

(ابن تیمیہؒ) بغیر کسی ضرورت کے کھانے کا ذائقہ چکھنا ناپسندیدہ ہے لیکن یہ روزہ نہیں توڑتا۔ البتہ ضرورت کی غرض سے یہ کلی کرنے کی مانند (جائز) ہے۔(۸)

(سعودی مجلس افتاء) دوران روزہ دن میں ضرورت کے وقت اگر انسان کھانے کا ذائقہ چکھ لے تو اس میں کوئی

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (١١٠/٥)]
(۲) [فتاوى إسلامية (١٢٦/٢)]
(۳) [فتاوى إسلامية (١٢٦/٢)]
(٤) [الموسوعة الفقهية الميسرة (١٠٠/١)]
(٥) [فقه السنة (٤٠٥/١)]
(٦) [بخارى (قبل الحديث / ١٩٣٠) كتاب الصوم : باب اغتسال الصوم]
(۷) [المغنى لابن قدامة (٤٦/٣)]
(۸) [مجموع الفتاوى (٢٦٦/٢٥)]

حرج نہیں اور اس کا روزہ صحیح ہے بشرطیکہ وہ جان بوجھ کر کوئی چیز نہ نگلے۔(۱)
(شیخ ابن جبرین) ضرورت کے لیے کھانے کا ذائقہ چکھنے میں کوئی حرج نہیں۔(۲)

تھوک نگلنا

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

((وقال عطاء رحمه الله تعالى : إن ازدرد ريقه لا أقول يفطر))

امام عطاءؒ نے فرمایا کہ اگر روزہ دار اپنا تھوک نگل لے تو میں یہ نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔"(۳)

(ابن قدامہؒ) اور جس سے اجتناب ممکن نہیں مثلاً تھوک نگلنا وغیرہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے بچنا مشکل ہے۔(٤)

(شیخ حسین بن عودہ) تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(٥)

(ابن بازؒ) اگر روزہ دار اپنا تھوک نگل لے تو اس پر کوئی حرج نہیں خواہ کوئی مرد ہو یا عورت۔(٦)

(سعودی مجلس افتاء) اپنا تھوک نگلنے سے روزہ دار کا روزہ فاسد نہیں ہوتا خواہ وہ زیادہ اور مسلسل ہی ایسا کرے اور خواہ مسجد میں یا مسجد سے باہر ایسا کرے۔لیکن جب غلیظ قسم کی بلغم ہو مثلاً کھنگار تو اسے نہیں نگلنا چاہیے اور اگر مسجد میں ہو تو ٹشو پیپر میں تھوک دینا چاہیے۔(۷)

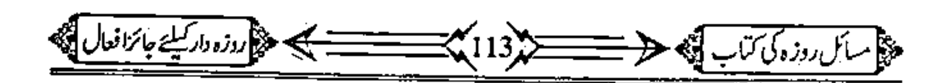
اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی جائے

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

((وقال الحسن رحمه الله تعالى : إن دخل حلقه الذباب فلا شيء عليه))

"امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی داخل ہو جائے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔"(۸)

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۳۲/۱۰)]
(۲) [فتاوى إسلامية (۱۲۸/۲)]
(۳) [بخاري (قبل الحديث / ۱۹۳۰) كتاب الصوم : باب اغتسال الصائم]
(٤) [المغني لابن قدامة (۳٥٤/٤)]
(٥) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۳۰٤/۳)]
(٦) [فتاوى إسلامية (۱۲٥/۲)]
(۷) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۷۰/۱۰)]
(۸) [بخاري (قبل الحديث / ۱۹۳۳) كتاب الصوم : باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا]



ناک میں دواء ڈالنا

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

((وقال الحسن رحمه الله تعالى : لا بأس بالسعوط للصائم إن لم يصل إلى حلقه))

''امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ناک میں (دواء وغیرہ) چڑھانے میں اگر وہ حلق تک نہ پہنچے تو کوئی حرج نہیں ہے۔'' (۱)

مہندی لگانا اور میک اَپ کرنا

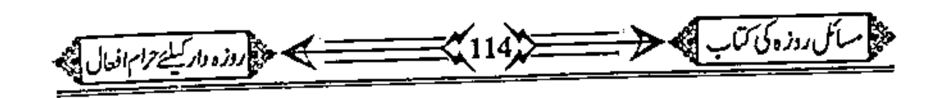
(ابن بازؒ) چہرے کو خوبصورت کرنے والی اشیاء مثلاً صابن، تیل وغیرہ جن کا تعلق صرف ظاہری جلد کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی طرح مہندی اور میک اَپ وغیرہ (روزے کو کوئی نقصان نہیں دیتا) لیکن یہ ہے کہ اگر میک اَپ کا استعمال چہرے کو نقصان دے تو استعمال کرنا ضروری نہیں۔(۲)

(شیخ ابن عثیمینؒ) دوران روزہ مہندی لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(۳)

(۱) [بخاری (بعد الحديث / ۱۹۳٤) كتاب الصوم : باب قول النبي إذا توضأ فليستنشق]

(۲) [مجموع الفتاوى لابن باز (۳٤۹/۱)]

(۳) [فتاوى إسلامية (۱۲۷/۲)]



باب ما یحرم للصائم روزہ دار کے لیے حرام افعال کا بیان

روزے میں وصال کرنا

واضح رہے کہ وصال سے مراد یہ ہے کہ آدمی ارادی طور پر دو یا اس سے زیادہ دن تک روزہ افطار نہ کرے اور مسلسل روزہ رکھے نہ رات کو کچھ کھائے اور نہ سحری کے وقت۔

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لا تواصلوا ' قالوا إنك تواصل قال لست كأحد منكم إني أطعم وأسقى أو إني أبيت أطعم وأسقى ﴾ .

''وصال مت کیا کرو' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کھلایا اور پلایا جاتا ہے یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ) میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا رہتا ہے۔'' (۱)

(2) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ نهى رسول الله عن الوصال قالوا إنك تواصل ' قال : إني لست مثلكم إني أطعم وأسقى ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ بلاشبہ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں' مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔'' (۲)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ نهى رسول الله ﷺ عن الوصال رحمة لهم فقالوا إنك تواصل ' قال إني لست كهيئتكم إني يطعمني ربي ويسقيني ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر رحمت وشفقت کرتے ہوئے وصال سے منع فرمایا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

---

(۱) [بخاری (۱۹٦۱) كتاب الصوم : باب الوصال ومن قال ليس في الليل صيام ' ترمذی (۷۷۸) كتاب الصوم : باب النهي عن الوصال في الصوم ' دارمی (۸/۲) كتاب الصوم : باب النهي عن الوصال في الصوم ' ابن خزيمة (۲۰٦۹) احمد (۱۷۰/۳ـ ۱۷۳ـ ۲۰۲) ابو يعلى (۲۰٥/٥) ' (۲۸۷٤) الحلية لأبي نعيم (۲٥۹/۷) بيهقي (۲۸۲/٤) شرح السنة (٤۷۳/۳)]

(۲) [بخاری (۱۹٦۲) كتاب الصوم : باب الوصال ' مسلم (۱۱۰۲) كتاب الصيام : باب النهي عن الوصال في الصوم ' أبو داود (۲۳٦۰) أحمد (۲۱/۲) عبد بن حميد (۷٥٥)]

نے عرض کی کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں' میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔''(۱)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ نهى رسول الله ﷺ عن الوصال في الصوم ' فقال له رجل من المسلمين إنك تواصل يا رسول الله ! قال : وأيكم مثلي ؟ إني أبيت يطعمني ربي ويسقيني ' فلما أن ينتهوا عن الوصال واصل بهم يوما ثم يوما ثم رأوا الهلال فقال : لو تأخر لزدتكم كالتنكيل لهم حين أبوا أن ينتهوا ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے روزے میں وصال سے منع فرمایا تھا۔ اس پر مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری طرح تم میں سے کون ہے؟ مجھے تو رات میں میرا رب کھلاتا ہے اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ لوگ جب اس پر بھی وصال کا روزہ رکھنے سے نہ باز آئے تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ دو دن تک وصال کیا۔ پھر عید کا چاند نکل آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر چاند نہ دکھائی دیتا تو میں اور کئی دن وصال کرتا۔ گویا جب لوگ وصال کے روزے سے باز نہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کو سزا دینے کے لیے ایسا کہا۔''(۲)

(5) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إياكم والوصال مرتين ﴾

''تم لوگ وصال سے بچو۔ آپ نے یہ دو مرتبہ فرمایا۔''(۳)

(6) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔(٤)

نبی ﷺ خود وصال کیا کرتے تھے لیکن وہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں میرے جیسا کون ہے؟ میں تو اس حال میں رات گزارتا

---

(۱) [بخاری (۱۹٦٤) كتاب الصوم : باب الوصال ' مسلم (۱۱۰۵) كتاب الصيام : باب النهي عن الوصال في الصوم]

(۲) [بخاری (۱۹٦٥) كتاب الصوم : باب التنكيل لمن أكثر الوصال ' مسلم (۱۱۰۳) كتاب الصيام : باب النهي عن الوصال في الصوم ' عبد الرزاق (۷۷۵۳) ' (۷۷۵٤) احمد (۲۳۱/۲ ـ ۲۳۷) بيهقى (۲۸۲/٤) كتاب الصيام : باب النهي عن الوصال في الصوم ' شرح السنة (٤۷۲/۳)]

(۳) [بخاری (۱۹٦٦) كتاب الصوم : باب التنكيل لمن أكثر الوصال ' مسلم (۱۱۰۳) كتاب الصيام : باب النهي عن الوصال في الصوم]

(٤) [بخاری (۱۹٦۷) كتاب الصوم : باب الوصال إلى السحر]

ہوں کہ میرا پروردگار مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے وصال سے منع فرماتے ہوئے کہا ﴿ إنما يفعل ذلك النصارى ﴾ "یہ عمل تو صرف عیسائی کرتے ہیں۔"(۱)

(ابن حجرؒ) یہ وصال کی حرمت کے قائل ہیں۔(۲)

جھوٹ بولنا' غیبت کرنا اور لڑائی جھگڑا کرنا

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في أن يدع طعامه و شرابه ﴾
"جس شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ ایسا شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔"(۳)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ قال الله : كل عمل ابن آدم له إلا الصيام فإنه لي و أنا أجزي به والصيام جنة وإذا كان يوم صوم أحدكم فلا يرفث و لا يصخب فإن سابه أحد أو قاتله فليقل إني امرؤ صائم ﴾
"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لیے ہے مگر روزہ میرے لیے خاص ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے' اگر کوئی روزہ دار ہو تو اسے چاہیے کہ فحش گوئی نہ کرے اور نہ شور مچائے۔ اور اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑنا چاہے تو اسے صرف یہ جواب دے کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں۔"(٤)

(3) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

---

(۱) [احمد (٥/٢٢٥)]
(۲) [فتح الباری (٤/٢٠٩)]
(۳) [بخاری (١٩٠٣) كتاب الصوم : باب من لم يدع قول الزور والعمل به' ابو داود (٢٣٦٢) كتاب الصيام : باب الغيبة للصائم' ترمذی (١٦٨٩) كتاب الصوم : باب ما جاء في التشديد في الغيبة للصائم' احمد (٤٥٢/٢-٤٥٣) بيهقی (٢٧٠/٤) كتاب الصيام : باب الصائم ينزه صيامه عن اللغط والمشاتمة' عبد الله بن مبارك في الزهد (١٣٠٧) شرح السنة (١٧٤٠)]
(٤) [بخاری (١٩٠٤) كتاب الصوم : باب هل يقول إني صائم إذا شتم' مسلم (١١٥١) كتاب الصيام : باب فضل الصيام' مؤطا (٥٨) كتاب الصيام : باب جامع الصيام' ابو داود (٢٣٦٣) كتاب الصيام : باب الغيبة الصائم' بيهقی (٢٧٠/٤) نسائی (١٦٣/٤) كتاب الصوم : باب فضل الصوم' احمد (٢٧٣/٢)]

﴿ من لم يدع الخنا والكذب فلا حاجة لله أن يدع طعامه وشرابه ﴾

''جس نے بدزبانی اور جھوٹ نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' (۱)

(ابن قدامہؒ) روزہ دار پر واجب ہے کہ وہ اپنے روزے کو جھوٹ' غیبت اور گالی گلوچ سے پاک رکھے۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) دوران روزہ گالی گلوچ سے روزہ باطل نہیں ہوتا لیکن اس سے روزہ دار کے اجر میں کمی آجاتی ہے لہٰذا مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس پر ضبط رکھے اور گالی گلوچ' غیبت اور چغلی وغیرہ سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے اور اسی طرح ان تمام کاموں سے بچے جنہیں دوران روزہ حرام کیا گیا ہے۔(۳)

لغو' رفث اور جہالت کی باتیں کرنا

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الصيام جنة فلا يرفث ولا يجهل ﴾

''روزہ (گناہوں سے بچاؤ کی) ایک ڈھال ہے لہٰذا (روزہ دار) نہ فحش باتیں کرے اور نہ جہالت کی باتیں کرے۔'' (٤)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ ليس الصيام من الأكل والشرب إنما الصيام من اللغو والرفث فإن سابك أحد أو جهل عليك فلتقل إني صائم إني صائم ﴾

''روزہ صرف کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں ہے بلکہ روزہ تو لغو (ہر بے فائدہ و بے ہودہ کام) اور رفث (جنسی خواہشات پر مبنی حرکات اور کلام) سے بچنے کا نام ہے۔ لہٰذا اگر کوئی تمہیں (دوران روزہ) گالی دے یا جہالت کی باتیں کرے تو اسے کہہ دو کہ میں تو روزہ دار ہوں۔'' (٥)

(۱) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (۱۰۸۲) كتاب الصوم : باب ترهيب الصائم من الغيبة والفحش والكذب ونحو ذلك ' طبراني صغير (۱۷۰/۱)]

(۲) [المغنى لابن قدامة (٤٤٧/٤)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۳۳/۱۰)]

(٤) [بخارى (۱۸۹٤) كتاب الصوم : باب فضل الصوم ' مسلم (۱۱۵۱) كتاب الصيام : باب فضل الصيام ' موطا (۵۸) كتاب الصيام : باب جامع الصيام ' ابو داود (۲۳٦۳) كتاب الصيام : باب الغيبة للصائم ' احمد (۳٤٥/۲) شرح السنة (٤۵۳/۳)]

(٥) [صحيح : صحيح الترغيب (۱۰۸۲) كتاب الصوم : باب ترهيب الصائم من الغيبة والفحش والكذب ونحو ذلك ' صحيح ابن خزيمة (۱۹۹٦) ' (۲٤۲/۳)]

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ لا تساب وانت صائم ' فإن سابك أحد فقل إني صائم وإن كنت قائما فاجلس ﴾

''تم روزے کی حالت میں کسی کو گالی مت دو۔ اگر تمہیں کوئی گالی دے تو اسے کہہ دو کہ میں تو روزہ دار ہوں اور تم کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔''(۱)

ایسے افعال سے نہ بچنے والوں کے متعلق ہی آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ

﴿ كم من صائم ليس له من صيامه إلا الظمأ ﴾

''کتنے ہی روزہ دار ہیں جن کو سوائے پیاس کے روزہ رکھنے سے کچھ نہیں ملتا۔''(۲)

مبالغہ سے ناک میں پانی چڑھانا

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أسبغ الوضوء وبالغ في الاستنشاق إلا أن تكون صائما ﴾

''وضوء اچھی طرح پورا کرو اور ناک میں اچھی طرح پانی چڑھایا کرو مگر روزے کی حالت میں (ایسا نہ کیا کرو)۔''(۳)

جو ضبط نفس کی طاقت نہ رکھتا ہو اُس کے لیے بیوی کا بوسہ لینا یا مباشرت کرنا

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ كان النبي ﷺ يقبل ويباشر وهو صائم وكان أملككم لإربه ﴾

''نبی کریم ﷺ روزہ دار ہوتے لیکن (اپنی ازواج مطہرات کا) بوسہ لیتے اور ان کے ساتھ مباشرت کرتے (یعنی ان کے جسم کے ساتھ جسم ملاتے) اور آپ ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے

(۱) [حسن : صحيح الترغيب (۱۰۸۲) كتاب الصوم : باب ترهيب الصائم من الغيبة والفحش والكذب ونحو ذلك ' صحيح ابن خزيمة (۱۹۹٤) ابن حبان (۳٤۷۰) حاكم (٤۳۰/۱)]

(۲) [جيد : المشكاة (٦۲٦/۱) أحمد (٤٤۱/۲) دارمي (۲۷/٦) كتاب الرقائق : باب في المحافظة على الصوم]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۳۲۸) كتاب الطهارة وسننها : باب المبالغة في الاستنشاق والاستنثار ' ابن ماجة (٤۰۷) ابو داود (۲۳٦٦) كتاب الصوم : باب الصائم يصب عليه الماء من العطش ويبالغ في الاستنشاق ' ترمذی (۷۸۸) كتاب الصوم : باب ما جاء في كراهية مبالغة الاستنشاق للصائم ' مسند احمد (۱۷۸٦۳)]

والے تھے۔" (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أن رجلا سأل النبى ﷺ عن المباشرة للصائم ؟ فرخص له و أتاه آخر فسأله فنهاه فإذا الذى رخص له شيخ والذى نهاه شاب ﴾

"ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا روزہ دار اپنی بیوی سے بغلگیر ہو سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے اسے رخصت دے دی۔ آپ ﷺ کے پاس ایک اور آدمی آیا اس نے بھی یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے اس سے روک دیا۔ (راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) جسے آپ نے رخصت دی تھی وہ بوڑھا شخص تھا اور جسے روکا تھا وہ نوجوان تھا۔" (۲)

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے گذشتہ باب "روزہ دار کے لیے جائز افعال کا بیان" کا مطالعہ کیجیے۔

---

(۱) [بخاری (۱۹۲۷) کتاب الصوم : باب المباشرة للصائم، مسلم (۱۱۰٦) کتاب الصيام : باب بيان أن القبلة في الصوم ليست محرمة على من ترك شهوته]

(۲) [حسن صحيح : صحيح ابو داود (۲۰۹۰) كتاب الصيام : باب كراهيته للشاب، ابو داود (۲۳۸۷)]

باب ما يبطل الصوم — روزہ توڑنے والی اشیاء کا بیان

جان بوجھ کر کھانے، پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ﴾ [البقرة : ۱۸۷]

''تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے (یعنی صبح صادق رات سے) ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة عشر أمثالها إلى سبعمائة ضعف قال الله عزوجل : إلا الصوم فإنه لي وأنا أجزي به يدع شهوته وطعامه من أجلي ﴾

''ابن آدم کے ہر نیک عمل کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سوائے روزے کے، بلاشبہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ انسان اپنی شہوت اور کھانے پینے کو میری رضامندی کے لیے چھوڑتا ہے۔''(۱)

(ابن قدامہؒ) اس پر اجماع ہے کہ جان بوجھ کر کھانے، پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(۲)

(شیخ حسین بن عودہؒ) جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(۳)

اگر کوئی بھول کر کھا پی لے

تو اس پر نہ کفارہ ہے نہ قضا کیونکہ اس کا روزہ برقرار ہے۔

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [مسلم (۱۱۵۱) كتاب الصيام : باب حفظ اللسان للصائم ' مؤطا (۶۸۹) احمد (۳۴۹۳) نسائی فی السنن الكبرى (۲۵۲۳) ' (۲۵۲۷) ابن ماجة (۱۶۳۸) عبد الرزاق (۷۸۹۱) ابن ابی شیبة (۵/۳) ابن حبان (۳۴۲۲) ابن خزيمة (۱۸۹۶) طيالسی (۲۴۸۵) شرح السنة للبغوی (۱۷۱۰)]

(۲) [المغنی (۳۵۰/۴)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۳۰۷/۳)]

﴿ من نسي وهو صائم فأكل أو شرب فليتم صومه فإنما أطعمه الله وسقاه ﴾ ”جو روزہ دار بھول کر اگر کچھ کھا یا پی لے تو اسے چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا، پلایا ہے۔“ (١)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ فإنما هو رزق رزقه الله ﴾

”بے شک یہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا ہے۔“ (٢)

(3) ایک اور روایت میں ہے کہ

﴿ من أفطر في رمضان ناسيا فلا قضاء عليه ولا كفارة ﴾

”اگر کوئی بھول کر رمضان میں روزہ کھول لے تو اس پر قضا اور کفارہ نہیں۔“ (٣)

معلوم ہوا کہ اگر بھول کر روزہ باطل کر دینے والا کوئی عمل کر لیا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(مالکؒ) جس نے بھول کر کھا لیا اس کا روزہ باطل ہو گیا اور اس پر قضا بھی لازم ہے۔(٥)

یاد رہے کہ یہ قول صریحا حدیث کے خلاف ہے۔

(شیخ حسین بن عودہؒ) اگر کوئی شخص بھول کر کھا پی لے تو اس پر نہ کوئی قضاء ہے اور نہ ہی کفارہ۔(٦)

(سعودی مجلس افتاء) جو روزہ دار رمضان کے دن میں بھول کر روزہ افطار کر دے اس پر کوئی گناہ نہیں اور اس پر لازم ہے کہ اپنے اس دن کے روزے کو پورا کر لے اور اس پر کوئی قضاء نہیں۔ علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح قول

---

(١) [بخاری (١٩٣٣) كتاب الصوم : باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا، مسلم (١١٥٥) كتاب الصيام : باب أكل الناسي وشربه وجماعه لا يفطر، أبو داود (٢٣٩٨) ترمذی (٧٢٢) ابن ماجة (١٦٧٣) دارمی (١٧٢٧) دارقطنی (١٧٨/٢) ابن حبان (٣٥١٩)، (٣٥٢٠) ابن خزيمة (١٩٨٩) ابن الجارود (٣٨٩) عبد الرزاق (٧٣٧٢) شرح السنة للبغوی (١٧٥٤) بيهقی (٢٢٩/٤)]

(٢) [ترمذی : كتاب الصوم : باب ماجاء في الصائم يأكل أو يشرب ناسيا، عارضة الأحوذی (٢٤٦/٣ ـ ٢٤٧)]

(٣) [صحيح : حاكم (٤٣٠/١) دار قطنی (١٧٨/٢) ابن خزيمة (٢٣٩/٣) ابن حبان (٩٠٦ ـ الموارد)] حافظ ابن حجرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [فتح الباری (١٥٧/٤)] شیخ محمد صبحی حلاق نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (١٣٧/٤)]

(٤) [نيل الأوطار (١٧٨/٣) الروضة الندية (٥٤٢/١) سبل السلام (١٣٧/٤)]

(٥) [المغنی (٣٢٧/٤)]

(٦) [الموسوعة الفقهية الميسرة (٣٠٧/٣)]

یہی ہے۔(۱)

(شیخ ابن عثیمین) اگر کوئی بھول کر کھا پی لے اور وہ روزہ دار ہو تو اس کا روزہ صحیح ہے۔(۲)

جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ ﴾ [البقرة: ۱۸۷]

''روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لیے حلال کیا گیا۔''

معلوم ہوا کہ دن میں یہ عمل حرام ہے۔

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ جاء ه رجل فقال يا رسول الله هلكت قال ما لك ؟ قال وقعت على امرأتي وأنا صائم فقال رسول الله ﷺ هل تجد رقبة تعتقها ؟ قال : لا ' قال : فهل تستطيع أن تصوم شهرين متتابعين ؟ قال: لا ' قال : فهل تجد إطعام ستين مسكينا ؟ قال : لا ' قال : فمكث عند النبي ﷺ فبينا نحن على ذلك أتي النبي ﷺ بعرق فيها تمر ـ والعرق المكتل ـ قال : أين السائل ؟ فقال أنا ' قال : خذها فتصدق به ' فقال الرجل : أعلى أفقر مني يا رسول الله ! فوالله ما بين لابتيها ـ يريد الحرتين ـ أهل بيت أفقر من أهل بيتي ' فضحك النبي ﷺ حتى بدت أنيابه ثم قال : أطعمه أهلك ﴾

''ایک آدمی نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا تجھے کس چیز نے ہلاک کر دیا؟ اس نے کہا میں رمضان میں اپنی بیوی سے مباشرت کر بیٹھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا تجھ میں اتنی طاقت ہے کہ ایک گردن آزاد کر دے۔'' اس نے کہا ''نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔'' اس نے کہا ''نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانے کی وسعت رکھتا ہے'' تو اس نے کہا ''نہیں۔'' راوی نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ تھوڑی دیر ٹھہر گئے۔ ہم بھی اپنی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بڑا تھیلا (عرق) پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ عرق تھیلے کو کہتے ہیں (جسے کھجور کی چھال سے بناتے ہیں)۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور اسے صدقہ کر دو۔ اس آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! میں اپنے سے زیادہ محتاج پر اسے صدقہ کر دوں؟

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۲۶۹)]

(۲) [فتاوى إسلامية (۲/۱۲۸)]

اللہ کی قسم! ان دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ ہنس پڑے حتی کہ آپ کے سامنے کے دانت ظاہر ہو گئے' پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ چلو اسے اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو۔'' (۱)

سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اسے فرمایا:

﴿ وصم يوما مكانه ﴾ ''اس کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھو۔'' (۲)

سنن ابی داود کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ وصم يوما واستغفر الله ﴾ ''ایک دن کا روزہ رکھو اور اللہ سے استغفار کرو۔'' (۳)

معلوم ہوا کہ دوران روزہ جماع و ہم بستری کرنے والے شخص پر کفارہ اور قضاء دونوں لازم ہیں۔

(سعودی مجلس افتاء) اگر شوہر رمضان کے دن میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر لے تو اس پر قضاء' کفارہ اور اللہ تعالیٰ سے توبہ تینوں کام لازم ہیں۔ (٤)

جماع کی وجہ سے کیا عورت کا روزہ فاسد ہوگا اور کیا اس پر کفارہ ہے؟

(ابن قدامہؒ) جماع کی وجہ سے بلا اختلاف عورت کا روزہ بھی فاسد ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔کھانے کی طرح مرد اور عورت دونوں اس عمل میں برابر ہیں۔ تاہم اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کیا ایسی عورت پر کفارہ لازم ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ ایسی عورت پر کفارہ لازم ہے۔ یہ ابوبکر' امام مالک' امام ابو حنیفہ' امام ابو ثور اور امام ابن منذر رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ایسی عورت پر کوئی کفارہ نہیں۔ امام ابو داودؒ نے بیان کیا کہ امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ایسی عورت پر کفارہ ہے جس کا شوہر رمضان میں اس سے ہم بستری کرتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے نہیں سنا کہ عورت پر بھی کفارہ ہے۔ یہی قول امام حسنؒ کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان میں جماع کرنے والے کو ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا لیکن عورت کو

---

(۱) [بخاری (۱۹۳٦) کتاب الصوم : باب إذا جامع فی رمضان.....' مسلم (۱۱۱) مؤطا (۱/ ۲۹٦) أبو داود (۲۳۹۰) ترمذی (۷۲٤) ابن ماجة (٦٧١) دارمی (۱/ ۳٤۳) أحمد (۲/ ۲۰۸) شرح معانی الآثار (۲/ ٦۰) دار قطنی (۲/ ۱۹۰) ابن الجارود (۳۸٤) بیهقی (٤/ ۲۲۱)]'

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۱۳۵٦) کتاب الصیام : باب ماجاء فی کفارة من أفطر یوما من رمضان' إرواء الغلیل (۹٤۰) ابن ماجة (۱٦٧۱)]

(۳) [صحیح : صحیح أبو داود (۲۰۹٦) کتاب الصوم : باب کفارة من أتی أهله فی رمضان' إبو داود (۲۳۹۳)]

(٤) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۱۰/ ۳۰٤)]

کسی چیز کا حکم نہیں دیا حالانکہ آپ کو علم تھا کہ یہ جماع عورت سے ہوا ہے۔ اور اگر عورت کو جماع پر مجبور کیا گیا ہو تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔(۱)

(راجح) دوسری روایت ہی راجح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر عورت پر کفارہ لازم ہوتا تو لازماً نبی کریم ﷺ اسے بھی مرد کے ساتھ کفارے کی ادائیگی کا حکم دیتے۔ (واللہ اعلم)

(سعودی مجلس افتاء) اگر تو عورت ہم بستری پر رضامند ہو تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔(۲)

ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ: اگر عورت کو مجبور کیا گیا ہو تو پھر اس پر کوئی کفارہ نہیں۔(۳)

(شیخ ابن عثیمینؒ) جب مرد اپنی بیوی کو ہم بستری پر مجبور کرے اور وہ دونوں روزہ دار ہوں تو عورت کا روزہ صحیح ہے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں۔(٤)

اگر کوئی رمضان کے علاوہ کسی اور دن میں دوران روزہ ہم بستری کر لے

(سعودی مجلس افتاء) رمضان کے علاوہ کسی اور دن میں روزہ کا فاسد ہونا مطلق طور پر کفارہ واجب نہیں کرتا۔ بلکہ اگر روزہ واجب ہو تو صرف قضاء ہی واجب ہوتی ہے اور کفارہ صرف اس صورت میں واجب ہے جبکہ رمضان میں جماع و ہم بستری کی گئی ہو۔(٥)

عمداً قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

اور اگر خود بخود قے آ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ من ذرعه القيئ وهو صائم فليس عليه قضاء وإن استقاء فليقض ﴾

''جسے روزے کی حالت میں قے آ جائے اس پر قضا نہیں اگر جان بوجھ کر قے کرے تو قضاء دے۔''(٦)

(١) [ملخصا : المغني لابن قدامة (٣٧٥/٤)]

(٢) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٣١٢/١٠)]

(٣) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٣١١/١٠)]

(٤) [فتاوى إسلامية (١٣٦/٢)]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٣٢٣/١٠)]

(٦) [صحيح : صحيح أبوداود (٢٠٨٤) كتاب الصوم : باب الصائم يستقئ عمدا ' أبو داود (٢٣٨٠) ترمذی (٧١٦) ابن ماجة (١٦٧٦) أحمد (٤٩٨/٢) دارمی (١٤/٢) ابن الجارود (٣٨٥) شرح معاني الآثار (٩٧/٢) دار قطني (١٨٤/٢) حاكم (٤٢٧/١) بيهقي (٢١٩/٤) ابن خزيمة (١٩٠٦) ابن حبان (٩٠٧۔ الموارد) شرح السنة (٤٨٨/٣)]

(ترمذیؒ) اہل علم کے نزدیک حدیث ابو ہریرہ پر ہی عمل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر روزہ دار کو از خود قے آ جائے تو اس پر قضاء نہیں ہے اور اگر وہ جان بوجھ کر قے کرے تو قضاء دے۔ امام شافعیؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(ابن منذرؒ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔(۲)

(خطابیؒ) میرے علم میں نہیں کہ اہل علم کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف ہو۔(۳)

(ابن قدامہؒ) عام اہل علم کا یہی موقف ہے۔(٤)

(ابن حزمؒ) اس پر اجماع ہے۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) اگر کوئی جان بوجھ کر قے کر دے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا لیکن اگر کسی کو خود بخود قے آ جائے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔(٦)

(ابن بازؒ) اگر کوئی جان بوجھ کر قے نہ کرے بلکہ اسے از خود قے آ جائے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔(۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر حضرات کا یہ موقف ہے کہ مطلقاً قے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ان کی دلیل یہ روایت ہے ﴿ ثلاث لا يفطرن : القيئ والحجامة والاحتلام ﴾ ''تین چیزیں روزہ نہیں توڑتیں: قے، سینگی لگوانا اور احتلام۔'' لیکن یہ روایت ضعیف ہے اس لیے یہ مسئلہ درست نہیں۔(۸)

جان بوجھ کر روزہ توڑنے والے پر ظہار کے کفارے کی طرح کفارہ لازم ہے

جیسا کہ ابھی حدیث گزری ہے کہ ایک شخص نے دوران روزہ اپنی بیوی سے مباشرت کر لی تو نبی ﷺ سے اسے اس طرح کفارہ ادا کرنے کو کہا۔ ایک گردن آزاد کرو اگر اس کی طاقت نہیں تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھو

(۱) [ترمذی (بعد الحديث / ۷۱٦)]
(۲) [الإجماع لا بن المنذر (ص/٥٢)' (۱۲٤)]
(۳) [معالم السنن (۲٦۱/۳)]
(٤) [المغنى (۱۱۷/۳)]
(٥) [المحلى (۲۰٥/٦)]
(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲٥٤/۱۰)]
(۷) [فتاوى إسلامية (۱۳٤/۲)]
(۸) [ضعيف : ضعيف ترمذی (۱۱٤) كتاب الصيام : باب ماجاء في الصائم يزرعه القيئ ' ترمذی (۷۱۹)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم راوی ضعیف ہے۔ [تقريب التهذيب (٤٨۰/۱) الكاشف (۱٤٦/۲) المغنى (۳۸۰/۲) ميزان الإعتدال (٥٦٤/۲) المجروحين (٥۷/۲) كتاب الجرح والتعديل (۲۳۳/٥)]

اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ۔(۱)

کیا کفارہ میں ترتیب واجب ہے؟

(ابن قدامہؒ) یہ (یعنی گذشتہ سطور میں بیان کردہ) ترتیب واجب ہے۔(۲)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(ابن قیمؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) علماء کے اقوال میں سے صحیح یہ ہے کہ ترتیب واجب ہے۔(٥)

کفارہ صرف ہم بستری کے ذریعے روزہ توڑنے میں ہی ہے

یہ کفارہ تب ہے کہ انسان مباشرت کر بیٹھے۔ رہی بات کہ کیا ہر ذریعے سے روزہ توڑنے پر یہی کفارہ ہے؟ اس میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

(جمہور) کفارہ صرف مباشرت و ہم بستری میں ہی ہے (کیونکہ حدیث اسی کے متعلق ہے)۔

(مالکیہ) مباشرت اور اس کے علاوہ ہر چیز سے روزہ توڑنے پر کفارہ ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿ أن رجلا أفطر ﴾ ''ایک آدمی نے روزہ توڑ دیا (تو آپ ﷺ نے اسے یہ کفارہ بتلایا)۔'' جبکہ اس میں جماع کا ذکر نہیں ہے۔(٦)

(راجح) اگر یہ حدیث کہ ﴿ أن رجلا أفطر ﴾ ''ایک آدمی نے روزہ توڑ دیا۔'' صحیح بھی ہو تو مجمل ہے جسے دیگر روایات نے واضح کر دیا ہے کہ اس نے مباشرت کے ساتھ روزہ توڑا تھا۔ ہر کھانے پینے کو مباشرت پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ عبادات میں قیاس اصلا باطل ہے اور مباشرت و ہم بستری کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ روزہ توڑنے والے پر وجوب کفارہ کے قائل حضرات کے پاس کوئی صحیح دلیل موجود نہیں۔ اور اصل عدم وجوب ہی ہے الا کہ کوئی دلیل مل جائے۔ لہٰذا حق بات یہی ہے کہ کفارہ صرف اس شخص پر واجب ہے جو مباشرت و ہم بستری کے ذریعے

---

(۱) [بخاری (۱۹۳٦، ۱۹۳۷) مسلم (۱۱۱۱)]

(۲) [المغنی (٤/۳۸۰)]

(۳) [تحفة الأحوذی (۳/۳۷٥)]

(٤) [تہذیب السنن (۳/۲٦۹)]

(٥) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۳۱۰)]

(٦) [الأم (۲/۱۲۸) المبسوط (۳/۷۳) الکافی لا بن عبدالبر (ص/۱۲۱) بدایة المجتہد (۱/۲۰۹) نیل الأوطار (۳/۱۸۸)]

روزہ توڑ بیٹھے جیسا کہ امام شافعیؒ اور بعض دیگر اہل علم بھی اسی کے قائل ہیں۔

(البانیؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔(۱)

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(محمد صبحی حسن حلاق) اس کو ترجیح دیتے ہیں۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) اگر کسی نے جماع و ہم بستری کے ذریعے روزہ توڑا ہے تو اس پر قضاء کفارہ اور توبہ تینوں کام ضروری ہیں اور اگر کسی نے کھا پی کر روزہ توڑا ہے تو اس پر قضاء اور توبہ لازم ہے کفارہ لازم نہیں۔(٤)

(ابن بازؒ) کفارہ صرف اُسی پر واجب ہوتا ہے جو رمضان کے فرضی روزے کے دوران دن میں ہم بستری کر بیٹھے کیونکہ حدیث اسی کے متعلق وارد ہوئی ہے۔(٥)

اگر کوئی کفارہ ادا کرنے سے پہلے دوبارہ جماع کر لے

تو اس کی دو ہی صورتیں ہیں: یا تو اس شخص نے اسی روز دوبارہ جماع کیا ہو گا یا اس کے علاوہ کسی اور دن میں۔ اگر تو اس نے اسی روز دوبارہ جماع کیا ہو گا تو اسے ایک ہی کفارہ کافی ہو جائے گا لیکن اگر اس نے کسی اور دن میں دوبارہ جماع کیا ہو گا تو اس پر دو کفارے لازم ہوں گے کیونکہ ہر دن الگ عبادت کا دن ہے لہٰذا ایک دن کا کفارہ دوسرے دن سے کفایت نہیں کرے گا بلکہ ہر دن کا الگ کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ (واللہ اعلم)(٦)

(سعودی مجلس افتاء) اگر شوہر اپنی بیوی سے رمضان کے دن میں ایک مرتبہ یا زیادہ مرتبہ ایک ہی دن میں ہم بستری کر لے تو اس پر ایک کفارہ ہے جبکہ اس نے ابھی پہلی ہم بستری کا کفارہ ادا نہ کیا ہو۔ اور اگر وہ رمضان کے مختلف ایام میں دن کے وقت ہم بستری کرے تو اس پر اُتنے کفارے ہیں جتنے دنوں میں اس نے ہم بستری کی ہے۔(٧)

اگر کوئی بھول کر ہم بستری کر بیٹھے

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

---

(۱) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (۱۹/۲)]
(۲) [المحلى بالآثار (۳۱۳/٤)]
(۳) [التعليق على الروضة الندية (٥٤٥/۱)]
(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳٥٥/۱۰)]
(٥) [فتاوى إسلامية (۱٤۱/۲)]
(٦) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المغنی لابن قدامة (۳۷٥/٤)]
(۷) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۲۱/۱۰)]

((وقال الحسن و مجاهد رحمهما الله تعالى : إن جامع ناسيا فلا شيئ عليه))

''امام حسن بصریؒ اور امام مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ اگر روزہ دار بھول کر ہم بستری کر لے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔''(۱)

(جمہور) اس پر کوئی کفارہ نہیں (انہوں نے ہم بستری کو بھی کھانے' پینے کے ساتھ ملایا ہے) اور مزید ان کے مؤقف کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے ﴿ من أفطر في رمضان ناسيا فلا قضاء عليه و لا كفارة ﴾ ''اگر کوئی بھول کر رمضان میں روزہ کھول لے تو اس پر قضاء اور کفارہ نہیں۔''(۲)

(احمدؒ) ایسے شخص پر کفارہ لازم ہے۔(ان کی دلیل یہ ہے کہ گذشتہ حدیث میں مذکور آدمی سے آپ ﷺ نے یہ نہیں پوچھا کہ آیا اس نے بھول کر ہم بستری کی ہے یا جان بوجھ کر)۔

(ابن حجرؒ) انہوں نے جمہور کے مؤقف کی تائید کی ہے۔(۳)

اگر ہم بستری کے علاوہ کسی اور ذریعے سے انزال ہو جائے؟

مثلاً بیوی کا بوسہ لینے' جسم سے جسم ملانے یا مشت زنی وغیرہ سے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

فی الحقیقت ان افعال کے ذریعے روزہ ٹوٹ جانے کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے کیونکہ اصل میں روزہ قائم ہوتا ہے اور اس وقت تک فاسد نہیں ہو سکتا جب تک کہ کوئی شرعی مفسد نہ پایا جائے۔ چنانچہ جب شارع علیہ السلام نے ان افعال کو روزے کے لیے مفسد قرار نہیں دیا تو ان سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور مشت زنی کو جماع پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ جماع اس سے اغلظ ہے۔ مزید برآں مندرجہ ذیل اثر سے بھی اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا کہ ''روزے کی حالت میں مرد کے لیے اپنی بیوی سے کیا حلال ہے؟ تو انہوں نے کہا ﴿ كل شيئ إلا الجماع ﴾ ''ہم بستری کے علاوہ ہر چیز حلال ہے۔''(٤)

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

---

(۱) [بخاری (قبل الحديث / ۱۹۳۳) كتاب الصوم : باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا]

(۲) [ابن خزيمة (۳۳۹/۳) (۱۹۹۰)' ابن حبان (۹۰٦۔ الموارد) حاكم (٤۳۰/۱ / ۳٤۲) دار قطنی (۱۷۸/۲) بيهقی (۲۲۹/٤) امام ابن خزیمہؒ اور امام ابن حبانؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اور امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔]

(۳) [نيل الأوطار (۱۸۸/۳) المغنی (۳۷۲/٤) فتح الباری (٦۷۰/٤)]

(٤) [صحيح : تمام المنة (ص/٤۱۹) عبدالرزاق (۸٤۳۹)' (۱۹۰/٤)]

(٥) [المحلى بالآثار (۱۹۰/٤)]

(امیر صنعانیؒ) زیادہ ظاہر یہی ہے کہ قضاء اور کفارہ صرف اسی پر ہے کہ جس نے جماع و ہم بستری کی اور ہم بستری نہ کرنے والے کو اس کے ساتھ ملانا بعید ہے۔(۱)

(شوکانیؒ، البانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۲)

دوران روزہ احتلام اور مذی کا حکم

روزے کی حالت میں اگر احتلام ہو جائے یا مذی وغیرہ خارج ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

((قال ابن عباس وعكرمة رضي الله عنهما : الصوم مما دخل وليس مما خرج))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روزہ ان اشیاء سے ٹوٹتا ہے جو اندر جاتی ہیں ان سے نہیں ٹوٹتا جو باہر آتی ہیں۔''(۳)

(ابن حزمؒ) اگر روزے کی حالت میں کسی کو احتلام ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ شارع علیہ السلام نے اسے مفسد قرار نہیں دیا۔(٤)

(شیخ ابن جبرین) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(ابن بازؒ) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(٦)

ایک اور فتوے میں فرماتے ہیں کہ علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ مذی نکلنے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔(۷)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(۸)

حیض یا نفاس شروع ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ ((الحائض تترك الصوم والصلاة)) ''حیض والی عورت نہ نماز

(۱) [كما في تمام المنة (ص/٤٦٨)]

(۲) [أيضا]

(۳) [بخاري (قبل الحديث / ١٩٣٨) كتاب الصوم : باب الحجامة والقيئ للصائم]

(٤) [المحلى بالآثار (٣٣٥/٤)]

(٥) [فتاوى إسلامية (١١١/٢)]

(٦) [أيضا (١١٤/٢)]

(۷) [فتاوى إسلامية (١٣٤/٢)]

(۸) [فتاوى إسلامية (١٣٥/٢)]

پڑھے اور نہ روزے رکھے۔'' اس کے تحت رقمطراز ہیں کہ

((وقال أبو الزناد رحمه الله تعالى : إن السنن ووجوه الحق لتأتي كثيرا على خلاف الرأي فلا يجد المسلمون بدا من اتباعها من ذلك أن الحائض تقضي الصيام ولا تقضي الصلاة))

''ابوالزناد نے کہا کہ دین کی باتیں اور شریعت کے احکام بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ رائے اور قیاس کے خلاف ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنی ضروری ہوتی ہے۔ان ہی میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ حائضہ عورت روزے تو قضا کرے لیکن نماز کی قضا نہ کرے۔''

اس قول کے بعد امام بخاریؒ نے جو حدیث نقل فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصم ؟ فذلك نقصان دينها ﴾

'' کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے' یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔'' (۱)

(سعودی مجلس افتاء) اگر روزہ دار عورت کو غروب آفتاب سے پہلے حیض آ جائے تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا اور وہ اس کی قضاء دے گی اور اگر غروب آفتاب کے بعد آئے تو اس کا روزہ صحیح ہے اور اس پر کوئی قضاء نہیں۔(۲)

(شیخ حسین بن عودہ) اگر حیض اور نفاس غروب آفتاب سے پہلے واقع ہو جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(۳)

کیا حائضہ عورت رمضان میں مانع حیض ادویات استعمال کر سکتی ہے؟

(شیخ ابن عثیمینؒ) اس مسئلے میں میرا خیال یہ ہے کہ عورت ایسا نہ کرے اور اُسی پر باقی رہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے اور جو اس نے آدم کی بیٹیوں پر فرض کیا ہے۔ یقیناً اس ماہانہ پیریڈ کے مقرر کرنے میں اللہ تعالیٰ کی ضرور کوئی حکمت ہے' یہ حکمت عورت کی طبیعت کے لیے بھی مناسب ہے۔ لیکن جب وہ اس عادت کو روک دے گی تو بلا تردد عورت کے جسم کو اس سے نقصان لاحق ہو جائے گا۔........ لہٰذا میرا خیال یہ ہے کہ عورتیں ایسی گولیاں استعمال نہ کریں اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اس کی تقدیر اور اس کی حکمت پر۔ جب عورت کو حیض آئے تو وہ روزے اور نماز سے رک جائے اور جب وہ اس سے پاک ہو جائے تو نئے سرے سے روزے رکھے اور نماز پڑھے

(۱) [بخاری (۱۹۵۱) كتاب الصوم : باب الحائض تترك الصوم والصلاة]

(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۱۵۵)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۳/۳۰۹)]

اور جب ماہ رمضان گزر جائے تو جو روزے (حیض کی وجہ سے) رہ گئے ہیں ان کی قضاء دے لے۔(۱)

کیا دوران روزہ انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

دراصل ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور نہ ہی اسے کھانے پینے پر قیاس کرنا درست ہے کیونکہ یہ حلق کے ذریعے پیٹ تک نہیں پہنچتا بلکہ کسی اور ذریعے سے بھی پیٹ تک نہیں پہنچتا اور صرف جسم کے مسامات میں ہی سرایت کر جاتا ہے جیسا کہ سرمے کے اثرات آنکھوں کے ذریعے سرایت کر کے بسا اوقات حلق تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح سخت گرمی میں ٹھنڈے پانی کے ذریعے غسل کرنے سے جسم میں تبدیلی' روزے کی شدت میں کمی اور پانی کا جسم کے مسامات میں سرایت کر جانا ایک بدیہی امر ہے' مزید یہ کہ اگر کوئی تمہ پاؤں کے تلووں میں ملے تو اس کی کڑواہٹ منہ تک محسوس کی جا سکتی ہے درآں حالیکہ ان تمام اشیاء میں سے کسی کے ساتھ بھی روزہ ٹوٹنے کا حکم نہیں لگایا جاتا۔ لہٰذا انجکشن میں بھی اصل جواز ہی ہے جب تک کہ ممانعت کی کوئی واضح دلیل نہ مل جائے۔ (واللہ اعلم)

تاہم حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں کہ "ایسا ٹیکہ جس کا مقصد خوراک یا قوت کی فراہمی نہ ہو بلکہ صرف بیماری کا علاج ہو جائز ہے (اس کے علاوہ نہیں)"۔(۲)

(ابن بازؒ) ماہ رمضان میں دن کے وقت رگ یا عضلات میں انجکشن لگانے والے کا روزہ صحیح و برقرار ہے اس لیے کہ رگ میں انجکشن لگانا کھانا پینا تو نہیں ہے اور اسی طرح عضلات میں لگائے جانے والے ٹیکے بھی بالاولیٰ صحیح ہیں۔ لیکن اگر احتیاط کرتے ہوئے روزہ کی قضاء میں روزہ رکھے تو یہ بہتر اور اچھا ہے۔ اور جب ضرورت محسوس ہو تو ایسے ٹیکے رات میں لگانے زیادہ بہتر اور احسن ہیں اور احتیاط بھی اسی میں ہے تاکہ اس مسئلے میں اختلاف سے بچا جا سکے۔(۳)

(ابن عثیمینؒ) رگ' عضلات اور چوتڑ میں ٹیکہ لگانے میں کوئی حرج نہیں اور اس سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس لیے کہ یہ روزہ توڑنے والی اشیاء میں شامل نہیں اور نہ ہی یہ روزہ توڑنے والی اشیاء کے معنی میں اور اس کے قائم مقام ہے اور نہ ہی یہ کھانا پینا اور کھانے پینے کے معنی میں شامل ہوتا ہے۔ ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ اثر انداز نہیں ہوتا بلکہ مریض کو ایسے ٹیکے اثر انداز ہوں گے جو کھانے پینے سے مستغنی کر دیں۔(٤)

---

(۱) [فتاوی إسلامية (۲/۱٤٥)]

(۲) [رمضان المبارك فضائل' فوائد' ثمرات (ص/٤٥)]

(۳) [مجموع الفتاوی لابن باز (۲٥۷/۱٥)]

(٤) [فتاوی الصيام (ص/۲۰)]

(سعودی مجلس افتاء) روزہ دار کے لیے عضلات اور رگ میں ٹیکے سے علاج کرانا جائز ہے لیکن روزہ دار کے لیے مغذی ٹیکے لگوانا جائز نہیں کیونکہ یہ کھانے پینے کے معنی میں شامل ہوتے ہیں۔ اس کا استعمال کرنا رمضان میں روزہ افطار کرنے کا ایک حیلہ شمار ہوگا۔ اور اگر رگ اور عضلات میں رات کو ٹیکہ لگوانا ممکن ہو تو یہ اولیٰ اور بہتر ہے۔(۱)

کیا بے ہوشی سے روزہ باطل ہو جاتا ہے؟

(احمدؒ، شافعیؒ) روزہ دار کے لیے بے ہوش ہونے کی دو حالتیں ہیں:

(1) وہ سارا دن بے ہوش رہے یعنی وہ فجر سے قبل بے ہوش ہوا اور غروب شمس سے قبل اسے ہوش نہیں آئی۔ تو اس شخص کا روزہ صحیح نہیں بلکہ اس شخص پر اس دن کی قضاء لازم ہے۔ اس کے روزہ کے صحیح نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ روزہ تو نیت کے ساتھ روزہ توڑنے والی اشیاء سے پرہیز کرنے کا نام ہے کیونکہ حدیث قدسی ہے کہ

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: انسان کھانا پینا اور اپنی شہوت میرے لیے ترک کرتا ہے۔''(۲)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے ترک کی اضافت صائم یعنی روزہ دار کی طرف کی ہے اور یقیناً بے ہوش شخص کی طرف تو ترک کی اضافت نہیں ہو سکتی۔

اور اس کے روزے کو بعد میں بطور قضاء رکھنے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ [البقرة: ١٨٤]

''تم میں جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کر لے۔''

(2) دوسری حالت یہ ہے کہ دن کے کسی حصے میں اسے ہوش آ جائے خواہ ایک لمحہ ہی۔ دن کے شروع میں یا پھر درمیان اور آخر میں ہوش آنا برابر ہے۔ امام نوویؒ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''صحیح قول یہی ہے کہ دن کے کسی حصے میں ہوش آنا شرط ہے۔'' یعنی بے ہوش ہونے والے شخص کا روزہ صحیح ہونے کے لیے دن کے کسی حصے میں ہوش میں آنا شرط ہے۔ اس کا روزہ صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب دن میں وہ کسی بھی وقت ہوش میں آ جائے تو اس کا روزہ توڑنے والی اشیاء سے رکنا بالجملہ ثابت ہو گیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب کوئی شخص پورا دن یعنی طلوع فجر سے غروب شمس تک ہی بے ہوش رہے تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا بلکہ اس کے ذمہ قضاء ہوگی۔ اور جب دن کے کسی بھی حصے میں اسے ہوش آ جائے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے اور شیخ ابن عثیمینؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔(۳)

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (١٠/٢٥٢)]

(۲) [بخاری (١٨٩٤) كتاب الصوم: باب فضل الصوم ' مسلم (١١٥١)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: المجموع (٣٤٤/٤)]

کیا بچے کو دودھ پلانے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے؟

شریعت اسلامیہ نے بچے کو دودھ پلانا روزہ توڑنے والی اشیاء میں شمار نہیں کیا لہٰذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کا روزہ دودھ پلانے کے باوجود جائز ہے اس سے اُس پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

کیا نکسیر آنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) اگر آپ کو نکسیر آجائے تو آپ کا روزہ صحیح ہے۔ کیونکہ آپ کو نکسیر آئی تھی جس پر آپ کو کوئی اختیار نہیں۔ اس بنا پر اس کے آنے سے آپ کے روزے کو کوئی نقصان نہیں اور نہ ہی وہ فاسد ہے۔ اس کے دلائل میں سے مندرجہ ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة: ٢٨٦]

''اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا کہ

﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحج: ٧٨]

''اللہ تعالیٰ نے تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔'' (١)

کیا ٹیسٹ وغیرہ کے لیے خون دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؟

(ابن بازؒ) ٹیسٹ وغیرہ (کے لیے خون دینے) سے روزہ فاسد نہیں ہوتا بلکہ یہ معاف ہے اس لیے کہ یہ ضرورت کی بنا پر حاصل کیا گیا ہے۔ اور نہ ہی شرعاً یہ روزہ توڑنے والی اشیاء کی جنس میں شامل ہے۔ (٢)

ایک اور فتوے میں فرماتے ہیں کہ خون نکلنے سے روزہ باطل نہیں ہوگا۔ (٣)

(شیخ ابن عثیمینؒ) ٹیسٹ کے لیے خون حاصل کرنے سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ ڈاکٹر کو مریض کے خون کے مختلف ٹیسٹ کرنے کی ضرورت پڑ سکتی ہے لہٰذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ قلیل مقدار میں خون سینگی اور پچھنے کی طرح جسم پر اثر انداز نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ بلکہ روزہ اصل پر باقی رہے گا

(١) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (١٠/٢٦٤)]

(٢) [مجموع الفتاوى لابن باز (١٥/٢٧٤)]

(٣) [فتاوى ابن باز مترجم (١/١٢٧)]

ہم اسے بغیر کسی شرعی دلیل کے فاسد نہیں کر سکتے۔(۱)

کیا دانتوں سے نکلنے والا خون روزہ توڑ دیتا ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) وہ خون جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا ہے روزہ نہیں توڑتا خواہ خود بخود نکل آئے یا کسی انسان کے مارنے سے نکلے۔(۲)

کیا آنکھوں یا کانوں میں قطرے ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

(ابن بازؒ) اگرچہ اس مسئلے میں اختلاف ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ مطلق طور پر (آنکھوں میں ڈالنے والے) قطروں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) صحیح بات یہ ہے کہ جس نے اپنی دونوں آنکھوں یا اپنے دونوں کانوں میں بطور دواء قطرے ڈالے اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔(٤)

کیا انگوٹھا چوسنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

انگوٹھا چوسنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ شریعت میں جن اشیاء کو روزہ توڑنے کے قابل قرار دیا گیا ہے یہ عمل ان میں سے نہیں۔

(۱) [فتاوی أركان الإسلام (ص/٤٧٨)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (١٠/٢٦٧)]

(۳) [فتاوی إسلامية (٢/١٢٩)]

(٤) [فتاوی إسلامية (٢/١٢٩)]

باب قضاء الصیام روزوں کی قضاء کا بیان

جو شخص کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے اس کے لیے قضا دینا ضروری ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضاً أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ [البقرة: ١٨٤]

''تم میں جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کر لے۔''

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ فنؤمر بقضاء الصیام ولا نؤمر بقضاء الصلاة ﴾

''ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا اور نماز کی قضا کا حکم نہ دیا جاتا۔''(۱)

واضح رہے کہ یہاں ان روزوں کی بات ہے جو حالت حیض میں ان سے رہ جاتے تھے۔

(سعودی مجلس افتاء) جس نے رمضان کے دن میں کسی عذر مثلاً مرض، سفر، حیض یا نفاس کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیا اس پر اُن ایام کی قضاء دینا واجب ہے جن ایام کے اس نے روزے چھوڑے ہیں۔(۲)

مسافر وغیرہ کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے

مسافر اور اس کی مثل دیگر افراد کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے لیکن اگر انہیں جان کی ہلاکت یا قتال میں کمزوری ہو جانے کا اندیشہ ہو تو افطار کرنا ضروری ہے۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أن حمزة بن عمرو الأسلمي رضي الله عنه قال للنبي ﷺ: أصوم في السفر؟ ـ وكان كثير الصيام ـ فقال: إن شئت فصم وإن شئت فأفطر ﴾

''حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میں سفر میں روزہ رکھوں؟ وہ بہت زیادہ روزے رکھا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو (سفر میں) روزہ رکھو اور اگر چاہو تو چھوڑ دو۔''(۳)

---

(۱) [مسلم (٣٣٥) كتاب الحيض: باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلاة، بخاري (٣٢١)]

(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٣٣٣/١٠)]

(۳) [بخاري (١٩٤٣) كتاب الصوم: باب الصوم في السفر والإفطار، موطا (٢٩٥/١) مسلم (١١٢١) أبو داود (٢٤٠٢) ترمذي (٧١١) نسائي (١٨٧/٤) ابن ماجة (١٦٦٢) شرح معاني الآثار (٦٩/٢) بيهقي (٢٤٣/٤)]

(2) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ خرجنا مع النبی ﷺ فی بعض أسفاره فی یوم حار حتی یضع الرجل یده علی رأسه من شدة الحر وما فینا صائم إلا ما کان من النبی ﷺ وابن رواحة ﴾

''ہم ماہ رمضان کے ایک سخت گرم دن میں نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ گرمی کا یہ عالم تھا کہ گرمی کی سختی سے لوگ اپنے سروں کو پکڑ لیتے تھے۔ اور اس سفر میں صرف نبی ﷺ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے۔'' (۱)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ کنا نسافر مع النبی ﷺ فلم یعب الصائم علی المفطر ولا المفطر علی الصائم ﴾

''ہم رسول اللہ کے ساتھ سفر کرتے تھے نہ روزہ رکھنے والا روزہ چھوڑنے والے پر عیب لگاتا اور نہ ہی روزہ چھوڑنے والا روزہ رکھنے والے پر۔'' (۲)

(4) حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

﴿ هی رخصة من الله ' فمن أخذ بها فحسن ومن أحب أن یصوم فلا جناح علیه ﴾

''یہ (یعنی دوران سفر روزہ چھوڑنے کی اجازت) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے جو اسے اختیار کر لے تو بہتر ہے اور جو شخص روزہ رکھنا پسند کرے تو اس پر بھی کوئی حرج نہیں۔'' (۳)

(5) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ سافرنا مع رسول الله ﷺ إلی مکة ونحن صیام ' قال : فنزلنا منزلا ' فقال رسول الله ﷺ : إنکم قد دنوتم من عدوکم والفطر أقوی لکم فکانت رخصة فمنا من صام ومنا من أفطر ثم نزلنا منزلا آخر فقال إنکم مصبحو عدوکم والفطر أقوی لکم فأفطروا فکانت عزیمة فأفطرنا ' ثم قال : لقد رأیتنا نصوم بعد ذلك مع رسول الله ﷺ فی السفر ﴾

''ہم نے روزے کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ تک سفر کیا۔ (راوی کہتا ہے کہ) ہم نے ایک

(۱) [بخاری (۱۹۵٤) کتاب الصوم : باب ' مسلم (۱۱۲۲) أبو داود (۲٤۰۹) ابن ماجة (۱٦٦۳) أحمد (۱۹٤/٥) عبد بن حمید (۲۰۸)]

(۲) [بخاری (۱۹٤۷) کتاب الصوم : باب لم یعب أصحاب النبی بعضهم بعضا فی الصوم والإفطار ' مسلم (۱۱۱۸) موطا (۲۳)]

(۳) [مسلم (۱۱۲۱) کتاب الصیام : باب التخییر فی الصوم والفطر فی السفر ' موطا (۲۹٥/۱) طیالسی (۱۸٦/۱) أحمد (٤۹٤/۳) حاکم (٤۳۳/۱) بیهقی (۱۸۷/٤) أبو داود (۲٤۰۲)]

جگہ پر پڑاؤ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بلاشبہ تم دشمن کے قریب ہو لہٰذا روزہ چھوڑ دینا ہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے'' اس وقت آپ ﷺ کی یہ بات رخصت تھی یہی وجہ ہے کہ ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے افطار کر لیا۔ پھر ہم نے ایک دوسری جگہ پر پڑاؤ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''بے شک تم صبح کو اپنے دشمن پر حملہ کرو گے اور تمہارے لیے روزہ چھوڑ دینا ہی زیادہ بہتر ہے لہٰذا تم روزہ چھوڑ دو'' پس آپ ﷺ کی یہ بات عزیمت (یعنی لازمی قابل عمل) تھی۔ پھر یقیناً یہ بات میرے مشاہدے کی ہے کہ اس سفر کے بعد بھی ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں روزہ رکھا کرتے تھے۔'' (۱)

معلوم ہوا کہ دوران سفر روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں طرح درست ہے۔ علاوہ ازیں جس روایت میں مذکور ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے والوں کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ أولئك العصاة ' أولئك العصاة ﴾ ''یہی لوگ نافرمان ہیں' یہی لوگ نافرمان ہیں۔'' (۲)

جمہور اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ نے انہیں خاص اُس دن روزہ کھولنے کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے کہا تھا۔(۳)

عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں کہ اس (یعنی نافرمان) سے مراد ایسا شخص ہے جس پر روزہ گراں گزرے (پھر بھی وہ سفر میں روزہ رکھے)۔(٤)

مزید برآں ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ ''آپ ﷺ سے کہا گیا کہ بے شک لوگوں کو روزے نے مشقت میں ڈال دیا ہے...... (اس وجہ سے آپ ﷺ نے سفر میں روزہ افطار کر لیا اور افطار نہ کرنے والوں کو نافرمان کہا)۔'' (٥)

اور جس روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ كان رسول الله ﷺ في سفر فرأى زحاما و رجلا قد ظلل عليه فقال ما هذا ؟ فقالوا :

(۱) [مسلم (۱۱۲۰) كتاب الصيام : باب أجر المفطر في السفر إذا تولى العمل ' أحمد (۳٥/۳) أبو داود (۲٤۰٦) ابن خزيمة (۲۰۲۳)]

(۲) [مسلم (۱۱۱٤) كتاب الصيام : باب جواز الصوم والفطر في شهر رمضان ...... ' ترمذي (۷۱۰) نسائي (۱۷۷/٤) شرح معاني الآثار (٦٥/۲) بيهقي (۲۳۱/٤) حميدي (۱۲۸۹) شافعي (۲٦۸/۱) طيالسي (۱٦٦۷) ابن خزيمة (۲۰۱۹)]

(۳) [سبل السلام (۸۸٦/۲)]

(٤) [تحفة الأحوذي (٤٥۳/۳)]

(٥) [كما قال الحافظ في بلوغ المرام (٥٤٦)]

صائم ' فقال : ليس من البر الصوم في السفر ﴾

''رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے۔آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگوں نے سایہ کر رکھا ہے' آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟لوگوں نے کہا کہ ایک روزہ دار ہے' آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔''(۱)

یہ ایسے شخص کے متعلق ہے جس پر سفر میں روزہ رکھنا مشکل و پر مشقت ہو اور وہ پھر بھی روزہ رکھے جیسا کہ اسی حدیث سے یہ بات ثابت ہے۔

نیز جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ

﴿ صائم رمضان في السفر كالمفطر في الحضر ﴾

''سفر میں رمضان کا روزہ رکھنے والا حضر (یعنی حالتِ اقامت) میں روزہ چھوڑنے والے کی طرح ہے۔''

وہ منکر اور ضعیف ہے۔(۲)

ثابت ہوا کہ دورانِ سفر روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں طرح جائز و درست ہے۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

البتہ امام داود ظاہریؒ وغیرہ کے نزدیک سفر میں روزہ چھوڑنا واجب ہے اور روزہ رکھنے والے کا روزہ نہیں ہوتا۔ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

﴿ عليكم برخصة الله التي رخص لكم فاقبلوها ﴾

''اللہ تعالیٰ کی اس رخصت کو لازماً اختیار کرو اور اسے قبول کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اجازت دی ہے۔''(٤)

---

(۱) [بخاری (١٩٤٦) كتاب الصوم : باب قول النبي لمن ظلل عليه واشتد الحر ' مسلم (١١١٥) كتاب الصيام : باب جواز الصوم والفطر في شهر رمضان للمسافر من غير معصية ' أبو داود (٢٤٠٧) كتاب الصوم : باب اختيار الفطر ' نسائی (١٧٥/٤) كتاب الصيام : باب العلة التي من أجلها قيل ذلك ' طیالسی (٩١٠) بیهقی (٢٤٢/٤) احمد (٢٩٩/٣) دارمی (٩/٢) ابن خزيمة (٢٥٤/٣) أبو يعلى (٤٠٣/٣)]

(۲) [الضعيفة (٤٩٨) ضعيف ابن ماجة (٤٩٨) كتاب الصيام : باب ماجاء في الإفطار في السفر ' ابن ماجة (١٦٦٦)]

(۳) [الروضة الندية (٥٤٩/١) نيل الأوطار (٢٠٠/٣)]

(٤) [صحيح : صحيح نسائی (٢١٣٢) كتاب الصيام : باب العلة التي من أجلها قيل ذلك.....' إرواء الغليل (٥٣/٤) نسائی (٢٢٦٠)]

یاد رہے کہ یہ حکم ایسے شخص کے لیے ہے جس پر دورانِ سفر روزہ رکھنا مشکل ہو جیسا کہ اسی روایت میں موجود ہے کہ آپ ﷺ نے یہ حکم ایسے شخص کو دیا تھا جس پر سفر میں روزے (کی مشقت) کی وجہ سے ایک سایہ دار درخت کے نیچے پانی کے چھینٹے مارے جا رہے تھے۔

علماء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے یا چھوڑنا:

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) سفر میں جب مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے اور جب مشقت کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑنا افضل ہے۔

(احمدؒ) صرف روزہ چھوڑنا ہی ہر حال میں افضل ہے۔

(سعودی مجلس افتاء) مسافر کے لیے رمضان میں روزہ چھوڑنا اور رباعی نماز میں قصر کرنا جائز ہے اور (دورانِ سفر) روزہ رکھنے اور مکمل نماز پڑھنے سے یہی افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ثابت ہے کہ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے اس کی (عطا کردہ) رخصتوں پر عمل کیا جائے جیسا کہ اسے یہ پسند ہے کہ اس کے احکامات پر عمل کیا جائے۔''(۱)

(شوکانیؒ) جس پر روزہ رکھنا مشکل ہو یا جسے (سفر میں) روزہ نقصان دیتا ہو یا جو رخصت قبول کرنے سے اعراض کرتا ہو یا جسے دورانِ سفر روزہ رکھنے سے فخر و ریاکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص پر روزہ چھوڑ دینا افضل ہے اور جو ان اشیاء سے مستغنی ہو اس کے حق میں روزہ رکھنا افضل ہے۔(۲)

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں برابر ہیں ان میں کوئی بھی افضل نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں میں جو آسان ہو اسے اختیار کر لینا چاہیے۔(۳)

(راجح) امام شوکانیؒ وغیرہ کا موقف احادیث کے زیادہ قریب ہے۔

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) جمہور کا موقف راجح ہے۔(٤)

☐ (ابن قدامہؒ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ مریض کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور اس میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ''تم میں جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کر لے۔''(٥)

---

(۱) [سبل السلام (۸۸٦/۲) بداية المجتهد (۱٦٥/۲) الفقه الإسلامي وأدلته (٦۳۱/۲) المجموع (۲٦۰/٦) الروض النضير (۱۳٤/۳) فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۰۰/۱۰)]

(۲) [نيل الأوطار (۲۰۱/۳)]

(۳) [سبل السلام (۸۸٦/۲) تحفة الأحوذي (٤٥۳/۳)]

(٤) [تحفة الأحوذي (٤٥۳/۳)]

(٥) [المغني لابن قدامة (٤۰۳/٤)]

کیا مجاہدین فرض روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟

(سعودی مجلس افتاء) اگر کافروں سے جہاد کرنے والے لوگ ایسے مسافر ہوں جو نماز قصر کر سکتے ہیں تو ان کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور رمضان کے بعد ان پر قضاء کے روزے رکھنا لازم ہے۔ لیکن اگر وہ مسافر نہیں مثلاً کفار نے ان کے شہر میں ان پر حملہ کر دیا ہے تو پھر جوان میں سے جہاد کے ساتھ روزے کی استطاعت رکھتا ہو گا اس پر روزہ رکھنا واجب ہے اور جو جہاد کے ساتھ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہو گا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دے اور پھر رمضان ختم ہونے کے بعد جتنے دن روزے چھوڑے ہیں اُتنے دن قضاء کے روزے رکھ لے۔(۱)

حاملہ اور مرضعہ کے روزے کا حکم

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت بھی حکم میں مسافر کی طرح ہی ہے جیسا کہ حضرت انس بن مالک کعبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿إن الله وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلاة وعن الحبلى والمرضع الصوم﴾

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور نصف نماز اور حاملہ اور دودھ پلانے والی خاتون سے (صرف) روزہ ساقط کر دیا ہے۔"(۲)

(سعودی مجلس افتاء) اگر حاملہ عورت رمضان کے روزے کی وجہ سے اپنے نفس یا اپنے پیٹ کے بچے کے متعلق خائف ہو تو وہ روزہ چھوڑ دے اور اس پر صرف قضاء ہے۔ اس کی حالت اس معاملے میں مریض کی حالت کی طرح ہے جو روزے کی طاقت نہیں رکھتا یا اس کی وجہ سے اپنے نفس پر کسی نقصان سے خائف ہے........ اور اسی طرح دودھ پلانے والی جب اپنے نفس کے متعلق خائف ہو اگر رمضان میں اپنے بچے کو دودھ پلائے یا اپنے بچے کے متعلق خائف ہو کہ اگر وہ روزہ رکھ لے گی تو اسے دودھ نہیں پلا سکے گی تو وہ روزہ چھوڑ دے اور اس پر صرف قضاء لازم ہے۔(۳)

اگر مرنے والے پر قضاء کے روزے ہوں

جو شخص ایسی حالت میں فوت ہو کہ اس کے ذمے روزے تھے تو اس کا ولی (یعنی وارث) اس کی طرف سے

---

(۱) [فتاوى إسلامية (۱٤۱/۲)]

(۲) [حسن صحيح : صحيح أبو داود (۲۱۰۷) أحمد (۳٤۷/٤) أبو داود (۲۳۰۸) ترمذى (۷۱۵) نسائى (۱۸۰/٤) ابن ماجة (۱٦٦۷) ابن خزيمة (۲۰۳۲) عبد بن حميد (٤۳۱)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۲۰/۱۰)]

روزے رکھے۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ من مات وعليه صيام صام عنه وليه ﴾

''اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے وہ روزے رکھے گا۔''(۱)

مسند بزار کی جس روایت میں یہ لفظ زائد ہیں کہ ﴿ إن شاء ﴾ ''اگر چاہے (تو وارث روزے رکھے)۔'' وہ ضعیف ہے۔(۲)

(2) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ بينا أنا جالس عند رسول الله ﷺ إذ أتته امرأة فقالت إني تصدقت على أمي بجارية وإنها ماتت قال: فقال وجب أجرك وردها عليك الميراث قالت يا رسول الله إنه كان عليها صوم شهر أفأصوم عنها؟ قال صومي عنها، قالت: إنها لم تحج قط، أفأحج عنها؟ قال: حجي عنها ﴾

''ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے اپنی والدہ پر ایک لونڈی صدقہ کی تھی لیکن وہ (میری والدہ) فوت ہو گئی۔ راوی نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے اجر ضرور ملے گا اور اس نے وہ لونڈی تجھ پر میراث کی صورت میں لوٹا دی ہے۔ پھر اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میری والدہ کے ذمے ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے روزے رکھ لے۔ پھر اس نے کہا کہ اس نے کبھی حج نہیں کیا، کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کی طرف سے حج کر لے۔''(۳)

---

(۱) [بخاری (۱۹۵۲) كتاب الصوم: باب من مات عليه صوم، مسلم (۱۱٤۷) احمد (٦۹/٦) ابو داود (۲٤۰۰) بيهقى (۲٥٥/٤) مشكل الآثار (۱٤۰/۳) أبو يعلى (٤٤۱۷) ابن خزيمة (۲۰٥۲) ابن حبان (۳٥۷٤ ـ الإحسان) دار قطنى (۱۹٤/۲) بيهقى (۲٥٥/٤) شرح السنة (٥۰۹/۳)]

(۲) [ضعيف: التعليقات الرضية على الروضة الندية (۲۳/۲) كشف الأستار عن زوائد البزار (۱۰۲۳)، (٤۸۱/۱) مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔[۱۷۹/۳] حافظ ابن حجرؒ نے ابن لہیعہ راوی کی وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے۔[تلخیص الحبير (٤٥۷/٦) فتح البارى (۱٥۷/٤)]

(۳) [مسلم (۱۱٤۹) كتاب الصيام: باب قضاء الصيام عن الميت، ابو داود (۲۸۷۷) ترمذى (٦٦۷) نسائى فى السنن الكبرى (٦۷/٤) ابن ماجة (۱۷٥۹) حاكم (۳٤۷/٤) احمد (۳٥۱/٥ ـ ۳٦۱) تحفة الأشراف (۱۹۸۰) امام حاکمؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

امام بیہقیؒ ''خلافیات'' میں رقمطراز ہیں کہ یہ سنت ثابت ہے۔ میرے علم میں نہیں کہ اہل حدیث کے درمیان اس مسئلے میں (کہ ولی روزے رکھے گا) کوئی اختلاف ہو۔(۱)

(احمدؒ، اوزاعیؒ) اسی کے قائل ہیں (لیکن ان کے نزدیک میت کی طرف سے صرف نذر کا روزہ ہی رکھا جا سکتا ہے)۔ ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ بھی یہی مؤقف رکھتے ہیں۔

(مالکؒ، ابو حنیفہؒ) کسی صورت میں بھی میت کی طرف سے روزہ نہیں رکھا جا سکتا۔ بلکہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دینا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فتوی ہے اور امام شافعیؒ سے بھی ایک روایت کے مطابق یہی قول مروی ہے۔(۲)

(راجح) میت کی طرف سے میت کا ولی روزے رکھ سکتا ہے اور اس میں نیابت درست ہے کیونکہ صحیح حدیث اس پر شاہد ہے۔ جو لوگ ایک مسکین کو کھانا کھلانے کے قائل ہیں ان کی دلیل ضعیف روایت ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من مات وعليه صيام أطعم عنه مكان كل يوم مسكينا﴾ ''جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ اس کے ذمے روزے تھے تو اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے۔''(۳)

امام نوویؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں ہے۔(٤)

علماء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ میت کی طرف سے روزے رکھنا واجب ہے یا مستحب۔

(جمہور) استحباب کے قائل ہیں۔(٥)

(ابن حزمؒ) میت کی طرف سے روزے رکھنا واجب ہے۔(٦)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٧)

---

(۱) [فتح الباري (٧٠٦/٤) نيل الأوطار (٢١٣/٣)]

(٢) [الحاوی (٤٥٢/٣) المغنی (٣٩٩/٤) الأم (١٤٤/٢) بدائع الصنائع (١٠٣/٢) المبسوط (٨٩/٣) الكافی (ص/١٢٢) الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف (٣٣٤/٣) نيل الأوطار (٢١٤/٣)]

(٣) [ضعيف : ضعيف ابن ماجة (٣٨٩) كتاب الصيام : باب من مات وعليه صيام رمضان قد فرط فيه ' ترمذی (٧١٨) ابن ماجة (١٧٥٧)]

(٤) [شرح مسلم للنووی (٤٧٩/٤)]

(٥) [نيل الأوطار (٢١٤/٣)]

(٦) [المحلى (٤٢٠/٤)]

(٧) [الروضة الندية (٥٥١/١)]

(امیر صنعانیؒ) اس میں اصل وجوب ہی ہے۔(۱)

(البانیؒ) یہ عمل واجب نہیں ہے۔(۲)

○ واضح رہے کہ " وعلیہ صیام " سے نفلی نہیں بلکہ ایسے روزے مراد ہیں جو اس پر فرض ہوں مثلاً رمضان یا نذر وغیرہ کے روزے۔

میت کی طرف سے نذر کے روزے رکھنے کا حکم

ورثاء کو چاہیے کہ میت کی طرف سے نذر کے روزے رکھیں۔

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ جاءت امرأة إلى رسول الله ﷺ فقالت يا رسول الله إن أمي ماتت وعليها صوم نذر أفأصوم عنها ؟ قال أرأيت لو كان على أمك دين فقضيتيه أكان يؤدي ذلك عنها ؟ قالت نعم ' قال فصومي عن أمك ﴾

''رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میری والدہ فوت ہوگئی ہے اور اس کے ذمے نذر کے روزے ہیں کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتلاؤ اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتی؟ اس نے کہا ہاں' تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی طرف سے روزے بھی رکھو۔''

ایک روایت میں اس عبارت کے بعد یہ الفاظ زائد ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ فدين الله أحق أن يقضى ﴾

''اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔''(۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أن امرأة ركبت البحر فنذرت إن نجاها الله أن تصوم شهرا فنجاها الله فلم تصم حتى ماتت فجائت ابنتها أو أختها إلى رسول الله ﷺ فامرها أن تصوم عنها ﴾

---

(۱) [سبل السلام (۸۹٤/۲)]

(۲) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (۲٥/۲)]

(۳) [مسلم (۱۱٤۸) كتاب الصيام : باب قضاء الصوم عن الميت ' بخاری (۱۹٥۳) كتاب الصوم : باب من مات وعليه صوم ' ابو داود (۳۳۰۸) ' (۳۳۱۰) ترمذی (۷۱٦) ' (۷۱۷) نسائی فی السنن الكبرى (۲۹۱٥) ابن ماجة (۱۷٥۸) ابن حبان (۳٥۷۰) ابن خزيمة (۲۰٥۳) طيالسی (۲٦۲۱) بيهقی (۲٥٥/٤) ' (۲۷۹/٦) دارقطنی (۱۹٥/۲)]

''ایک عورت سمندر میں سوار ہوئی تو اس نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دے دی تو وہ ایک ماہ روزے رکھے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دے دی لیکن وہ روزے رکھنے سے پہلے ہی وفات پا گئی۔ پھر اس کی بیٹی یا اس کی بہن رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اس (میت) کی طرف سے روزے رکھے۔''(۱)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أن سعد بن عبادة استفتى رسول الله ﷺ فقال إن أمي ماتت وعليها نذر لم تقضه فقال رسول الله ﷺ اقضه عنها﴾

''بلاشبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا اور کہا کہ میری والدہ فوت ہو گئی ہے اور اس کے ذمے نذر تھی جسے اس نے پورا نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کی طرف سے پوری کر دو۔''(۲)

(ابن قدامہؒ) میت کی طرف سے نذر کے روزے اس کا ولی رکھے گا۔(۳)

ایسا بوڑھا شخص جو نہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور نہ قضا دینے کی وہ کیا کرے؟

اُسے چاہیے کہ وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا کر دے۔

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿رخص للشيخ الكبير أن يفطر ويطعم عن كل يوم مسكينا ولا قضاء عليه﴾

''بڑی عمر کے بوڑھے کو روزہ چھوڑ دینے کی رخصت دی گئی ہے' وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ اور اس پر قضا نہیں۔''(٤)

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۸۲۹) كتاب الأيمان والنذور : باب قضاء النذر عن الميت' ابو داود (۳۳۰۸) ابن خزيمة (۲۰۵٤) احمد (۲۱٦/۱ـ ۳۳۸) نسائی (۲۰/۷)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۸۲۸) كتاب الأيمان والنذور : باب قضاء النذر عن الميت' ابو داود (۳۳۰۷)]

(۳) [المغنى لابن قدامة (۳۹۹/٤)]

(٤) [صحیح : دار قطنی (۲۰۵/۲) حاكم (٤٠٤/۱)] امام دار قطنیؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر صحیح ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ صبحی حلاق نے شواہد کی وجہ سے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (١٤٥/٤)] شیخ حازم علی قاضی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (۸۸۷/۲)]

معلوم ہوا کہ بہت بوڑھا شخص جس کے متعلق یہ اُمید ہی نہ ہو کہ وہ دوبارہ قوی و مضبوط ہو جائے گا (اور اسی طرح ایسا مریض جو علاج سے مایوس ہو چکا ہو) ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا سکتے ہیں۔

(2) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ لما نزلت " وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين " كان من أراد أن يفطر و يفتدى حتى نزلت الآية التى بعدها فنسختها ﴾

''جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴾ [البقرة : ١٨٤]. تو جو شخص روزہ چھوڑنا چاہتا وہ فدیہ دے دیتا حتی کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی اور اس نے اسے منسوخ کر دیا۔''(١)

(3) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح ہی مروی ہے لیکن اس میں یہ لفظ زائد ہیں کہ جب یہ آیت ﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾ [البقرة : ١٧٥] نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کا روزہ مقیم تندرست شخص پر ثابت کر دیا جبکہ مریض اور مسافر کے لیے اس میں رخصت دے دی۔''(٢)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ ليست بمنسوخة هو الشيخ الكبير و المرأة الكبيرة لا يستطيعان أن يصوما فيطعمان كل يوم مسكينا ﴾

''یہ آیت ﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ ﴾ منسوخ نہیں ہے بلکہ یہ ایسے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے لیے ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لیے وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں گے۔''(٣)

(ابن قدامہ) بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب ان کے لیے روزہ باعث مشقت ہو جائے تو ان کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دیں اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔.....اسی طرح ایسا مریض جس کے تندرست ہونے کی امید نہ ہو وہ بھی روزہ چھوڑ دے اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے کیونکہ وہ بھی

(١) [بخاری (٤٥٠٧) كتاب التفسير : باب فمن شهد منكم الشهر فليصمه ' مسلم (١١٤٥) أبو داود (٢٣١٥) ترمذی (٧٩٨) نسائی (١٩٠/٤)]

(٢) [صحيح : صحيح أبو داود (٤٧٨ ' ٤٧٩) كتاب الصلاة : باب كيف الأذان ' أحمد (٢٣٣/٥) أبو داود (٥٠٦ ' ٥٠٧) ابن خزيمة (٣٨١)]

(٣) [بخاری (٤٥٠٥) كتاب التفسير: باب فمن شهد منكم الشهر فليصمه ' نسائی (١٩٠/٤) طبری (٨١/٢) طبرانی كبير (١١٣٨٨) عبد الرزاق (٧٥٧٧) دار قطنی (٢٠٥/٢) حاكم (٤٤٠/١) بيهقی (٢٧٠/٤)]

بوڑھے مرد کے حکم میں ہی ہے۔(۱)

(سعودی مجلس افتاء) جو بڑی عمر کی وجہ سے رمضان کے روزوں سے عاجز آ جائے جیسے بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت' یا اس پر روزہ رکھنا شدید گراں ہو تو اس کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دے' نصف صاع (تقریباً سوا کلو) گندم یا کھجور یا چاول یا اس کی مثل جو بھی اپنے گھر والوں کو کھلاتا ہے۔ اور اسی طرح ایسا مریض وہ روزے سے عاجز ہو یا اس پر روزہ شدید مشقت کا باعث ہو اور اس کے تندرست ہونے کی بھی امید نہ ہو (تو وہ بھی ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔(۲)

- ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کا بھی یہی حکم ہے۔(۳)
- مسکین کو کھانا کھلانے کے حکم میں اختلاف ہے۔

(جمہور) مسکین کو کھانا کھلانا ضروری ہے۔

(مالکؒ) یہ عمل مستحب ہے۔(٤)

- ایک روایت میں مسکین کو کھلائے جانے والے کھانے کی مقدار نصف صاع (تقریباً سوا کلو) گندم مذکور ہے۔(٥)
- امیر صنعانیؒ رقمطراز ہیں کہ حدیث میں موجود لفظ "شیخ" سے مراد ایسا شخص ہے جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو۔(٦)

رمضان کی قضا پے در پے روزوں کے ساتھ یا الگ الگ؟

دونوں طرح درست ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

(1) ﴿لا باس أن يفرق لقول الله تعالى " فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ" [البقرة : ١٨٤]﴾

"(رمضان کی قضا مسلسل نہیں بلکہ) الگ الگ روزے رکھ کر دی جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' دوسرے دنوں سے گنتی پوری کر لو (یہ نہیں فرمایا کہ پے در پے روزے رکھو)۔"(٧)

---

(۱) [المغنى لابن قدامة (٣٩٥/٤-٣٩٦)]

(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (١٦٠/١٠)]

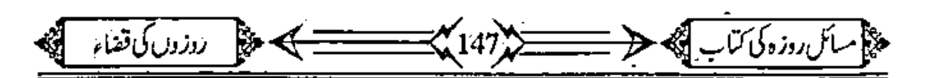
(۳) [دار قطنی (٢٠٧/٢) امام دارقطنیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(٤) [الفقه الإسلامي وأدلته (٢٤٧/٢) بداية المجتهد (١٧٧/٢) قوانين الأحكام الشرعية (ص١٤٣)]

(٥) [دار قطنی (٢٠٧/٢) امام دارقطنیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(٦) [سبل السلام (٨٩٠/٢)]

(٧) [بخاری تعليقا (قبل الحديث / ١٩٥٠) كتاب الصوم : باب متى يقضى قضاء رمضان]



(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ نزلت " فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ " متتابعات فسقطت متتابعات ﴾

''پہلے یہ آیت نازل ہوئی کہ قضاء روزے دوسرے دنوں میں پے در پے رکھے جائیں لیکن پھر پے در پے روزے رکھنے کا حکم ساقط ہو گیا۔'' (۱)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

نبی ﷺ سے رمضان کی قضا کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ إن شاء فرق وإن شاء تابع ﴾ ''اگر چاہے تو الگ الگ روزے رکھ لے اور اگر کوئی چاہے تو مسلسل رکھ لے۔'' (۲)

اگرچہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن قرآن کی مطلق آیت ﴿ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ اس بات کی متقاضی ہے کہ دونوں طرح قضا دینا درست ہے کیونکہ مقصود گنتی پوری کرنا ہے اور وہ دونوں طرح حاصل ہو جاتا ہے۔

جس روایت میں ہے کہ

﴿ من كان عليه صوم من رمضان فليسرده ولا يقطعه ﴾

''جس کے ذمے رمضان کے روزے ہوں وہ انہیں مسلسل رکھے علیحدہ علیحدہ نہ رکھے۔''

وہ ضعیف ہے۔ (۳)

(ابن کثیرؒ) اس آیت ﴿ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ [البقرة : ١٨٤] ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کیا روزوں کی قضاء پے در پے واجب ہے یا الگ الگ بھی جائز ہے؟ اس مسئلے میں دو قول ہیں:

(1) پے در پے قضاء واجب ہے کیونکہ قضاء ادا کو ہی بیان کرتی ہے۔

(2) پے در پے قضاء واجب نہیں ہے بلکہ یہ محض اس کی مشیت پر موقوف ہے۔ جمہور سلف وخلف کا یہی قول ہے اور دلائل اسی کو ثابت کرتے ہیں کیونکہ پے در پے روزے رکھنا صرف ماہ رمضان میں واجب ہے اس ضرورت کی وجہ سے کہ اس کی ادائیگی اس مہینے میں ہی ہو البتہ ماہ رمضان کے اختتام پر صرف اتنا ہی ضروری ہے کہ جتنے ایام کے روزے چھوڑے ہیں وہ تعداد پوری کر لی جائے (خواہ وقفے وقفے سے ہی روزے رکھ کر کی جائے)۔ (٤)

(ابن قدامہؒ) ماہ رمضان کی قضاء الگ الگ بھی کفایت کر جاتی ہے لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ پے در پے قضاء

(۱) [دار قطنی (۱۹۲/۲) بیهقی (۲۵۸/٤) امام دار قطنیؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

(۲) [ضعیف : تمام المنة (ص/٤٢٣) دار قطنی (۱۹۳/۲) ابن الجوزی (۹۹/۲)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [تلخیص الحبیر (۳۹٤/۲)]

(۳) [ضعیف : تمام المنة (ص/٤٢٤) دار قطنی (۱۹۱/۲)]

(٤) [تفسیر ابن کثیر (تحت الآية / ۱۸٥)]

دی جائے۔(۱)

(البانیؒ) خلاصہ کلام یہ ہے کہ نہ تو وقفے وقفے سے روزوں کی قضاء کے متعلق کوئی مرفوع حدیث ثابت ہے اور نہ ہی پے در پے روزوں کے متعلق لہٰذا کتاب وسنت کے زیادہ قریب یہی ہے کہ قضاء کے روزے پے در پے اور وقفے وقفے سے دونوں طرح درست ہیں۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) جن ایام کے روزے چھوڑے ہیں ان کی قضاء دینا واجب ہے خواہ الگ الگ روزے رکھ کر یا پے در پے۔(۳)

رمضان کی قضا تاخیر سے بھی درست ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ كان يكون على الصوم من رمضان فما أستطيع أن أقضي إلا في شعبان ﴾

''میرے ذمے رمضان کے روزے ہوتے تو میں ماہ شعبان کے علاوہ (سارا سال) ان کی قضا دینے کی طاقت نہ رکھتی۔''(۴)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں مطلقاً رمضان کی قضا تاخیر سے دینے کا جواز ہے قطع نظر اس سے کہ وہ کسی عذر کی وجہ سے ہو یا بغیر کسی عذر کے۔(۵)

(البانیؒ) حق بات یہ ہے کہ اگر استطاعت ہو تو جلدی قضا دینا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ وَسَارِعُوٓا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ﴾ [آل عمران : ۱۳۳] ''اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو۔''(۶)

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں (انہوں نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو طاقت نہ ہونے پر محمول کیا ہے)۔(۷)

(شیخ حسین بن عودہ) فوری طور پر روزے رکھنا واجب ہے الا کہ کوئی عذر پیش آ جائے۔(۸)

---

(۱) [المغني لابن قدامة (٤٠٨/٤)]

(۲) [إرواء الغليل (٩٧/٤)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٣٣٩/١٠)]

(٤) [بخاري (١٩٥٠) كتاب الصوم : باب متى يقضي قضاء رمضان ' مسلم (١١٤٦) أبو داود (٢٣٩٩) ترمذي (٧٨٣) نسائي (١٥٠/٤) ابن ماجة (١٦٦٩) أحمد (١٢٤/٦)]

(٥) [نيل الأوطار (٢١١/٣)]

(٦) [تمام المنة (ص/٤٢١)]

(٧) [المحلى (٢٦٠/٦)]

(٨) [الموسوعة الفقهية الميسرة (٣٢٣/٣)]

(سعودی مجلس افتاء) شعبان تک رمضان کی قضاء کو مؤخر کرنا جائز ہے خواہ یہ تاخیر بغیر کسی عذر کے ہی ہو لیکن افضل یہ ہے کہ جلد از جلد قضاء کے روزے رکھ لیے جائیں۔(۱)

کیا جان بوجھ کر روزہ توڑنے والا قضاء دے گا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یوں مروی ہے کہ

﴿ من أفطر يوما من رمضان من غير عذر ولا مرض لم يقضه صيام الدهر وإن صامه ﴾

''اگر کسی نے رمضان میں کسی عذر اور مرض کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ نہ رکھا تو ساری عمر کے روزے بھی اس کا بدلہ (یعنی قضاء) نہیں ہو سکتے۔''(۲)

معلوم ہوا کہ جان بوجھ کر بلا عذر روزہ توڑ دینے والا شخص قضاء نہیں دے گا کیونکہ اسے قضاء دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ البتہ اسے چاہیے کہ خلوص دل سے سچی توبہ کرے اور اپنا گناہ معاف کرائے۔

(ابن تیمیہ) جان بوجھ کر بلا عذر روزہ توڑنے والا قضاء نہیں دے گا۔(۳)

(ابن حزم) اسی کے قائل ہیں اور مزید انہوں نے یہی مؤقف حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی نقل کیا ہے۔(٤)

(البانی) انہوں نے اسی مؤقف کو ظاہر قرار دیا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ لیکن رمضان میں ہم بستری کرنے والے کے متعلق صحیح ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قضاء کا بھی حکم دیا۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) رمضان کے روزے ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہیں اور جان بوجھ کر مکلف شخص کا روزے چھوڑ دینا بہت بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ بعض اہل علم کا مؤقف یہ ہے کہ ایسا شخص کافر و مرتد ہے اور اس پر خالص توبہ اور کثرت کے ساتھ اعمال صالحہ مثلاً نفلی عبادات وغیرہ کی ادائیگی واجب ہے۔ اور اس پر لازم ہے کہ دینی شعائر کی پابندی کرے مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ۔ اور علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر کوئی قضاء نہیں کیونکہ اس کا جرم اس سے زیادہ بڑا ہے کہ قضاء سے اس کے روزے کی کمی پوری ہو جائے۔(٦)

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۳۳/۱۰)]
(۲) [بخارى تعليقا (قبل الحديث ؛ ۱۹۳٥) كتاب الصوم : باب إذا جامع فى رمضان]
(۳) [الاختيارات (ص/٦٥)]
(٤) [المحلى (۱۸۰/٦) (مسألة : ۷۳٥)]
(٥) [تمام المنة (ص/٤۲٥ ـ ٤۲٦)]
(٦) [فتاوى إسلامية (۱٥٤/۲)]

(مالکؒ) جو ماہ رمضان میں جان بوجھ کر کھا پی لے یا جماع کر لے اس پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔(۱)

حائضہ اور نفاس والی عورت روزے نہ رکھے لیکن بعد میں قضاء دے

کیونکہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

﴿ أليس إذا حاضت المرأة لم تصل ولم تصم ﴾

''کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزے رکھتی ہے۔''(۲)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ كان يصيبنا ذلك فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة ﴾

''ہمیں یہ (حیض) آتا تھا تو ہمیں روزے کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا لیکن نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔''(۳)

اسی طرح ابوالزناد نے بیان کیا ہے کہ

﴿ أن الحائض تقضي الصيام ولا تقضي الصلاة ﴾

''حائضہ روزے تو قضاء کرے لیکن نماز کی قضاء نہ کرے۔''(٤)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت ماہ رمضان میں روزے نہیں رکھے گی لیکن جب وہ حیض سے پاک ہو جائے گی تو اپنے روزے پورے کرے گی۔

(ابن قدامہؒ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ حائضہ اور نفاس والی عورت کے لیے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور یہ دونوں رمضان میں روزہ چھوڑیں گی اور بعد میں قضاء دیں گی۔ اور اگر یہ روزہ رکھ بھی لیں تو انہیں روزہ کفایت نہیں کرے گا۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) ایام حیض کے دوران عورت نماز اور روزے سے پرہیز کرے گی۔ پھر جب طہر و پاکیزگی دیکھے گی تو اس پر غسل اور روزوں کی قضاء واجب ہو جائے گی۔(٦)

(۱) [تفسیر قرطبی (۳۱۷/۲)]

(۲) [بخاری (۱۹۵۱) کتاب الصوم : باب الحائض تترك الصوم والصلاة]

(۳) [مسلم (۳۳٥) کتاب الحیض : باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلاة ' بخاری (۳۲۱) کتاب الحیض : باب لا تقضی الحائض الصلاة ' ابو داود (۲٦۲) ترمذی (۱۳۰)]

(٤) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹٥۱) کتاب الصوم : باب الحائض تترك الصوم والصلاة]

(٥) [المغنی لابن قدامة (۳۹۷/٤)]

(٦) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۱٥٦)]

حائضہ عورت پر روزوں کے حرام ہونے کی کیا حکمت ہے؟

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر من وعن عمل کرے خواہ کسی حکم کی حکمت معلوم ہو یا نہ ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَكُوْنَ ..... ﴾ [الأحزاب: ٣٦]

''کسی مومن مرد و عورت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (یاد رکھو!) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِذَا دُعُوْا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا ..... ﴾ [النور: ٥١]

''جب اہل ایمان کو اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے درمیان فیصلہ کر دے تو ان کا قول یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

علاوہ ازیں ہر مومن کا یہ پختہ ایمان و یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام احکامات خاص حکمت و مصلحت کے تحت ارشاد فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صرف اُسی کام کا حکم دیا ہے جس میں ان کا فائدہ ہے اور صرف اُسی کام سے روکا ہے جس میں ان کا نقصان ہے۔

امام ابن کثیرؒ نے کیا خوب کہا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی شریعت کامل اور اکمل شریعت ہے۔ عقلین جس چیز کو بھی معروف اور اچھا سمجھتی ہیں شریعت اسلامیہ نے اس کا حکم دیا ہے۔ اور جس چیز کو بھی عقل منکر اور برائی سمجھتی ہے اس سے شریعت نے منع کر دیا ہے۔ کوئی بھی ایسا حکم نہیں دیا جس کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ یہ حکم کیوں دیا ہے اور کسی بھی ایسی چیز سے منع نہیں کیا گیا کہ جس کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ اس سے منع کیوں کیا گیا ہے۔ (۱)...

تاہم بعض اوقات حکم کی حکمت ہمیں معلوم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات معلوم نہیں ہوتی۔ حائضہ عورت پر روزے کی حرمت میں کیا حکمت ہے اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا تو کہنا ہے کہ ہمیں اس کی حکمت کا علم نہیں۔ جیسا کہ امام الحرمین نے کہا کہ: اس کا روزہ صحیح نہ ہونے کے معنی کا ادراک نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ روزے کے لیے طہارت و پاکیزگی شرط نہیں۔ (۲)

بعض دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حائضہ عورت پر رحم کرتے ہوئے اسے

---

(۱) [البداية والنهاية (٧٩/٦)]

(۲) [المجموع (٣٨٦/٢)]

روزہ رکھنے سے روکا ہے۔کیونکہ خون کے اخراج سے کمزوری ہو جاتی ہے اور اگر وہ اس کے ساتھ روزہ بھی رکھے تو اس کے ساتھ اور بھی کمزوری ہوگی کیونکہ حیض اور روزہ دونوں کی کمزوری جمع ہو جائے گی جس بنا پر روزہ اسے اعتدال پر قائم نہیں رہنے دے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے اسے نقصان پہنچے۔

(ابن تیمیہ) ہم حیض کی حکمت اور اس کا قیاس کے مطابق ہونے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یقیناً شریعت اسلامیہ ہر چیز میں عدل وانصاف لائی ہے اور عبادات میں اسراف ظلم وزیادتی ہے جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے اور عبادات میں میانہ روی کا حکم دیا ہے۔اسی لیے شارع علیہ السلام نے افطاری میں جلدی اور سحری میں تاخیر کا حکم دیا ہے اور وصال (یعنی بغیر افطاری کے دوسرا روزہ رکھنا) سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ ''افضل اور عادلانہ روزے داود علیہ السلام کے روزے ہیں' وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑتے تھے۔'' لہٰذا عبادت میں عدل مقاصد شریعت میں سب سے بڑا مقصد ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾ [المائدة : ٨٧]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کی ہیں ان کو حرام مت کرو اور حد سے تجاوز مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حلال اشیاء کو حرام قرار دینا زیادتی قرار دیا ہے جو کہ عدل کے بھی منافی ہے۔

ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ ﴾ [آل عمران : ١٦٠۔١٦١]

''یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر حلال کردہ پاکیزہ اشیاء کو حرام کر دیا اور ان کے اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہت زیادہ روکنے کے سبب' اور ان کے سود لینے کی وجہ سے' حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا۔''

جب وہ لوگ ظالم تھے تو اس وجہ سے ان پر بطور سزا پاکیزہ اشیاء بھی حرام کر دی گئیں' لیکن اس کے برعکس امت وسط اور امت عدل کے لیے پاکیزہ اشیاء کو حلال کیا گیا اور ان پر گندی اور خبیث اشیاء حرام قرار دی گئیں۔اور جب معاملہ یہی ہے تو روزہ دار کو بھی مقوی اشیاء یعنی کھانے پینے سے منع کر دیا گیا' اور اسے ان اشیاء کے اخراج سے بھی منع کر دیا گیا جن کے اخراج سے کمزوری لاحق ہوتی ہے......اور خارج ہونے والی اشیاء کی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم تو ایسی ہے جس کے خروج سے بچنے کی طاقت ہی نہیں اور یا پھر وہ نقصان نہیں دیتی تو اس سے

منع نہیں کیا گیا مثلاً دو گندی اشیاء یعنی بول و براز ۔ کیونکہ ان کے خروج سے اسے کوئی ضرر و نقصان نہیں اور نہ ہی اس سے بچا جا سکتا ہے ۔ اگر اس کے خروج کی ضرورت ہو تو اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ اس کے خروج میں ہی فائدہ ہے ۔

اور اسی طرح اگر کسی کو خود بخود قے آ جائے تو اس سے بچنا مشکل ہے ۔ اور اسی طرح نیند کی حالت میں احتلام سے بچنا بھی ممکن نہیں ہے ۔ الا کہ قے عمداً اور جان بوجھ کر کرے کیونکہ قے ایسے مادے کو خارج کرتی ہے جس سے غذا حاصل ہوتی ہے یعنی کھانا پینا وغیرہ ۔ اور اسی طرح مشت زنی جس میں شہوت شامل ہوتی ہے ......

اور حیض میں آنے والے خون میں خون کا اخراج ہے ۔ اور پھر حائضہ عورت کے لیے ممکن ہے کہ وہ حیض کے علاوہ کسی اور وقت جب اسے خون نہ آتا ہو تب روزے رکھ لے کیونکہ ایسی حالت میں اس کے لیے روزہ رکھنا اعتدال پسندی ہوگی کیونکہ اس حالت میں خون نہیں نکلتا جو بدن کو قوت دینے والا مادہ ہے ۔

دوران حیض روزہ رکھنا کہ جب اس کا خون خارج ہوتا ہے جو بدن کو تقویت دینے کا باعث ہے' جس کے اخراج سے بدن کو نقصان اور کمزوری ہوتی ہے' اور جس کی وجہ سے روزہ اعتدال کی حالت سے نکل جائے گا ۔ اس لیے عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ حالت حیض کے علاوہ دوسرے اوقات میں روزہ رکھے ۔ (۱)

نفلی روزوں کی قضاء ادا کرنا ضروری نہیں

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ لما كان يوم الفتح " فتح مكة " جاءت فاطمة فجلست عن يسار رسول الله ﷺ وأم هانئ عن يمينه قالت فجاءت الوليدة بإناء فيه شراب فناولته فشرب منه ثم ناوله أم هانئ فشربت منه فقالت يا رسول الله ! لقد أفطرت و كنت صائمة فقال لها أكنت تقضين شيئا ؟ قالت :لا ' قال فلا يضرك إن كان تطوعا ﴾

'' فتح مکہ کے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے بائیں جانب آ کر بیٹھ گئیں اور اُم ہانی رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے دائیں جانب ۔ پھر ایک لونڈی ایک برتن لے کر آئی' اس میں پینے کی کوئی چیز تھی ۔ اس نے وہ برتن آپ ﷺ کو پکڑا دیا ۔ آپ ﷺ نے اس سے پیا اور پھر وہ برتن حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کو پکڑا دیا' انہوں نے بھی اس سے پیا ۔ اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! یقیناً میں نے روزہ توڑ دیا' اور میرا تو روزہ تھا ۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ کیا تم کسی روزے کی قضاء دے رہی تھی؟ اس نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ نفلی روزہ تھا

(۱) [مجموع الفتاوى لابن تيمية (٢٥/ ٢٣٤)]

تو کوئی حرج نہیں۔'' (۱)

(جمہور، احمدؒ، شافعیؒ، اسحاقؒ) اگر نفلی روزہ رکھنے والا روزہ توڑ دے تو اس پر کوئی قضاء نہیں البتہ اگر وہ اپنی مرضی سے روزہ رکھنا چاہے تو اس پر کوئی حرج نہیں (ان کی دلیل مذکورہ حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے)۔

(ابوحنیفہؒ، مالکؒ) نفلی روزہ توڑنے والے پر قضاء لازم ہے۔ (۲)

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ہم رائے حضرات نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے' جس میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نفلی روزہ رکھا ہوا تھا۔ دوران روزہ ان کے سامنے کوئی کھانے کی چیز پیش کی گئی تو ان کا دل چاہا اور انہوں نے اسے کھا لیا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ ﴿ اقضيا يوما آخر مكانه ﴾ ''اس کی جگہ دوسرے دن روزے کی قضاء دو۔''

لیکن یہ روایت دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ ضعیف ہونے کی بنا پر قابل حجت نہیں۔ (۳)

(راجح) جمہور کا موقف برحق ہے۔

اس کی دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی وہ روایت بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں:

﴿ صنعت للنبي صلی اللہ علیہ وسلم طعاما فلما وضع قال رجل أنا صائم ' فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : دعاك أخوك وتكلف لك أفطر فصم مكانه إن شئت ﴾

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا۔ جب کھانا رکھ دیا گیا تو ایک آدمی نے کہا میں روزہ دار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے بھائی نے تجھے دعوت دی ہے اور تیرے لیے تکلف کیا ہے (لہٰذا) تم روزہ توڑ دو اور

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۱٤٥) كتاب الصيام : باب في الرخصة فيه ' ابو داود (۲٤٥٦) ترمذى (۷۳۱) كتاب الصوم : باب ما جاء في إفطار الصائم المتطوع ' نسائى في السنن الكبرى (۲/۲۵۰) كتاب الصيام : باب ذكر حديث سماك ' احمد (٦/٣٤١)]

(۲) [تحفة الأحوذى (۳/٤٩١) نيل الأوطار (۳/۲٤۲) الأم (۲/۱٤۱) الحاوى (۳/٤٩٨) المبسوط (۳/۷۸) بدائع الصنائع (۲/۹٤) بداية المجتهد (۱/۲۱٦) الكافى لابن عبد البر (ص/۱۲۹) الإنصاف فى معرفة الراجح من الخلاف (۳/۳۵۲-۳۵۳)]

(۳) [ضعيف : ضعيف ترمذى (۱۱۸) كتاب الصوم : باب ما جاء فى إيجاب القضاء عليه ' ترمذى (۷۳۵) ابو داود (۲٤۵۷) كتاب الصيام : باب من رأى عليه القضاء ' احمد (٦/١٤١-٢٣٧-٢٦٣) موطا (۱/۳۰٦) نسائى فى السنن الكبرى (۲/۲٤۷) بيهقى (٤/۲۸۰) امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ معالم السنن (۲/۱۳۵)]

اس کی جگہ اگر چاہو تو روزہ رکھ لینا۔''(۱)

(ابن حجرؒ) حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ (نفلی روزہ توڑ کر اس کی قضاء دینا) واجب نہیں۔(۲)

(شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(ابن قدامہؒ) نفلی روزہ رکھنے والا اگر روزہ چھوڑ دے تو اس پر کوئی قضاء نہیں لیکن اگر وہ قضاء دیتا ہے تو بہتر ہے۔(٤)

(سعودی مجلس افتاء) نفلی روزے کی قضاء دینا ضروری نہیں۔(٥)

اگر کوئی کافر ماہ رمضان میں مسلمان ہو

تو اس پر قبول اسلام سے قبل گزرے ہوئے روزوں کی قضاء دینا ضروری نہیں بلکہ اسے چاہیے کہ جتنے روزے باقی ہیں وہی رکھ لے۔امام شعبیؒ، امام قتادہؒ، امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ، امام شافعیؒ، امام ابوثورؒ اور اصحاب الرائے رحمہم اللہ اجمعین کا یہی موقف ہے۔

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔مزید فرماتے ہیں کہ البتہ جس دن وہ مسلمان ہوا ہے اس دن کھانے پینے سے رکا رہے اور پھر اس دن کی قضاء دے۔

(احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(مالکؒ، ابوثورؒ، ابن منذرؒ) ان کے نزدیک اس پر اُس دن کی قضاء بھی ضروری نہیں۔(٦)

اکیلے جمعہ کے روز فرض روزے کی قضاء کا کیا حکم ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ جمعہ کے دن رمضان کے کسی روزے کی قضاء دے خواہ وہ صرف اکیلا جمعہ کا ہی روزہ رکھے۔(۷)

(۱) [بیهقی فی السنن الکبری (۲۷۹/٤) کتاب الصیام: باب التخییر فی القضاء إن کان صومه تطوعا، مختصر المخلافیات (۸۷/۳ ـ ۸۹) مجمع الزوائد (٥٦/٤) حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[فتح الباری (۲٤۷/٤)]

(۲) [فتح الباری (۲٤۷/٤)]

(۳) [نیل الأوطار (۲٤۲/۳)]

(٤) [المغنی لابن قدامة (٤١٠/٤)]

(٥) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٤٠٣/١٠)]

(٦) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المغنی لابن قدامة (٤١٤/٤ـ٤١٥)]

(۷) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٣٤٧/١٠)]

باب صوم التطوع — نفلی روزے کا بیان

شوال کے چھ روزے

(1) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال فذاك كصيام الدهر﴾

''جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو یہ عمل سارا سال (روزے رکھنے) کی مانند ہوگا۔'' (۱)

سارے سال کے روزوں کی مانند اس لیے کہا گیا ہے کہ کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہوتا ہے لہذا رمضان کے روزے دس ماہ کے برابر ہوئے اور چھ شوال کے دو ماہ کے برابر ہوئے جیسا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿من صام ستة أيام بعد الفطر كان تمام السنة ' من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها﴾

''جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے تو یہ پورے سال (کے روزوں) کی طرح ہوں گے۔ (کیونکہ) جس نے ایک نیکی کی اس کے لیے اس کی مثل دس گنا اجر ہوگا۔'' (۲)

(شافعیؒ، احمدؒ) ماہ شوال کے چھ روزے مستحب ہیں۔

(ابوحنیفہؒ، مالکؒ) یہ روزے مکروہ ہیں۔ (۳)

---

(۱) [مسلم (۱۱٦٤) كتاب الصيام : باب استحباب صوم ستة أيام من شوال ...... ' أبو داود (۲٤۳۳) كتاب الصوم : باب في صوم ستة أيام من شوال ' ابن ماجة (۱۷۱٦) كتاب الصيام : باب صيام ستة أيام من شوال ' ترمذي (۷٥٦) مشكل الآثار (۱۱۷/۳) طبراني صغير (۲۳۸/۱) بيهقي (۲۹۲/٤) كتاب الصوم : باب في فضل صوم ستة أيام من شوال ' ابن خزيمة (۲۱۱٤) ابن حبان (۳٦۲٦۔ الإحسان) أحمد (۳۰۸/۳)]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۳۹۲) كتاب الصيام : باب صيام ستة أيام من شوال ' ابن ماجة (۱۷۱٥) أحمد (۲۸۰/٥) دارمي (۲۱/۲) كتاب الصوم : باب صيام الستة من شوال ' بيهقي (۲۹۳/٤) كتاب الصيام : باب في فضل صوم ستة أيام من شوال ' ابن خزيمة (۲۱۱٥) ابن حبان (۹۲۸۔ الموارد) نسائي في السنن الكبرى كما في تحفه الأشراف (۱۳۸/۲) مصباح الزجاجة (۲٥/۲) امام ابن حبانؒ اور امام ابن خزیمہؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

(۳) [نيل الأوطار (۲۱٦/۳) تحفة الفقهاء (٥۲٥/۱) حاشية ابن عابدين (٤۳٥/۲) الكافي (۳٥/۱) مؤطا مالك (ص/۲۱) نهاية المحتاج (۲۰۸/۳) روضة الطالبين (۳۸۷/۲)]

(راجح) بلا تردد پہلا مؤقف گذشتہ احادیث کی وجہ سے صحیح ہے کہ یہ روزے مستحب ہیں۔

(ابن قدامہؒ) کثیر اہل علم کے نزدیک ماہ شوال کے چھ روزے مستحب ہیں۔(۱)

کیا شوال کے چھ روزے رمضان کے فوراً بعد رکھنا ضروری ہے؟

یاد رہے کہ یہ چھ روزے شوال کی ابتداء میں' درمیان میں' آخر میں اور پے در پے یا الگ الگ ہر طرح جائز اور درست ہیں کیونکہ ان تمام اشیاء کی تعیین شارع علیہ السلام نے نہیں کی۔

(نوویؒ) ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ یہ چھ روزے عید الفطر کے بعد پے در پے رکھے جائیں لیکن اگر کوئی وقفے وقفے سے یہ روزے رکھے یا انہیں ماہ شوال کی ابتداء سے آخر تک مؤخر کر دے تو اسے بھی پے در پے روزے رکھنے کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔(۲)

(صدیق حسن خانؒ) میں کہتا ہوں کہ حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ماہ شوال کے چھ روزے کفایت کر جاتے ہیں خواہ شوال کی ابتداء میں رکھے جائیں یا اس کے درمیان میں رکھے جائیں یا اس کے آخر میں رکھے جائیں۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) عید الفطر کے متصل بعد شوال کے چھ روزے رکھنا لازم نہیں بلکہ عید کے ایک روز بعد یا کچھ ایام کے بعد' پے در پے یا الگ الگ حسب سہولت ماہ شوال میں رکھے جا سکتے ہیں۔ اس مسئلے میں حکم وسیع ہے اور یہ روزے فرض نہیں ہیں بلکہ سنت ہیں۔(۴)

(ابن بازؒ) شوال کے چھ روزے سنت ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں اور یہ روزے پے در پے اور الگ الگ ہر طرح جائز ہیں۔(۵)

ذوالحجہ کے پہلے نو دنوں کے روزے اور ہر ماہ کی پہلی سوموار اور جمعرات کا روزہ

(1) حضرت ہنیدہ بن خالد سے روایت ہے کہ ازواج مطہرات میں سے کسی نے بیان کیا کہ

﴿ كان رسول الله ﷺ يصوم تسع ذي الحجة ويوم عاشوراء وثلاثة أيام من كل شهر : أول اثنين من الشهر والخميسين ﴾

''رسول اللہ ﷺ ذوالحجہ کے پہلے نو روزے' یوم عاشوراء کا روزہ اور ہر ماہ تین دن کے روزے رکھا

(۱) [المغني لابن قدامة (٤٣٨/٤)]

(۲) [شرح مسلم للنووي (٥٦/٨)]

(۳) [الروضة الندية (٥٥٥/١)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٣٩١/١٠)]

(٥) [فتاوى إسلامية (١٦٥/٢)]

کرتے تھے' تین دن کے روزے ہر ماہ کی ابتدائی سوموار اور پہلی دو جمعراتوں کے روزے ہیں۔'' (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ما من أيام العمل الصالح فيها أحب إلى الله عزو جل' من هذه الأيام ' يعني : أيام العشر ' قالو : يا رسول الله ! ولا الجهاد في سبيل الله؟ قال : ولا الجهاد في سبيل الله ؛ إلا رجل يخرج بنفسه وماله ثم لم يرجع بشيئ من ذلك ﴾

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ان دنوں 'یعنی عشرہ ذوالحجہ کے دنوں' کے نیک عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل میں فضیلت نہیں۔لوگوں نے پوچھا اور جہاد میں بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جہاد میں بھی نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال خطرہ میں ڈال کر نکلا اور ان میں سے کچھ بھی واپس نہ لایا۔(سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا)۔'' (۲)

یقیناً نیک اعمال میں روزہ بھی شامل ہے لہٰذا اگر کوئی ان نو دنوں میں روزے رکھتا ہے تو اسے باقی دنوں کے روزوں سے زیادہ اجر ملے گا۔

عشرہ ذوالحجہ افضل ہے یا رمضان کا آخری عشرہ؟

(ابن تیمیہؒ) کسی نے سوال کیا کہ عشرہ ذوالحجہ اور ماہ رمضان کے آخری عشرے میں سے کون سا افضل ہے؟ تو شیخ نے جواب دیا کہ ''ذوالحجہ کے (ابتدائی) دس دن رمضان کے آخری دس دنوں سے افضل ہیں اور رمضان کی آخری دس راتیں ذوالحجہ کی (ابتدائی) دس راتوں سے افضل ہیں۔(۳)

(ابن قیمؒ) اگر کوئی صاحب دانش اس جواب پر غور و فکر کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ جواب نہایت کافی وشافی ہے۔کیونکہ عشرہ ذوالحجہ کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کو جس قدر نیک عمل محبوب ہے اس قدر اور دنوں میں محبوب نہیں۔اور اس عشرے میں یوم عرفہ'یوم نحر اور یوم ترویہ (یعنی ایام حج) بھی ہیں۔

اور رمضان کی آخری راتیں جاگنے کی راتیں ہیں جن میں مکمل طور پر رسول اللہ ﷺ جاگا کرتے تھے۔اور اس عشرے کی راتوں میں ایک ایسی رات بھی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

---

(۱) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۱۲۹) كتاب الصيام : باب في صوم العشر ' ابو داود (۲۴۳۷) صحيح نسائي (۲۲۳۶)]

(۲) [بخاري (۹۶۹) كتاب العيدين : باب فضل العمل في أيام التشريق' أبو داود (۲۴۳۸) ترمذي (۷۵۷) ابن ماجة (۱۷۲۷) دارمي (۱۷۸۱'۱۷۸۰) أحمد (۲۲۴/۱) شرح السنة (۱۱۲۵)]

(۳) [مجموع الفتاوى (۲۸۷/۲۵)]

لہٰذا جس نے بھی اس تفصیل کے بغیر جواب دیا اس کے لیے ممکن نہیں ہے کہ کسی صحیح دلیل کے ذریعے اسے ثابت کر سکے۔(۱)

یوم عرفہ یعنی ذوالحجہ کی نو تاریخ کا روزہ

(1) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ صوم يوم عرفة يكفر سنتين ماضية ومستقبلة ﴾

''عرفہ کے دن (یعنی نو ذوالحجہ) کا روزہ دو سال؛ ایک گذشتہ اور ایک آئندہ کے گناہ مٹا دیتا ہے۔''(۲)

(2) سنن ابی داود کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ كان رسول الله يصوم تسع ذي الحجة ويوم عاشوراء وثلاثة أيام من كل شهر ﴾

''رسول اللہ ﷺ نو ذوالحجہ، یوم عاشوراء اور ہر ماہ میں تین دن روزے رکھتے تھے۔''(۳)

(شوکانیؒ) یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔(٤)

حاجیوں کے لیے نو ذوالحجہ کا روزہ

میدان عرفات میں حاجیوں کے لیے نو ذوالحجہ کا روزہ مکروہ ہے۔(٥)

(1) حضرت اُم فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ أن ناسا تماروا عندها يوم عرفة في صوم النبي ﷺ فقال بعضهم هو صائم وقال بعضهم ليس بصائم فأرسلت إليه بقدح لبن وهو واقف على بعيره فشربه ﴾

''ان کے ہاں کچھ لوگ عرفات کے دن نبی کریم ﷺ کے روزے کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ بعض نے کہا کہ آپ ﷺ روزہ دار ہیں اور بعض نے کہا کہ آپ روزہ سے نہیں ہیں۔ اس پر حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا نے

(۱) [كما في الموسوعة الفقهية الميسرة (٢٥٦/٣)]

(۲) [أحمد (٢٩٦/٥) مسلم (١١٦٢) كتاب الصيام: باب استحباب صيام ثلثة أيام من كل شهر...... أبو داود (٢٣٢٥) كتاب الصوم: باب في صوم الدهر تطوعا' ابن ماجة (١٧٣٠) كتاب الصيام: باب صيام يوم عرفة' ترمذي (٧٤٦) كتاب الصيام: باب صيام يوم عرفة' نسائي في الكبرى (١٥٠/٢) حميدي (٤٢٩) عبد بن حميد (١٩٤) عبد الرزاق (٧٨٢٦) بيهقي (٢٨٦/٤) طحاوي (٧٢/٢) بغوي (١٧٨٩) ابن أبي شيبة (٥٧/٣)]

(۳) [صحيح: صحيح أبو داود (٢١٢٩) كتاب الصوم: باب في صوم العشر' (٢٤٣٧)]

(٤) [نيل الأوطار (٢١٩/٣)]

(٥) [نيل الأوطار (٢١٩/٣)]

آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیجا (تاکہ حقیقت ظاہر ہو جائے) آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے' آپ نے دودھ پی لیا۔'' (۱)

(2) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ أن الناس شكوا في صيام النبي ﷺ يوم عرفة فأرسلت إليه بحلاب وهو واقف في الموقف فشرب منه والناس ينظرون ﴾

''عرفہ کے دن کچھ لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے روزے کے متعلق شک ہوا۔اس لیے انہوں نے آپ کی خدمت میں دودھ بھیجا۔آپ اس وقت عرفات میں وقوف فرما تھے۔آپ نے وہ دودھ پی لیا اور سب لوگ دیکھ رہے تھے۔'' (۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ نهى رسول الله ﷺ عن صوم يوم عرفة بعرفات ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔'' (۳)

(جمہور) میدان عرفات میں حاجیوں کے لیے روزہ نہ رکھنا مستحب ہے۔

(ابن قدامہؒ) اکثر اہل علم میدان عرفات میں عرفہ کے دن روزہ نہ رکھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔ (٤)

(شوکانیؒ) یوم عرفہ کا روزہ حاجیوں کے لیے میدان عرفات میں مکروہ ہے۔ (٥)

اس کی علت و حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ میدان عرفات میں روزہ رکھنے سے انسان کمزور ہو کر وہاں دعا' ذکر اور دیگر حاجیوں کے افعال سرانجام دینے سے عاجز آ سکتا ہے۔بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر انسان دعا وغیرہ

---

(۱) [بخاری (۱۹۸۸) کتاب الصوم : باب صوم يوم عرفة' مسلم (۱۱۲۳) ابو داود (۲٤٤۱) ترمذی (۷٥٠) ابن خزيمة (۲۸۲۸) ابن حبان (۳٦٠٥)' (۳٦٠٦) بيهقى (۲۸۳/٤)]

(۲) [بخاری (۱۹۸۹) کتاب الصوم : باب صوم يوم عرفة' مسلم (۱۱۲۳) ابن حبان (۳٦٠٦) عبد الرزاق (۷۸۱٤)' (۷۸۱٥) بغوی (۱۷۹۱) بيهقى (۲۸٤/٤)]

(۳) [ضعيف : ضعيف أبو داود (٥۲۸) أيضا' الضعيفة (٤٠٤) تمام المنة (ص/٤۱٠) أبو داود (۲٤٤٠) أحمد (۳٠٤/۲) ابن ماجة (۱۷۳۲) شرح معانى الآثار (۷۲/۲) مشكل الآثار (۱۱۲/٤) حاكم (٤۳٤/۱) بيهقى (۲۸٤/٤)] شیخ حازم علی قاضی نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعليق على سبل السلام (۹٠۷/۲) امام حاکمؒ نے اس روایت کو بخاری کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

(٤) [المغنى (٤٤٤/٤)]

(٥) [نيل الأوطار (۲۱۹/۳)]

سے کمزوری وعجز محسوس نہیں کرتا تو روزہ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔(۱)

ماہ محرم کے روزے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أن النبي ﷺ سئل أي الصيام أفضل بعد شهر رمضان قال أفضل الصيام بعد شهر رمضان صيام شهر الله المحرم ﴾

''رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ رمضان کے بعد کون سے روزے افضل ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ماہ رمضان کے بعد افضل روزے اللہ تعالیٰ کے ماہ محرم کے روزے ہیں۔''(۲)

معلوم ہوا کہ ماہ محرم کے روزے نہایت فضیلت والے ہیں لہٰذا اس ماہ میں کثرت سے روزے رکھنے چاہئیں البتہ یوم عاشورا (دس محرم) کا روزہ ان میں سب سے زیادہ مؤکد ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

﴿ كان يوم عاشوراء يوما تصومه قريش في الجاهلية وكان رسول الله ﷺ يصومه فلما قدم المدينة صامه وأمر الناس بصيامه فلما فرض رمضان قال : من شاء صامه ومن شاء تركه ﴾

''یوم عاشوراء ایسا دن ہے کہ جاہلیت میں قریش اس کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہ روزہ خود بھی رکھا اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا۔ پھر جب رمضان فرض کر دیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو چاہے یہ روزہ رکھ لے اور جو چاہے چھوڑ دے۔''(۳)

یوم عاشوراء کا روزہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وصيام يوم عاشوراء أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله ﴾

(۱) [نيل الأوطار (۲۱۹/۳) المغنى (٤٤٤/٤)]

(۲) [مسلم (۱۱٦۳) كتاب الصيام : باب فضل صوم المحرم ' أبو داود (۲٤۲۹) ترمذى (۷٤۰) ابن ماجة (۱۷٤۲) نسائى (۱٦۱۳) وفى السنن الكبرى (۲۹۰٥) ' (۲۹۰٦) دارمى (۲۱/۲) أحمد (۳٤۲/۲) ابو عوانة (۲۹۰/۲) بيهقى (۲۹۱/٤) ابن حبان (۳٥٦۳)]

(۳) [أحمد (۲۹/٦) بخارى (۱٥۹۲) كتاب الحج : باب قول الله تعالى : جعل الله الكعبة ...... ' مسلم (۱۱۲٥) أبوداود (۲٤٤۲) ترمذى (۷٥۳) ابن ماجة (۱۷۳۳) موطا (۲۹۹/۱) حميدى (۲۰۰) ابن حبان (۳٦۲۱) عبد الرزاق (۷۸٤۲) ابن خزيمة (۲۰۸۰) ابن ابى شيبة (٥٥/۳) طحاوى (۷٤/۲) بيهقى (۲۸۸/٤-۲۹۰)]

”اللہ تعالیٰ یوم عاشوراء (یعنی دس محرم) کے روزے کے عوض گذشتہ سال کے گناہ معاف فرما دیں گے۔“(۱)

(ابن قدامہؒ) یوم عاشوراء کا روزہ مستحب ہے۔(۲)

(سعودی مجلس افتاء) مسلمان کے لیے یوم عاشوراء میں روزہ رکھنا مشروع ہے۔(۳)

(ابن بازؒ) یوم عاشوراء کا روزہ مسنون ہے۔(٤)

یوم عاشوراء کے روزے کی ابتدا اور مقصد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ قدم النبي ﷺ المدينة فرأى اليهود تصوم يوم عاشوراء فقال ما هذا ؟ قالوا يوم صالح ، هذا يوم نجى الله بني إسرائيل من عدوهم فصامه موسى قال فأنا أحق بموسى منكم فصامه وأمر بصيامه ﴾

”نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود کو دس محرم کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ پس آپ ﷺ نے ان سے اس کا سبب معلوم کیا تو انہوں نے کہا یہ ایک اچھا دن ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے یہ روزہ رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر موسیٰ علیہ السلام کے ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔“(٥)

---

(۱) [مسلم (١١٦٢) كتاب الصيام : باب استحباب صيام ثلثة أيام من كل شهر......' أبو داود (٢٤٢٥) كتاب الصوم : باب في صوم الدهر تطوعا' ابن ماجة (١٧٣٠) كتاب الصيام : باب صيام يوم عرفة ' ترمذى (٧٤٦) كتاب الصيام : باب صيام يوم عرفة ' نسائى في الكبرى (١٥٠/٢) عبد الرزاق (٨٧٢٦) بيهقى (٢٨٦/٤) أحمد (٢٩٦/٥)]

(۲) [المغنى لابن قدامة (٤٤٠/٤)]

(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة لبحوث العلمية والإفتاء (٤٠٠/١٠)]

(٤) [فتاوى إسلامية (١٧٠/٢)]

(٥) [بخارى (٢٠٠٤) كتاب الصوم : باب صوم يوم عاشورا' مسلم (١١٣٠) أحمد (٢٩١/١) أبو داود (٣٤٤٤) ابن ماجة (١٧٣٤) حميدى (٥١٥) عبد الرزاق (٧٨٤٣) بيهقى (٢٧٦/٤) ابن أبي شيبة (٥٦/٣) دارمى (٢٢/٢) طحاوى (٧٥/٢) طبرانى (١٢٣٦٢/١٢) شرح السنة (١٧٨٢) ابن حبان (٣٦٢٥) ابن خزيمة (٢٠٨٤)]

یوم عاشوراء کا روزہ دس محرم کو یا نو کو؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ حين صام رسول الله ﷺ يوم عاشوراء وأمر بصيامه قالوا يا رسول الله ! إنه يوم تعظمه اليهود والنصارى فقال رسول الله ﷺ فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صمنا اليوم التاسع قال فلم يات العام المقبل حتى توفى رسول الله ﷺ ﴾

''جب رسول اللہ ﷺ نے دس محرم کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا تو لوگوں نے کہا یقیناً یہود و نصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں (اس لیے روزہ رکھتے ہیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا آئندہ سال انشاء اللہ ہم نو محرم کا روزہ رکھیں گے۔ لیکن آئندہ سال (اس دن) سے پہلے ہی آپ ﷺ وفات پا گئے۔'' (۱)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

﴿ لئن بقيت إلى قابل لأصومن التاسع ﴾

''اگر میں آئندہ سال تک باقی رہا (یعنی زندہ رہا) تو ضرور نو محرم کا روزہ رکھوں گا۔'' (۲)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دس محرم کا روزہ رکھتے تھے پھر آپ ﷺ نے نو محرم کو یہ روزہ رکھنے کا ارادہ فرمایا۔ لہٰذا یوم عاشوراء سے مراد دس محرم ہی ہوا۔

(جمہور) یوم عاشوراء سے مراد دس محرم ہی ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ، حضرت حسن بصریؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام اسحاقؒ اور دیگر بیشتر علماء اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(ابن عباس رضی اللہ عنہ) یوم عاشوراء سے مراد نو محرم ہے۔ (٤)

ایک روایت میں ہے کہ

﴿ صوموا التاسع والعاشر وخالفوا اليهود ﴾

''نو اور دس محرم کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔'' (٥)

---

(۱) [مسلم (١١٣٤) كتاب الصيام : باب أى يوم الصيام فى عاشورا' أبو داود (٢٤٤٥) ابن ماجة (٥٨٠٩) تحفة الأشراف (٦٥٦٦)]

(۲) [مسلم (١١٣٤) أيضا' ابن ماجة (١٧٣٦) عبد بن حميد (٦٧١)]

(۳) [نيل الأوطار (٢٢٤/٣)]

(٤) [مسلم (١١٣٣)]

(٥) [بيهقى فى معرفة السنن والآثار (٨٩٦٦)' (٣٥٠/٦) الفتح الربانى (١٨٩/١) طحاوى (٧٨/٢) عبدالرزاق (٧٨٣٩) شیخ احمد عبدالرحمٰن البناء نے اس موقوف روایت کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

اس روایت کی وجہ سے امام شوکانی ؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص دس محرم کا روزہ رکھنا چاہتا ہے اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ نو محرم کا بھی روزہ رکھ لے۔(۱)

علاوہ ازیں جس روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا یوم عاشوراء کا روزہ رکھ کے یہود کی مخالفت کرو ﴿ وصوموا قبله يوما أو بعده يوما ﴾ ''اور اس سے پہلے ایک دن (یعنی نو محرم) یا اس کے بعد ایک دن (یعنی گیارہ محرم) کا روزہ رکھو'' وہ ضعیف ہے۔(۲)

(راجح) زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ نو اور دس محرم دونوں کا روزہ رکھا جائے جیسا کہ گذشتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح موقوف روایت میں موجود ہے لیکن اگر کوئی صرف نو محرم کا روزہ رکھنا چاہے تو درست ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

(ابن حجرؒ) بعض اہل علم کے بقول صحیح مسلم میں مروی حدیث'' کہ آئندہ سال میں زندہ رہا تو نو محرم کا روزہ ضرور رکھوں گا'' کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں: ایک تو یہ کہ آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ یوم عاشورا کے روزے کے لیے دس کی بجائے نو کا روزہ مقرر کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ آپ ﷺ دس کے ساتھ نو کا روزہ بھی مقرر فرمانا چاہتے تھے۔ مگر آپ ﷺ کسی صورت کو متعین کرنے سے پہلے وفات پا گئے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ نو اور دس دونوں کا روزہ رکھا جائے۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) اگر کوئی صرف ایک دن یوم عاشوراء کا روزہ رکھ لے تو یہ جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ اس سے پہلے ایک دن یا اس کے بعد ایک دن روزہ رکھا جائے۔(٤)

یوم عاشوراء میں کھانے پکانا' خوشی کا اظہار کرنا یا ماتم وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

(ابن تیمیہؒ) ان سے کسی نے یہ فتوی پوچھا تو انہوں نے جواب میں فرمایا ''اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث نہ تو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ سے۔ اور نہ مسلمان ائمہ میں سے کسی نے اسے مستحب کہا ہے اور نہ ہی ائمہ اربعہ وغیرہ نے۔ اور نہ قابل اعتماد اہل کتب نے اس کے متعلق کچھ روایت کیا ہے' نہ نبی کریم ﷺ سے' نہ صحابہ سے اور نہ ہی تابعین سے۔ نہ کوئی صحیح حدیث اور نہ ہی کوئی ضعیف حدیث۔ نہ صحیح کی کتب میں' نہ سنن میں اور نہ ہی

---

(١) [السيل الجرار (١٤٨/٢)]

(٢) [أحمد (٢٤١/١) ابن خزيمة (٢٠٩٥) الكامل (٩٥٦/٣) السنن الكبرى للبيهقي (٢٨٧/٤) اس کی سند میں ابن ابی لیلی اور داود بن علی دونوں راوی ضعیف ہیں۔]

(٣) [فتح الباري (٧٧٣/٤)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٤٠١/١٠)]

مسانید میں۔ان باتوں میں سے کچھ بھی بہتر زمانوں میں موجود نہیں تھا۔اور لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے ایک جھوٹی اور من گھڑت روایت میں بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر السنة ﴾

''جس نے عاشوراء یعنی دس محرم کے روز اپنے گھر والوں پر فراخی کی اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال فراخی کریں گے۔'' (۱)

ماہ شعبان کے روزے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ كان رسول الله ﷺ يصوم حتى نقول لا يفطر ' ويفطر حتى نقول لا يصوم ' فما رأيت رسول الله ﷺ استكمل صيام شهر إلا رمضان وما رأيته في شهر أكثر صياما منه في شعبان ﴾

''رسول اللہ ﷺ نفل روزے رکھتے تھے تو ہم آپس میں کہتے کہ اب آپ ﷺ روزہ رکھنا چھوڑیں گے ہی نہیں۔اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو کبھی پورے مہینے کا نفلی روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور میں نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ کسی مہینے میں آپ ﷺ نے شعبان سے زیادہ روزے رکھے ہوں۔'' (۲)

(2) حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ قلت يا رسول الله ! لم أرك تصوم من شهر من الشهور ما تصوم من شعبان ' قال : ذاك شهر تغفل الناس فيه عنه بين رجب ورمضان ' وهو شهر ترفع فيه الأعمال إلى رب العالمين وأحب أن يرفع عملي وأنا صائم ﴾

''میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا جتنے آپ ماہ شعبان میں رکھتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رجب اور رمضان کے درمیان والا مہینہ ایسا ہے کہ لوگ اس میں اس سے غافل ہیں' حالانکہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں

(۱) [مجموع الفتاوی (۲۹۹/۲۵)]

(۲) [بخاری (۱۹۶۹) کتاب الصیام : باب صوم شعبان ' مسلم (۱۱۵٦) موطا (٦٨٨) احمد (۲۵۲۹۲) ابو داود (۲٤۳٤) ترمذی (۷٦٨) نسائی (۲۱۷۸) ابن ماجة (۱۷۱۰) ابن حبان (۳۵۸۰) ابن خزیمة (۲۰۷۷) بیهقی (۲۹۲/٤) طیالسی (۱٤۹۷)]

کہ میرا عمل اس حال میں اٹھایا جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔“ (۱)

(3) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أن رسول الله ﷺ لم يكن يصوم من السنة شهرا تاما إلاشعبان يصل به رمضان ﴾

”رسول اللہ ﷺ شعبان‘ جس کے ساتھ رمضان متصل ہوتا ہے‘ کے سوا سال کے کسی مہینے کے مکمل (دنوں میں) روزے نہیں رکھتے تھے۔“ (۲)

○ جس روایت میں ہے ”رمضان کے بعد سب سے افضل روزے شعبان کے ہیں۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۳)

نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا ممنوع ہے

جس شخص کی پہلے سے روزے رکھنے کی عادت نہیں ہے وہ نصف شعبان کے بعد روزے نہ رکھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

﴿ إذا انتصف شعبان فلا تصوموا ﴾

”جب نصف شعبان ہو جائے تو روزے نہ رکھو۔“ (٤)

سوموار اور جمعرات کا روزہ

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أن النبي ﷺ كان يتحرى صيام الإثنين والخميس ﴾

”نبی ﷺ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔“ (٥)

(2) حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

---

(۱) [صحيح : صحيح نسائي (۲۲۲۱) كتاب الصيام : باب صوم النبي ﷺ بأبي هو وأمي ' نسائي (۲۳۵۹) تمام المنة (ص/٤١٢) صحيح الترغيب (۱۰۰۸)]

(۲) [صحيح : صحيح أبو داود (۲۰٤۸) كتاب الصوم : باب فيمن يصل شعبان برمضان ' أبو داود (۲۳۳٦) ترمذي (۷۳٦) نسائي (۲۰۰/٤) ابن ماجة (۱٦٤۸) أحمد (۳۱۱/٦)]

(۳) [ضعيف : ضعيف ترمذي (۱۰٤) كتاب الزكاة : باب ماجاء في فضل الصدقة ' إرواء الغليل (۸۸۹) ترمذي (٦٦۳)]

(٤) [صحيح : صحيح أبو داود (۲۰٤۹) كتاب الصوم : باب في كراهية في ذلك ' أبو داود (۲۳۳۷) ترمذي (۷۳۸) ابن ماجة (۱٦٥۱) أحمد (٤٤۲/۲) ابن أبي شيبة (۲۱/۳)]

(٥) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱٤۱٤) كتاب الصيام : باب صيام يوم الاثنين والخميس ' أحمد (۸۰/٦) ترمذي (۷٤٥) نسائي (۱٥۲/٤) ابن حبان (۳٦٤۳) ابن خزيمة (۲۱۱٦)]

﴿ أن النبي ﷺ كان يصوم يوم الإثنين والخميس وسئل عن ذلك فقال : إن أعمال العباد تعرض يوم الاثنين والخميس ﴾

نبی کریم ﷺ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ سے ان دنوں کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: سوموار اور جمعرات کو بندوں کے اعمال (اللہ کے حضور) پیش کیے جاتے ہیں۔''(۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ تعرض الأعمال كل اثنين وخميس فأحب أن يعرض عملي وأنا صائم ﴾

''ہر سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل پیش کیا جائے تو میں روزہ دار ہوں۔''(۲)

(4) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ سئل عن صوم يوم الإثنين ؟ فقال : ذلك يوم ولدت فيه وأنزل علي فيه ﴾

''نبی ﷺ سے سوموار کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایسا دن ہے کہ جس میں میں پیدا ہوا اور جس میں مجھ پر نزول قرآن (شروع) ہوا۔''(۳)

(5) سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار اور جمعرات کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

﴿ إن يوم الاثنين والخميس يغفر الله فيهما لكل مسلم إلا مهتجرين يقول دعهما حتى يصطلحا ﴾

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (۲۱۲۸) كتاب الصوم : باب في صوم الإثنين والخميس، أبو داود (۲٤۳٦) نسائي (۲۰۱/٤) كتاب الصيام : باب صوم النبي بأبي هو وأمي، طيالسي (۱۹۳/۱) كتاب الصيام : باب ما جاء في صيام أيام الاثنين والخميس، بيهقي (۲۹۳/٤) كتاب الصيام : باب صوم يوم الاثنين والخميس، احمد (۲۰۱/٥) ابن خزيمة (۲۹۹/۳)]

(۲) [صحيح : صحيح ترمذي (٥۹٦) كتاب الصوم : باب صوم يوم الإثنين والخميس، أحمد (۲٦۸/۲) ترمذي (۷٤۷) ابن ماجة (۱۷٤۰) كتاب الصيام : باب صيام يوم الاثنين والخميس، دارمي (۱۷٥۸) ابن حبان (۳٦٤٤) ابن خزيمة (۲۱۲۰) عبد الرزاق (۷۹۱٤) حميدي (۹۷٥)]

(۳) [أحمد (۲۹٦/٥) مسلم (۱۱٦۲) كتاب الصيام : باب استحباب ثلاثة أيام من كل شهر ......، أبو داود (۲٤۲٦) نسائي (۲۰۷/٤) ابن خزيمة (۲۱۱۷) ابن حبان (۳٦٤۲) بيهقي (۲۸٦/٤) ابن أبي شيبة (۷۸/۳)]

''بلا شبہ سوموار اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بخش دیتے ہیں مگر ان دو افراد کو نہیں بخشتے جو کسی معاملے پر ایک دوسرے سے قطع تعلق ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ انہیں چھوڑ دو حتی کہ یہ صلح کر لیں۔'' (١)

(شوکانیؒ) باب کی احادیث سوموار اور جمعرات کے روزے کے مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ (٢)

ایام بیض کے روزے

(1) حضرت ملحان قیسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كان رسول الله ﷺ يأمرنا أن نصوم البيض ثلاث عشرة وأربع عشرة وخمس عشرة قال وقال هن كهيئة الدهر ﴾

''رسول اللہ ﷺ ہمیں ایام بیض یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ہمیشہ کے روزوں کی مانند ہیں۔'' (٣)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كان رسول الله ﷺ لا يفطر أيام البيض في حضر ولا سفر ﴾

''رسول اللہ ﷺ ایام بیض کے روزے نہ تو حضر میں چھوڑتے تھے اور نہ سفر میں۔'' (٤)

(3) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ كان رسول الله ﷺ يصوم يعني من غرة كل شهر ثلاثة أيام ﴾

''رسول اللہ ﷺ ہر ماہ کے تین روشن ایام (یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) میں روزہ رکھا کرتے تھے۔'' (٥)

---

(١) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١٤١٥) كتاب الصيام : باب صيام يوم الاثنين والخميس، ابن ماجة (١٧٤٠) حافظ بوصیریؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [مصباح الزجاجة (٣١/٢)]

(٢) [نيل الأوطار (٢٢٩/٣)]

(٣) [صحيح : صحيح أبو داود (٢١٣٩) كتاب الصوم : باب في صوم الثلاث من كل شهر، أبو داود (٢٤٤٩) مسلم (١١٦٢) نسائي (٢٤٣٢) ابن ماجة (١٧٠٧)]

(٤) [حسن : الصحيحة (٥٨٠) هداية الرواة (٣٤٧/٢) نسائي (٢٣٤٧) كتاب الصوم : باب صوم النبي ﷺ بأبي هو وأمي وذكر اختلاف الناقلين، طبراني كبير (١٢٣٢٠) الضياء المقدسي في المختارة (١٠٠)]

(٥) [حسن : صحيح ابو داود (٢١٤٠) كتاب الصيام : باب في صوم الثلاث من كل شهر، ابو داود (٢٤٥٠) نسائي (٢٠٤/٤) ترمذي (٧٤٢) وفي الشمائل (٣٠٤) احمد (٤٠٦/١) ابن خزيمة (٢١٢٩) ابن حبان (٣٦٤١) طيالسي (٣٦٠) بيهقي (٢٩٤/٤) شرح السنة للبغوي (٥٢٨/٣)]

(4) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ يا أبا ذر! إذا صمت من الشهر ثلاثة أيام فصم ثلاث عشرة وأربع عشرة وخمس عشرة ﴾

''اے ابوذر! جب تو مہینے میں تین روزے رکھے تو (چاند کی) تیرہ' چودہ اور پندرہ (تاریخ کو) روزے رکھ۔''(۱)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أوصاني خليلي بثلاث : صيام ثلاثة أيام من كل شهر ' وركعتي الضحى ' وأوتر قبل أن أنام ﴾

''میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین وصیتیں فرمائی تھیں: کہ میں ہر ماہ تین دن کے روزے رکھ لیا کروں' نماز چاشت کی دو رکعتیں ادا کیا کروں اور سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کروں۔''(۲)

(6) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ من صيام من كل شهر ثلاثة أيام فذلك صيام الدهر فأنزل الله عزوجل تصديق ذلك في كتابه " مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا " [الأنعام : ١٦٠] اليوم بعشرة أيام ﴾

''جس نے ہر ماہ تین روزے رکھے تو یہ ہمیشہ کے روزوں کی مانند ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہے کہ ''جو ایک نیکی لائے گا اس کے لیے اس کے دس گنا اجر ہوگا۔'' یعنی ایک دن دس دنوں کے برابر ہے۔''(۳)

ایام بیض کا معنی شارع علیہ السلام نے خود ہی متعین فرما دیا ہے یعنی ہر ماہ چاند کی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کے دن۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(ابن قدامہؒ) ایام بیض جن میں روزے رکھنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی ہے وہ (چاند کی) تیرہ' چودہ

---

(۱) [حسن صحيح : صحيح ترمذى (٦٠٨) كتاب الصوم : باب فى صوم ثلاثة من كل شهر' إرواء الغليل (٩٤٧) ترمذى (٧٦١) نسائى (٢٢٢/٤) ابن خزيمة (٢١٢٨) أحمد (١٥٢/٥) ابن حبان (٣٦٥٥) حميدى (١٣٧) عبد الرزاق (٧٨٧٣) بيهقى (٢٩٤/٤)]

(۲) [بخارى (١٩٨١) كتاب الصوم : باب صيام أيام البيض ثلاث عشرة وأربع عشرة وخمس عشرة' مسلم (٧٢١) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب استحباب صلاة الضحى' أبو داود (١٤٣٢) كتاب الصلاة : باب فى الوتر قبل النوم' ابن حبان (٢٥٣٦) كتاب الصلاة' احمد (٤٥٩/٢) نسائى (٢٢٩/٣) كتاب قيام الليل وتطوع النهار' دارمى (١٨/٢) بيهقى (٤٧/٣)]

(۳) [صحيح : صحيح ترمذى (٦٠٩) أيضا' ترمذى (٧٦٢) أحمد (١٤٥/٥) نسائى (٢١٩/٤) ابن ماجة (١٧٠٨)]

(٤) [شرح مسلم للنووى (٣٠٨/٤) فتح البارى (٧٤٩/٤) نيل الأوطار (٢٣٥/٣)]

اور پندرہ تاریخ ہے۔ ہر ماہ تین دن روزے رکھنا مستحب ہے اور ہمیں اس میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔(۱)

ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن چھوڑنا

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿أخبر رسول الله ﷺ أني أقول والله لأصومن النهار ولأقومن الليل ما عشت فقلت له قد قلته بأبي أنت وأمي، قال: فإنك لا تستطيع ذلك، فصم وأفطر، وقم ونم، وصم من الشهر ثلاثة أيام فإن الحسنة بعشر أمثالها وذلك مثل صيام الدهر، قلت: إني أطيق أفضل من ذلك، قال فصم يوما وأفطر يومين، قلت: إني أطيق أفضل من ذلك، قال: فصم يوما وأفطر يوما فذلك صيام داود عليه السلام وهو أفضل الصيام فقلت: إني أطيق أفضل من ذلك، فقال النبي ﷺ لا أفضل من ذلك﴾

''رسول اللہ ﷺ تک میری یہ بات پہنچائی گئی کہ خدا کی قسم! زندگی بھر میں دن میں روزے رکھوں گا اور ساری رات عبادت کروں گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، ہاں میں نے ایسا کہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لیکن تیرے اندر اس کی طاقت نہیں، اس لیے روزہ رکھ بھی اور چھوڑ بھی، اور قیام بھی کر اور سو بھی اور مہینے میں تین دن روزے رکھا کر۔ نیکیوں کا بدلہ دس گنا ملتا ہے اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھ اور دو دن روزہ چھوڑا کر۔ میں نے کہا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن چھوڑ، یہ داود علیہ السلام کا روزہ ہے اور روزے کا سب سے افضل طریقہ یہی ہے۔ میں نے پھر کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی روزہ نہیں۔''(۲)

(ابن قدامہؒ) سب سے افضل روزے یہ ہیں کہ تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن چھوڑ دو۔(۳)

راہِ جہاد میں روزہ رکھنا

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) [المغني لابن قدامة (٤٤٥/٤)]

(۲) [بخاري (١٩٧٦) كتاب الصوم: باب صوم الدهر، مسلم (١١٥٩) أحمد (١٨٧/٢) ابن خزيمة (٢١٠٦) ابن حبان (٣٥٧١) طحاوي (٨٥/٢) طيالسي (٢٢٥٥) عبد الرزاق (٧٨٦٢) بيهقي (١٦/٣)]

(۳) [المغني لابن قدامة (٤٤٥/٤)]

﴿ من صام يوما في سبيل الله بعّد الله وجهه عن النار سبعين خريفا ﴾
”جس شخص نے اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو ستر سال کے لیے جہنم کی آگ سے دور کر دیں گے۔“ (۱)

(2) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
﴿ من صام يوما في سبيل الله جعل الله بينه وبين النار خندقا كما بين السماء والأرض ﴾
”جس نے اللہ کے راستے میں ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور (جہنم کی) آگ کے درمیان خندق بنا دیں گے جیسے آسمان و زمین کے درمیان ہے۔“ (۲)

لفظ " في سبيل الله " جب مطلقا بولا جائے تو اس سے مراد راہِ جہاد ہی ہوتا ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ بھی اس حدیث کو " كتاب الجهاد " میں لائے ہیں۔

(شوکانیؒ) یہ (یعنی مندرجہ بالا) حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مجاہد کے لیے (نفلی) روزہ رکھنا مستحب ہے کیونکہ " في سبيل الله " سے مراد جہاد ہے۔(۳)

لہٰذا ثابت ہوا کہ دوران جہاد ایک روزہ رکھنے کا یہ ثواب ہے لیکن اگر روزہ رکھنے سے کمزوری آ جائے اور جہاد میں نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

(نوویؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

ہفتے اور اتوار کا اکٹھا روزہ

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہفتے اور اتوار کو اکثر اوقات روزہ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ

﴿ إنهما يوما عيد للمشركين فأنا أريد أن أخالفهم ﴾

(۱) [بخاری (۲۸٤۰) كتاب الجهاد والسير : باب فضل الصوم في سبيل الله ' مسلم (۱۱۵۳) ترمذی (۱٦۲۳) نسائی (٤/۱۷۲) ابن ماجة (۱۷۱۷) ابن خزيمة (۲۱۱۲) دارمی (۲٤۰٤) عبد بن حميد (۹۷۷)]

(۲) [صحيح : صحيح ترمذی ' ترمذی (۱٦۲٤) كتاب فضائل الجهاد : باب ما جاء في فضل الصوم في سبيل الله]

(۳) [نيل الأوطار (۳/۲۳۹)]

(٤) [شرح مسلم للنووی (٤/۲۷۹)]

”یہ دونوں دن مشرکوں کی عید کے دن ہیں اور میں ان کی مخالفت کرنا چاہتا ہوں۔“ (۱)

نفلی روزہ انسان جب چاہے افطار کرسکتا ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ دخل علی النبی ﷺ ذات یوم فقال : هل عندکم شیئ ؟ فقلنا : لا ' قال : فإنی إذن صائم ' ثم أتانا یوما آخر فقلنا : یا رسول الله ! أهدی لنا حیس فقال : أرینیه فلقد أصبحت صائما فأکل ﴾

”ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور کہا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا ”نہیں“۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”میں تو پھر روزہ دار ہوں۔“ پھر ایک دوسرے دن آپ ﷺ ہمارے پاس آئے تو میں نے کہا' اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں حلوہ بطور ہدیہ دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بھی دکھاؤ۔ بیشک میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے (حلوہ) کھالیا۔“ (۲)

(2) حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ آخی النبی ﷺ بین سلمان وأبی الدرداء فزار سلمان أبا الدرداء فرأی أم الدرداء متبذلة فقال لها : ما شأنك ' قالت : أخوك أبو الدرداء لیس له حاجة فی الدنیا ' فجاء أبو الدرداء فصنع له طعاما فقال کل ' قال فإنی صائم ' قال ما أنا بآکل حتی تأکل ' قال : فأکل ' فلما کان اللیل ذهب أبو الدرداء یقوم ' قال : نم ' فنام ' ثم ذهب یقوم ' فقال نم ' فلما کان من آخر اللیل قال سلمان : قم الآن فصلیا ' فقال له سلمان : إن لربك علیك حقا ' ولنفسك علیك حقا ' ولأهلك علیك حقا ' فأعط کل ذی حق حقه ' فأتی النبی ﷺ فذکر ذلك له ' فقال النبی ﷺ صدق سلمان ﴾

”نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ میں (ہجرت کے بعد) بھائی چارہ کرایا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئے تو ان کی بیوی حضرت اُم درداء

(۱) [صحیح : نسائی فی الکبری (۱٤٦/۲)' (۲۷۷٥) ابن خزیمة (۲۱٦۷) ابن حبان (۳٦۱٦) أحمد (۳۲۳/٦) طبرانی کبیر (۲۳۸/۲۳) حاکم (٤۳٦/۱)] امام ہیثمیؒ نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔[المجمع (۱۹۸/۳)] امام حاکمؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے جب کہ امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ حازم علی قاضی نے اسے صحیح کہا ہے۔[التعلیق علی سبل السلام (۹۰٦/۲)] شیخ صبحی حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔[التعلیق علی سبل السلام (۱۷٥/٤)]

(۲) [مسلم (۱۱٥٤) کتاب الصیام : باب جواز صوم النافلة بنیة من النهار.....' أحمد (۲۰۷/٦) أبو داود (۲٤٥٥) ترمذی (۷۳٤) نسائی (۱۹٤/٤) شرح معانی الآثار (۱۰۹/۲) دار قطنی (۱۷۲/۲) بیهقی (۲۷٥/٤) عبد الرزاق (۷۷۹۳)]

کو بہت پھٹے پرانے حال میں دیکھا۔ ان سے دریافت کیا کہ ایسی حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ اُم درداء نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابو درداء ایسے ہیں کہ انہیں دنیا میں کوئی حاجت ہی نہیں۔ پھر ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور ان کے سامنے کھانا پیش کیا اور کہا کہ کھانا کھاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میں تو روزہ دار ہوں۔ اس پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم خود بھی شریک نہ ہو گے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ کھانے میں شریک ہو گئے (اور اپنا نفلی روزہ توڑ دیا)۔ جب رات ہوئی تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لیے بیدار ہوئے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر (کچھ دیر بعد) وہ قیام کرنے لگے تو سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا اب اٹھ جاؤ۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے رب کا تم پر حق ہے' تمہاری جان کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ لہٰذا ہر حق والے کو اس کا حق ادا کرو۔ جب حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا ہے۔'' (۱)

(3) حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی پینے کی چیز پیش کی گئی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پیا اور پھر وہ برتن مجھے پکڑا دیا لہٰذا میں نے بھی اس سے پیا۔ پھر میں نے کہا کہ میں گناہ کر بیٹھی ہوں آپ میرے لیے استغفار کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا:

﴿ کنت صائمة فأفطرت فقال أمن قضاء کنت تقضیه ؟ قالت : لا ' قال : فلا یضرك ﴾

''میں روزہ دار تھی اور میں نے (آپ کا جوٹھا پانی پینے کے لیے) روزہ توڑ دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم کسی روزے کی قضاء دے رہی تھی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر کوئی حرج نہیں۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ نفلی روزہ تھا تو کوئی حرج نہیں۔ (۲)

(4) جامع ترمذی کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

﴿ الصائم المتطوع أمیر نفسه إن شاء صام وإن شاء أفطر ﴾

(۱) [بخاری (۱۹۶۸ ' ۶۱۳۹) کتاب الصوم : باب من أقسم علی أخیه لیفطر فی التطوع..... ' ترمذی (۲۴۱۳)]

(۲) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۱۴۵) کتاب الصیام : باب فی الرخصة فیه ' ابو داود (۲۴۵۶) ترمذی (۷۳۱) کتاب الصوم : باب ما جاء فی إفطار الصائم المتطوع]

''نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا مالک ہوتا ہے یعنی اگر چاہے تو روزہ مکمل کر لے اور اگر چاہے تو توڑ دے۔''(۱)

(شوکانیؒ) باب کی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس نے نفلی روزہ رکھا ہو وہ روزہ توڑ سکتا ہے بالخصوص جب وہ کسی مسلمان کی کھانے کی دعوت میں ہو۔(۲)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

❏ نفلی روزہ توڑنے والے شخص پر اس روزے کی قضاء دینا ضروری نہیں بلکہ اسے اختیار ہے اگر وہ پسند کرے تو قضاء دے لے اور اگر نہ چاہے تو نہ دے' دونوں طرح درست ہے۔ نیز اس مسئلے کی مزید تفصیل گذشتہ ''روزوں کی قضاء کے بیان'' کے تحت گزر چکی ہے' تفصیل کا طالب اس کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

(سعودی مجلس افتاء) نفلی روزہ رکھنے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ روزے کے درمیان میں روزہ چھوڑ دے اور اس پر کوئی قضاء نہیں۔(٤)

عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لايحل للمرأة أن تصوم وزوجها شاهد إلا بإذنه ﴾

''کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ روزہ رکھے جبکہ اس کا خاوند گھر میں ہو الا کہ شوہر اس کی اجازت دے۔''

سنن ابی داود کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں ﴿ في غير رمضان ﴾ ''رمضان کے علاوہ اور دنوں میں۔''(٥)

(نوویؒ) اس حدیث میں مذکور روزے کو نفلی اور مستحب روزے پر محمول کیا جائے گا کہ جس کے لیے کوئی خاص وقت متعین نہیں۔ اور یہ ممانعت حرمت کے لیے ہے (یعنی عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا حرام ہے جبکہ شوہر عورت کے پاس موجود ہو)۔(٦)

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی ' ترمذی (۷۳۲) كتاب الصيام : باب ما جاء فی إفطار الصائم المتطوع]
(۲) [نيل الأوطار (۳/۲٤۲)]
(۳) [تحفة الأحوذی (۳/٤۹۰)]
(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۳۸۸)]
(٥) [بخاری (٥۱۹٥) كتاب النكاح : باب لا تأذن المرأة فی بيت زوجها لأحد إلا بإذنه ' أبو داود (۲٤٥۸) مسلم (۱۰۲٦) كتاب الزكاة : باب ما أنفق العبد من مال مولاه ' أحمد (۲/۳۱٦) بيهقی (٤/۱۹۲) شرح السنة (۱٦۹٤) عبدالرزاق (۷۸۸٦)]
(٦) [شرح مسلم للنووی (٤/۳٥۱)]

(2) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ :

﴿جاءت امرأة إلى النبي ﷺ ونحن عنده فقالت يا رسول الله إن زوجي صفوان بن معطل يضربني إذا صليت ويفطرني إذا صمت ولا يصلي صلاة الفجر حتى تطلع الشمس قال وصفوان عنده قال فسأله عما قالت فقال يا رسول الله أما قولها يضربني إذا صليت فإنها تقرأ بسورتين وقد نهيتها قال فقال لو كانت سورة واحدة لكفت الناس وأما قولها يفطرني فإنها تنطلق فتصوم وأنا رجل شاب فلا أصبر فقال رسول الله ﷺ يومئذ لا تصوم المرأة إلا بإذن زوجها وأما قولها إني لا أصلي حتى تطلع الشمس فإنا أهل بيت قد عرف لنا ذاك لا نكاد نستيقظ حتى تطلع الشمس قال فإذا استيقظت فصل﴾

''ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اس وقت ہم بھی آپ ﷺ کے پاس تھے' وہ کہنے لگی اے اللہ کے رسول! میرا شوہر صفوان بن معطل' جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتا ہے' جب میں روزہ رکھتی ہوں تو میرا روزہ تڑوا دیتا ہے اور نماز فجر طلوع آفتاب کے بعد ادا کرتا ہے۔ راوی نے بیان کیا کہ صفوان بھی آپ ﷺ کے پاس موجود تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے وہ باتیں پوچھیں جو اس عورت نے کہی تھیں۔ تو اس نے کہا اے اللہ کے رسول! اس کی یہ بات کہ جب میں نماز پڑھتی ہوں یہ مجھے مارتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نماز میں دو سورتیں پڑھتی ہے (اور اتنی دیر مجھے چھوڑے رکھتی ہے) حالانکہ میں نے اسے دو سورتیں پڑھنے سے منع بھی کیا تھا۔ اگر ایک سورت پڑھ لی جائے تو وہ بھی لوگوں کو کافی ہو جاتی ہے۔ صفوان نے کہا کہ اس کی یہ بات کہ یہ میرا روزہ تڑوا دیتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ روزے رکھنا شروع ہو جاتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں' مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔ صفوان نے کہا اس کی یہ بات کہ میں طلوع آفتاب کے بعد نماز فجر ادا کرتا ہوں' اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اہل پیشہ لوگ ہیں اور ہماری یہ عادت بن چکی ہے (کہ رات کے آخری حصے میں سوتے ہیں) اس لیے صبح طلوع آفتاب تک نہیں اٹھ سکتے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم اٹھو اسی وقت نماز ادا کر لیا کرو۔''(۱)

(ابن حجر ہیثمیؒ) شوہر حاضر ہو اور اس کی رضامندی کے بغیر عورت کے لیے نفلی روزہ رکھنا کبیرہ گناہ ہے۔(۲)

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود (۲۱٤۷) کتاب الصیام : باب المرأة تصوم بغیر إذن زوجها' ابو داود (۲٤٥۹) الصحیحة (۷٥۲/۱)]

(۲) [الزواجر لابن حجر الهیثمی (٤۳۱/۱)]

حرام مہینوں اور ماہ رجب میں روزوں کے متعلق کچھ ثابت نہیں

(شیخ حسین بن عودہ) حرام مہینوں کی تخصیص میں کچھ بھی ثابت نہیں۔ اور اس ضمن میں جو حدیث مروی ہے وہ ضعیف ہے (جیسا کہ شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے)۔(۱)

باقی صرف وہی روزے رہ جاتے ہیں جن کے متعلق نصوص موجود ہیں مثلاً سوموار اور جمعرات کا روزہ اور ایام بیض کے روزے وغیرہ۔

اسی طرح ماہ رجب کے روزوں کے متعلق بھی کوئی دلیل ثابت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی خاص فضیلت ثابت ہے۔(۲)

خرشہ بن حر بیان کرتے ہیں کہ

﴿ رأيت عمر يضرب أكف المترجبين حتى يضعوها في الطعام ويقول كلوا فإنما هو شهر كانت تعظمه الجاهلية ﴾

''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ ماہ رجب میں روزہ رکھنے والوں کے ہاتھوں پر مارتے تھے حتی کہ وہ اپنے ہاتھ کھانے میں داخل کرتے (اور روزے توڑ دیتے) اور عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ایسا مہینہ ہے جس کی جاہلیت کے لوگ تعظیم کیا کرتے تھے۔''(۳)

ایک روایت میں ہے کہ

﴿ عن ابن عمر : أنه كان إذا رأى الناس وما يعدونه لرجب كرهه ﴾

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب لوگوں اور رجب کے لیے ان کی تیار کردہ اشیاء دیکھتے تو ناپسند کرتے۔''(٤)

(ابن تیمیہؒ) خاص طور پر ماہ رجب کے روزے کے متعلق تمام احادیث ضعیف ہیں بلکہ موضوع و من گھڑت ہیں۔ اہل علم ان میں سے کسی پر بھی اعتماد نہیں کرتے۔(٥)

(ابن قدامہؒ) صرف ماہ رجب کے ہی روزے رکھنا مکروہ ہے۔(٦)

(سعودی مجلس افتاء) سوموار اور جمعرات کا روزہ ماہ رجب یا ماہ شعبان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ سال کے تمام

(۱) [تمام المنة (ص/٤١٣) ضعيف ابو داود (٥٢٦)]
(۲) [الموسوعة الفقهية الميسرة (٢٦٢/٣)]
(۳) [صحيح : إرواء الغليل (٩٥٧) رواه ابن ابي شيبة]
(٤) [صحيح : إرواء الغليل (٩٥٨) رواه ابن أبي شيبة]
(٥) [مجموع الفتاوى (٢٩٠/٢٥)]
(٦) [المغني لابن قدامة (٤٢٩/٤)]

مہینوں میں مستحب ہے۔(۱)

نفلی روزے کی نیت طلوع فجر سے پہلے کرنا لازم نہیں

کیونکہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دن میں نفل روزے کی نیت کی اور روزہ رکھ لیا۔اس لیے نفلی روزے کے لیے زوال سے پہلے پہلے نیت کر لینے سے روزہ ہو جاتا ہے۔اس مسئلے کی مزید تفصیل گزشتہ ''روزوں کے آداب کے بیان'' کے تحت گزر چکی ہے۔

کیا فرض روزوں کی قضاء سے پہلے نفل روزے رکھے جا سکتے ہیں؟

(سعودی مجلس افتاء) جس نے اپنے اوپر فرض روزوں کی قضاء سے پہلے نفل روزے رکھ لیے پھر فرض روزوں کی قضاء دی تو اس کی قضاء کفایت کر جائے گی لیکن مناسب یہ ہے کہ پہلے وہ فرض روزوں کی قضاء دے پھر نفلی روزے رکھے کیونکہ فرض زیادہ اہم ہے۔(۲)

(۱) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۴۰۰)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۳۸۳)]

باب الأيام المنهى عن صيامها — جن ایام کے روزے ممنوع ہیں

عیدین کا روزہ رکھنا حرام ہے

(1) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ نهى رسول الله عن صوم يوم الفطر والنحر ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے سے منع فرمایا ہے۔''(۱)

(2) ابن ازہر کے غلام ابو عبید نے بیان کیا کہ

﴿ شهدت العيد مع عمر بن الخطاب رضي الله عنه فقال : هذان يومان نهى رسول الله عن صيامهما : يوم فطركم من صيامكم واليوم الآخر تأكلون فيه من نسككم ﴾

''میں عید کے دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ دو دن ایسے ہیں جن کے روزوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ (ماہ رمضان کے) روزوں کے بعد افطار کا دن (یعنی عید الفطر کا دن) اور دوسرا دن وہ جس میں تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو (یعنی عید الاضحیٰ کا دن)۔''(۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ يُنهى عن صيامين : الفطر والنحر ﴾

''دو روزوں سے منع کیا گیا ہے: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے سے۔''(۳)

(4) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لا صوم في يومين : الفطر والأضحى ﴾

---

(۱) [بخاری (۱۹۹۱) كتاب الصوم : باب صوم يوم الفطر ' مسلم (۱۱۳۸) كتاب الصيام : باب النهى عن صوم يوم الفطر ويوم الأضحى ' أحمد (۳٤/۳) شرح السنة (٤٥١) ابن ماجة (۱۷۲۱)]

(۲) [بخاری (۱۹۹۰) كتاب الصوم : باب صوم يوم الفطر ' مسلم (۱۱۳۷) كتاب الصيام : باب النهى عن صوم يوم الفطر ويوم الاضحى ' ابو داود (۲٤۱٦) ترمذی (۷۷۱) ابن ماجة (۱۷۲۲) مؤطا (۱۷۸/۱) ابن حبان (۳٦۰۰) ابن الجارود (٤۰۱) بيهقى (۲۹۷/٤) شرح السنة للبغوى (۱۷۸۹)]

(۳) [بخاری (۱۹۹۳) كتاب الصوم : باب الصوم يوم النحر ' مسلم (۱۱۳۸) كتاب الصيام : باب النهى عن صوم يوم الفطر ويوم الاضحى ' مؤطا (۳۰۰/۱) شرح السنة للبغوى (۱۷۸۸) احمد (٥۱۱/٤) ابن حبان (۳٥۹۸) بيهقى (۲۹۷/٤)]

"عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔" (۱)

(نوویؒ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ ہر حال میں ان دونوں دنوں کا روزہ حرام ہے خواہ انسان ان دنوں میں نذر کا روزہ رکھے یا نفلی روزہ رکھے یا کفارے کا روزہ رکھے یا اس کے علاوہ کوئی اور روزہ رکھے۔ (۲)

(ابن قدامہؒ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ عیدین کے دونوں دنوں میں روزہ رکھنا ممنوع و حرام ہے خواہ نفلی روزہ ہو نذر کا ہو قضاء کا ہو یا کفارے کا ہو۔ (۳)

(ابن حجر ہیتمیؒ) عیدین کو دنوں میں روزہ رکھنا کبیرہ گناہ ہے۔ (٤)

(جمہور، شافعیؒ) عیدین کے دنوں میں روزے کی نذر منعقد نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کی قضا لازم ہے۔

(ابوحنیفہؒ) نذر منعقد ہو جاتی ہے اور ان دنوں کی قضا بھی لازم ہے لہٰذا اگر کوئی ان دنوں میں نذر کا روزہ رکھ لے تو درست ہے۔ (٥)

(سعودی مجلس افتاء) عیدین کے دونوں دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ (٦)

عیدین کے دوسرے یا تیسرے دن روزہ رکھنے کا حکم

یاد رہے کہ عید کے دوسرے روز شوال کا یا قضاء کا روزہ رکھنا درست ہے کیونکہ عید کا صرف ایک دن ہے اور لوگوں میں جو یہ معروف ہو چکا ہے کہ عید کے تین دن ہیں اس کے متعلق شریعت میں کوئی نص موجود نہیں لہٰذا دو یا تین شوال کو روزہ رکھنا جائز ہے۔

ایام تشریق کا روزہ رکھنا حرام ہے

(1) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

﴿كل فهذه الأيام التي كان رسول الله ﷺ يأمرنا بإفطارها وينهانا عن صيامها ' قال مالك وهي أيام التشريق﴾

(۱) [بخاری (۱۹۹٥) كتاب الصوم : باب الصوم يوم النحر]

(۲) [شرح مسلم للنووی (٢٧١/٤) نيل الأوطار (٢٤٦/٣)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (٤٢٤/٤)]

(٤) [الزواجر لابن حجر الهيثمی (٤٣٢/١)]

(٥) [المغنی (٣٩٨/٤) الحاوی (٤٥٥/٣) الأم (١٤٤/٢) بدائع الصنائع (٧٨/٢) المبسوط (٩٥/٣) الكافی (ص/١٢٨) بداية المجتهد (٢١٥/١) نيل الأوطار (٢٤٦/٣)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٤٠٥/١٠)]

''کھاؤ'ان دنوں میں رسول اللہ ﷺ ہمیں روزہ چھوڑنے کا حکم دیا کرتے تھے اور روزہ رکھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ان دنوں سے مراد ایام تشریق (یعنی گیارہ'بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کے دن) ہیں۔''(١)

(2) نبیشہ ہذلی کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

﴿ أيام التشريق أيام أكل وشرب ﴾

''ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں۔''(٢)

(3) صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ اعلان کروایا:

﴿ أنه لا يدخل الجنة إلا مؤمن' وأيام منى أيام أكل وشرب ﴾

''بلاشبہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوگا اور ایام منی (یعنی 13,12,11 ذوالحجہ کے دن) کھانے پینے کے دن ہیں۔''(٣)

(ابن حزمؒ) ایام تشریق میں روزے جائز نہیں۔(٤)

(ابن قدامہؒ) ایام تشریق میں روزہ رکھنا ممنوع ہے۔(٥)

(ابن حجر ہیثمیؒ) ایام تشریق میں روزہ رکھنا کبیرہ گناہ ہے۔(٦)

حج تمتع کرنے والے کے لیے ایام تشریق میں روزوں کا حکم

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ لم يرخص في أيام التشريق أن يصمن إلا لمن لم يجد الهدى ﴾

''کسی کو ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں مگر اس کے لیے جسے قربانی کی طاقت نہ ہو۔''(٧)

(١) [صحيح : صحيح أبو داود (٢١١٣) كتاب الصيام : باب صيام أيام التشريق' أبو داود (٢٤١٨) أحمد (١٩٧/٤) دارمي (٢٤/٢) طحاوي (٢٤٤/٢) حاكم (٤٣٥/١) بيهقي (٢٩٧/٤) ابن خزيمة (٢١٤٩)]

(٢) [مسلم (١١٤١) كتاب الصيام : باب تحريم صوم أيام التشريق' أبو داود (٢٨١٣) نسائي (١٧٠/٧) أحمد (٧٥/٥) طحاوي (٢٤٥/٢) بيهقي (٢٩٧/٤)]

(٣) [مسلم (١١٤٢) كتاب الصيام : باب تحريم صوم أيام التشريق' احمد (٤٦٠/٣)]

(٤) [المحلى بالآثار (٤٥١/٤)]

(٥) [المغني لابن قدامة (٤٢٥/٤)]

(٦) [الزواجر لابن حجر الهيثمي (٤٣٢/١)]

(٧) [بخاري (١٩٩٧' ١٩٩٨) كتاب الصوم : باب صيام أيام التشريق]

(2) حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ كانت عائشة رضى الله عنها تصوم أيام منى و كان أبوه يصومها ﴾

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایام منیٰ (یعنی ایام تشریق) کے روزے رکھتی تھیں' اور ہشام کے والد عروہ بھی روزہ رکھتے تھے۔'' (۱)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ الصيام لمن تمتع بالعمرة إلى الحج إلى يوم عرفة ' فإن لم يجد هديا ولم يصم صام أيام منى ﴾

''جو حاجی حج اور عمرہ کے درمیان تمتع کرے' اسی کو یوم عرفہ تک روزہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن اگر قربانی کی طاقت نہ ہو اور نہ اس نے روزہ رکھا تو ایام منیٰ (ایام تشریق) میں بھی روزہ رکھ لے۔'' (۲)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ حج تمتع کرنے والا شخص اگر قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ منی میں رہنے کے دنوں میں روزے رکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کے لیے ان ایام میں روزے رکھنے کی اجازت نہیں۔ امام بخاریؒ بھی اسی کے قائل ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے صرف جواز کی احادیث ہی نقل فرمائی ہیں اور جن احادیث میں ممانعت ہے وہ ذکر نہیں کیں۔

(ابن حجرؒ) انہوں نے بھی اسی مؤقف کو ترجیح دی ہے۔ (۳)

(شوکانیؒ) یہی مذہب سب سے زیادہ قوی ہے۔ (٤)

تاہم فقہاء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے:

(شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) کسی کے لیے بھی ایام تشریق میں روزے رکھنا جائز نہیں۔

(مالکؒ) وہ حج تمتع کرنے والا جو قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو ایام تشریق میں روزے رکھ سکتا ہے (امام شافعیؒ کا قدیم قول یہی ہے)۔ (٥)

(راجح) امام مالکؒ وغیرہ کا مؤقف راجح ہے۔

---

(۱) [بخاری (۱۹۹٦) كتاب الصيام : باب صيام أيام التشريق]

(۲) [بخاری (۱۹۹۹) كتاب الصوم : باب صيام أيام التشريق]

(۳) [فتح البارى (٧٦٨/٤)]

(٤) [نيل الأوطار (٢٤٩/٣)]

(٥) [المغنى لابن قدامة (١٦٩/٣) كشاف القناع (٣٤٢/٢) الإنصاف فى معرفة الراجح من الخلاف (٣٥١/٣) الأم للشافعى (١٠٤/٢) مغنى المحتاج (٤٣/١) المهذب (١٨٩/١) الخرشى (٢٦٥/٢) المدونة الكبرى (٣٨٩/١)]

استقبال رمضان کے لیے ایک یا دو دن پہلے روزے رکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لایتقدمن أحدکم رمضان بصوم یوم أو یومین إلا أن یکون رجل کان یصوم صوما فلیصم ذلك الیوم ﴾

''تم میں سے کوئی شخص رمضان سے پہلے (شعبان کی آخری تاریخوں میں) ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے البتہ اگر کسی کو ان میں روزے رکھنے کی عادت ہو تو اس دن بھی روزہ رکھ سکتا ہے۔'' (۱)

بغیر عادت کے نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إذا انتصف شعبان فلا تصوموا ﴾ ،

''جب شعبان نصف ہو جائے تو تم روزے نہ رکھو۔'' (۲)

واضح رہے کہ حدیث میں مذکور ممانعت ایسے شخص کے لیے ہے جو عادتاً روزے نہ رکھتا ہو اور جس کی عادت ہو وہ نصف شعبان کے بعد بھی روزے رکھ سکتا ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے۔

خاوند کی اجازت کے بغیر بیوی نفلی روزہ نہ رکھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ روزے رکھے جبکہ اس کا شوہر گھر میں ہو الا کہ شوہر اس کی اجازت دے۔''

سنن ابی داود کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں ''رمضان کے علاوہ اور دنوں میں۔'' (۳)

(نووی رحمہ اللہ) یہ ممانعت حرمت کے لیے ہے۔ (٤)

---

(۱) [بخاری (۱۹۱٤) کتاب الصوم: باب لایتقدم من رمضان بصوم یوم ولا یومین، مسلم (۱۰۸۲) أبو داود (۲۳۳۵) ترمذی (٦٨٤) نسائی (١٤٩٤ح٤) ابن ماجة (١٦٥٠) أحمد (٢٣٤/٢)]

(۲) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰٤۹) کتاب الصوم: باب فی کراهیة ذلك، ترمذی (۷۳۸) ابن ماجة (١٦٥١) نسائی فی الکبری کما فی تحفة الأشراف (١٤٠٩٨/١٠) أحمد (٤٤٢/٢) عبد الرزاق (۷۳۲۵) دارمی (١٧/٢) ابن حبان (٣٥٨٩) شرح معانی الآثار (٨٢/٢)]

(۳) [بخاری (٥١٩٥) کتاب النکاح: باب لاتاذن المرأة فی بیت زوجها لأحد إلا باذنه، أبو داود (٢٤٥٨) مسلم (١٠٢٦) أحمد (٣١٦/٢) بیهقی (١٩٢/٤) شرح السنة (١٦٩٤) عبد الرزاق (٧٨٨٦)]

(٤) [شرح مسلم للنووی (٣٥١/٤)]

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے گزشتہ "نفلی روزے کا بیان" ملاحظہ کیجئے۔

ہمیشہ روزہ رکھنا ممنوع ہے

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

﴿ إنك لتصوم الدهر وتقوم الليل فقلت نعم ، قال : إنك إذا فعلت ذلك هجمت له العين ونفهت له النفس ، لا صام من صام الدهر ، صوم ثلاثة أيام صوم الدهر كله ، قلت : فإني أطيق أكثر من ذلك ، قال : فصم صوم داود عليه السلام كان يصوم يوما ويفطر يوما ولا يفر إذا لاقى ﴾

"کیا تو مسلسل روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے؟ میں نے کہا ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو ایسے ہی کرتا رہا تو آنکھیں دھنس جائیں گی اور تو بہت کمزور ہو جائے گا۔ یہ کوئی روزہ نہیں کہ کوئی زندگی بھر (بغیر ناغے کے روزانہ) روزہ رکھے۔ (ہر ماہ) تین دن کا روزہ پوری زندگی کے روزے کے برابر ہے۔ اس پر میں نے کہا میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر داود علیہ السلام کا روزہ رکھ لو۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑتے تھے اور جب دشمن کا سامنا ہوتا تو پیٹھ نہیں دکھاتے تھے۔" (۱)

(2) حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ من صام الأبد فلا صام ولا أفطر ﴾

"جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے گویا نہ تو روزہ رکھا اور نہ ہی افطار کیا۔" (۲)

(3) تین آدمیوں نے نبی ﷺ کی عبادت کو اپنے لیے کم سمجھا۔ ان میں سے ایک نے کہا ﴿ أنا أصوم الدهر ولا أفطر ﴾ "میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، کبھی نہیں چھوڑوں گا......" آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ لكني أصوم وأفطر ...... فمن رغب عن سنتي فليس مني ﴾ "لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا

(۱) [بخاری (۱۹۷۹) کتاب الصوم : باب صوم داود ، مسلم (۱۱۵۹) کتاب الصیام : باب النهی عن صوم الدهر ، ابن أبی شیبة (۷۸/۳) أحمد (۱٦٤/۲) نسائی (۲۰٦/٤) ابن خزیمة (۲۱۰٦) طحاوی (۸۵/۲) طیالسی (۲۲۵۵) عبد الرزاق (۷۸٦۲) بیهقی (۲۹۹/٤) ابن حبان (۳۵۷۱) ، (۳٦۳۸) الحلية لأبی نعیم (۳۲۰/۲)]

(۲) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۱۳۸٤) کتاب الصیام : باب ما جاء فی صیام الدهر ، ابن ماجة (۱۷۰۵) احمد (۲٤/٤) نسائی (۲۰٦/٤) ابن خزیمة (۲۱۵۰) حاکم (٤۳۵/۱) ابن أبی شیبة (۳۲۷/۲) ابن حبان (۳۵۸۳)]

بھی ہوں...... جس نے میری سنت سے بے رغبتی اختیار کی وہ مجھ سے نہیں۔'' (۱)

جمعہ کا الگ روزہ رکھنا ممنوع ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لا يصوم أحدكم يوم الجمعة إلا يوما قبله أو بعده ﴾

''تم میں سے کوئی بھی بروز جمعہ روزہ نہ رکھے سوائے اس کے کہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھے۔'' (۲)

(2) حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ أن النبي ﷺ دخل عليها يوم الجمعة وهي صائمة فقال : أصمت بالأمس ؟ قالت : لا ' قال : أتريدين أن تصومين غدا ؟ قالت : لا ' قال فأفطري ﴾

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں جمعہ کے روز تشریف لے گئے اور وہ روزہ دار تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کل کے دن بھی تم نے روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا آئندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر روزہ توڑ دو۔'' (۳)

(3) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لا تخصوا يوم الجمعة بصيام من بين الأيام إلا أن تكون في صوم يصومه أحدكم ﴾

''دوسرے دنوں میں جمعہ کا دن روزے کے لیے خاص نہ کرو الا کہ جمعہ کا دن ایسے دن میں آ جائے کہ اس میں تم میں سے کوئی (پہلے سے ہی) روزہ رکھتا ہو۔'' (٤)

(ترمذیؒ) اہل علم کا اسی پر عمل ہے وہ ناپسند کرتے ہیں کہ آدمی جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے خاص کر لے اور نہ اس

---

(۱) [بخاری (۵۰٦۳) کتاب النکاح : باب الترغیب فی النکاح ' مسلم (۱٤۰۱)]

(۲) [بخاری (۱۹۷۵) کتاب الصوم : باب صوم یوم الجمعة ' مسلم (۱۱٤٤) کتاب الصیام : باب النهی أن یختص یوم الجمعة بصوم ' ترمذی (۱۱۹/۳) کتاب الصوم : باب ما جاء فی کراهیة صوم یوم الجمعة وحده ' بیهقی (۳۰۲/٤)]

(۳) [بخاری (۱۹۸٦) کتاب الصوم : باب صوم یوم الجمعة ' ابو داود (۲٤۲۲) احمد (۳۲٤/٦-٤۳۰) نسائی فی السنن الکبری (۱٤۲/۲) ' (۲۷۵۳) ابن خزیمة (۲۱٦۲) ابن حبان (۳٦۱۱) طحاوی (۷۸/۲) بیهقی (۳۰۲/٤) شرح السنة للبغوی (۱۸۰۵) ابن ابی شیبة (٤۳/۳)]

(٤) [مسلم (۱۱٤۳) کتاب الصیام : باب کراهة صیام یوم الجمعة منفردا ' نسائی فی السنن الکبری (۱٤۱/۲) ' (۲۷۵۱) بیهقی (۳۰۲/٤)]

سے پہلے روزہ رکھے اور نہ اس کے بعد۔ نیز امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(ابن قدامہؒ) اکیلے جمعہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے ہاں اگر یہ دن کسی کے اُن دنوں میں آ جائے جن میں وہ پہلے سے روزے رکھتا چلا آ رہا ہے مثلاً وہ ایک دن روزہ رکھتا ہے اور ایک دن روزہ چھوڑتا ہے وغیرہ تو پھر درست ہے۔(۲)

(جمہور) ان احادیث میں بروز جمعہ روزے کی ممانعت تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے۔(۳)

بعض لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ جمعہ کا دن روزے کے لیے مختص کرنا اس لیے ممنوع ہے کیونکہ جمعہ کے دن کو عید کہا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ يوم الجمعة يوم عيد كم ﴾ "جمعہ کا دن تمہاری عید کا دن ہے۔"(۴)

ایک اور روایت میں قیس بن سکن بیان کرتے ہیں کہ

﴿ مر ناس من أصحاب عبد الله على أبي ذر يوم جمعة وهم صيام فقال : أقسمت عليكم لتفطرن فإنه يوم عيد ﴾

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور وہ روزہ دار تھے۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تم پر قسم ڈالتا ہوں ضرور روزہ توڑ دو کیونکہ یہ عید کا دن ہے۔"(۵)

اور عید کے دن روزہ رکھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ تاہم جمعہ اور عید میں اتنا فرق ضرور ہے کہ عید کے دن بہر صورت روزہ رکھنا ممنوع ہے جبکہ جمعہ کے دن کے ساتھ ایک دن پہلے یا بعد میں روزہ رکھنے سے اس دن روزہ رکھنا جائز ہو جاتا ہے۔

فرض روزے کے علاوہ صرف ہفتے کا روزہ رکھنا ممنوع ہے

حضرت صماء بنت بسر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لا تصوموا يوم السبت إلا فيما افترض عليكم وإن لم يجد أحدكم إلا لحاء عنبة أو عود شجرة فليمضغه ﴾

"ہفتے کے دن روزہ نہ رکھو سوائے فرض روزے کے۔ پس اگر تم میں سے کوئی انگور کا چھلکا یا کسی درخت کا تنکا

(۱) [جامع ترمذی (۱۱۹/۳)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۴۲۶/۴)]

(۳) [المجموع (۴۳۸/۶ - ۴۳۹)]

(۴) [أحمد (۵۳۲/۲)]

(۵) [صحيح : إرواء الغليل (۹۵۹) رواه ابن ابی شيبة]

پائے تو چاہیے کہ (ہفتے کا روزہ توڑنے کے لیے) اُسی کو کھا لے۔''(۱)

(ابن قدامہؒ) اکیلا ہفتے کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔(۲)

واضح رہے کہ ممانعت صرف اس صورت میں ہے کہ جب اکیلا ہفتے کا روزہ رکھا جائے لیکن جب اس کے ساتھ ایک اور روزہ ملا لیا جائے تو جائز ہے۔(۳)

مشکوک دن کا روزہ رکھنا

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿من صام اليوم الذى يشك فيه فقد عصى أبا القاسم﴾

''جس نے مشکوک دن میں روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔''(٤)

معلوم ہوا کہ ماہ شعبان کی انتیس (29) تاریخ کو اگر یہ شک ہو جائے کہ آیا چاند نظر آیا ہے یا نہیں تو اس دن روزہ رکھنا ممنوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے۔

روزے میں وصال کرنا

حرام ہے اور اس کی تفصیل گزشتہ ''روزہ دار کے لیے حرام افعال کا بیان'' کے تحت گزر چکی ہے۔

---

(١) [صحيح : صحيح أبو داود (٢١١٦) كتاب الصوم : باب النهى أن يخص يوم السبت بصوم ' إرواء الغليل (٩٦٠) تمام المنة (ص/٤٠٥) ترمذى (٧٤٤) كتاب الصوم : باب ما جاء فى صوم يوم السبت ' ابن ماجة (٧٢٦) كتاب الصيام : باب ما جاء فى صيام يوم السبت ' دارمى (١٩/٢) شرح معانى الآثار (٨٠/٢) ابن خزيمة (٢١٦٢) حاكم (٤٣٥/١) بيهقى (٣٠٢/٤) شرح السنة (١٨٠٦)]

(٢) [المغنى لابن قدامة (٤٢٨/٤)]

(٣) [ابن خزيمة (٢١٦٧) أحمد (٣٢٣/)]

(٤) [بخارى تعليقا (قبل الحديث/١٩٠٦) كتاب الصوم : باب إذا رأيتم الهلال.....' أبو داود (٢٣٣٤) ترمذى (٦٨٦) نسائى (١٥٣/٤) ابن ماجة (١٦٤٥) دارمى (٢/٢) دار قطنى (١٥٧/٢) حاكم (٤٢٣/١) بيهقى (٢٠٨/٤)

باب صلاة التراويح ـ نماز تراویح کا بیان

نماز تراویح کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كان رسول الله ﷺ يرغب في قيام رمضان من غير أن يأمرهم بعزيمة ويقول : من قام رمضان إيمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه ﴾

''رسول اللہ ﷺ بالجزم حکم تو نہیں دیتے تھے البتہ قیام رمضان کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے: جس نے حالت ایمان میں اور اجر وثواب کی غرض سے قیام رمضان میں شرکت کی اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔'' (١)

(نوویؒ) اس حدیث میں قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے اور اس کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہے۔ (٢)

(شوکانیؒ) یہ حدیث قیام رمضان یعنی نماز تراویح کی فضیلت واستحباب پر دلالت کرتی ہے۔ (٣)

نماز تراویح گھر میں افضل ہے یا مسجد میں جماعت کے ساتھ

فقہا نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ یہ نماز گھر میں اکیلے اکیلے پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں جماعت کے ساتھ افضل ہے:

(احمدؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) مسجد میں جماعت کے ساتھ افضل ہے۔

(مالکؒ، ابو یوسفؒ) گھر میں اکیلے پڑھنا افضل ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ فرائض کے علاوہ انسان کی نماز گھر میں افضل ہے۔ (٤)

---

(١) [ترمذی (٨٠٨) كتاب الصوم : باب الترغيب في قيام رمضان وما جاء فيه من الفضل ' بخاری (٢٠٠٩) كتاب صلاة التراويح : باب فضل من قام رمضان ' مسلم (٧٥٩) كتاب صلاة المسافرين : باب الترغيب فی قيام رمضان وهو التراويح ' أبو داود (١٣٧١) كتاب الصلاة : باب في قيام شهر رمضان ' نسائی (٢٢٠٦) كتاب الصيام : باب ذكر اختلاف يحيى بن أبي كثير والنضر بن شيبان ' ابن ماجة (١٣٢٦) أحمد (٢٨١/٢) دارمی (٢٦/٢)]

(٢) [شرح مسلم (٢٩٨/٣)]

(٣) [نيل الأوطار (٢٦٥/٢)]

(٤) [نيل الأوطار (٢٦٥/٢) المغنی (٦٠٥/٢)]

(راجح) نماز تراویح مسجد میں باجماعت افضل ہے کیونکہ سنت نبوی سے یہی عمل ثابت ہے۔ بعدازاں آپ ﷺ نے فرض ہوجانے کے اندیشے سے اسے ترک کردیا تھا لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب یہ اندیشہ نہ رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أن رسول الله ﷺ خرج ليلة من جوف الليل فصلى في المسجد وصلى رجال بصلاته فأصبح الناس فتحدثوا ' فاجتمع أكثر منهم ' فصلوا معه ' فأصبح الناس فتحدثوا فكثر أهل المسجد من الليلة الثالثة ' فخرج رسول الله ﷺ فصلى فصلوا بصلاته ' فلما كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن أهله حتى خرج لصلاة الصبح فلما قضى الفجر أقبل على الناس فتشهد ثم قال أما بعد فإنه لم يخف على مكانكم ولكني خشيت أن تفرض عليكم فتعجزوا عنها ـ فتوفي رسول الله ﷺ والأمر على ذلك ﴾

''رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھائی۔ صحابہ نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ یہ نماز ادا کی۔ دوسری رات آپ ﷺ نے یہ نماز پڑھائی تو نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی۔ تیسری یا چوتھی رات تو یہ تعداد ایک بڑے اجتماع کی صورت اختیار کر گئی لیکن نبی ﷺ اس رات نماز پڑھانے کے لیے تشریف نہ لائے۔ صبح کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا جتنی بڑی تعداد میں تم لوگ جمع ہو گئے تھے۔ میں نے اسے دیکھا' لیکن یہ خدشہ میرے باہر آنے کے لیے رکاوٹ بنا رہا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے' اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز آ جاؤ۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو یہی کیفیت تھی۔''

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین راتیں نماز پڑھائی لیکن چوتھی رات آپ ﷺ تشریف نہ لائے......(اس روایت کے آخر میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:)

﴿ ولكني خشيت أن تفترض عليكم فتعجزوا عنها فتوفي رسول الله ﷺ والأمر على ذلك ﴾

''لیکن مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے تو تم اس سے عاجز آ جاؤ' پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی لیکن یہ معاملہ اسی طرح رہا۔'' (۱)

(2) حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

---

(۱) [بخاری (۱۱۲۹ ' ۲۰۱۲) كتاب الجمعة : باب تحريض النبي على صلاة الليل ' مسلم (۷٦۱) موطا (۱۱۲/۱) نسائی (۲۰۲/۳) أحمد (۱٦۹/٦) ابن خزيمة (۲۲۰۷) عبد بن حميد (۱٤٦۹) ابن الجارود (٤۰۲) بيهقى (٤۰۲/۲) شرح السنة (۵۰۸/۲)]

﴿ خرجت مع عمر بن الخطاب رضی الله عنه لیلة فی رمضان إلی المسجد فإذا الناس أوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسه ' ویصلی الرجل فیصلی بصلاته الرهط فقال عمر : إنی أری لو جمعت هؤلاء علی قاریٔ واحد لکان أمثل ' ثم عزم فجمعهم علی أبی بن کعب ' ثم خرجت معه لیلة أخری والناس یصلون بصلاة قارئهم ' قال عمر : نعم البدعة هذه ' والتی ینامون عنها أفضل من التی یقومون ـ یرید آخر اللیل ـ وکان الناس یقومون أوله ﴾

''میں رمضان کی ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں گیا' سب لوگ متفرق اور منتشر تھے۔ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی کسی کے پیچھے کھڑا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اسی عزم و ارادے کے ساتھ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان کا امام مقرر کر دیا۔ (حضرت عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ) پھر ایک رات جب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے۔ اور رات کا وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں اُس حصے سے بہتر ہے جس میں یہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مراد رات کے آخری حصے کی فضیلت سے تھی کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع میں ہی پڑھ لیتے تھے۔(۱)

(3) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أمر عمر بن الخطاب رضی الله عنه أبی بن کعب و تمیما الداری أن یقوما للناس فی رمضان بإحدی عشرة رکعة فکان القاریٔ یقرأ بالمئین حتی کنا نعتمد علی العصا من طول القیام ' فما کنا ننصرف إلا فی فروع الفجر ﴾

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ دونوں رمضان میں لوگوں کو گیارہ رکعت قیام کرائیں۔ چنانچہ امام ایک رکعت میں مئین سورتوں (جن کی آیات ایک سو سے زیادہ ہیں) میں سے کوئی ایک سورت تلاوت کرتا حتی کہ ہم طویل قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے اور ہم صبح صادق کے آغاز میں کہیں واپس لوٹتے تھے۔''(۲)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان باجماعت مشروع ہے اور رسول اللہ ﷺ نے محض اس اندیشے کی وجہ سے چوتھی رات جماعت سے گریز کیا تھا کہ یہ نماز مسلمانوں پر فرض نہ کر دی جائے۔ بعد ازاں جب

(۱) [بخاری (۲۰۱۰) کتاب صلاة التراویح : باب فضل من قام رمضان ' موطا (۱/۱۱٤)]

(۲) [صحیح : هدایة الرواة (۲/۶۹) موطا (۹۲)]

رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے' وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو جس چیز سے رسول اللہ ﷺ خائف تھے اس سے امن ہو گیا کیونکہ کسی بھی کام کی علت اپنے وجود یا عدم میں معلول کے تابع ہوتی ہے لہٰذا جب عارض زائل ہو گیا تو باجماعت (نماز تراویح) کی سنت باقی رہ گئی۔

پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا تو انہوں نے اُسی سنت کو زندہ کرتے ہوئے کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنایا تھا اس نماز کو باجماعت ادا کرنے کا حکم دے دیا۔ یاد رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فعل کو بدعت سے اس لیے موسوم کیا تھا کہ ان کے زمانے میں پہلے اس طرح یہ نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اس لیے ان کے زمانے میں یقیناً یہ نیا کام تھا۔ لیکن فی الحقیقت یہ کام رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کیا جا چکا تھا۔ اسے بدعت کہنے کی وجہ یہ ہرگز نہیں تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدعت کی تقسیم سے مطلع کرنا چاہتے تھے کہ بدعت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک بدعت حسنہ اور ایک سیئہ' جیسا کہ آج بعض حضرات یہ موقف رکھتے ہیں۔ بلکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(ابن تیمیہؒ) اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت کو اچھا کہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد لغوی بدعت ہے شرعی نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ لغت میں بدعت ہر ایسے کام کو کہا جاتا ہے جس کی ابتداء پہلی مرتبہ کی گئی ہو۔ شرعی بدعت یہ ہے کہ ہر ایسا کام جس کی کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو۔(۱)

عورتیں بھی مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت تراویح میں شرکت کر سکتی ہیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روزے رکھے۔ آپ ﷺ نے ہمیں نماز تراویح نہیں پڑھائی حتی کہ ماہ رمضان کے صرف سات دن باقی رہ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد (تیئسویں رات) کو تراویح پڑھائی' پھر چوبیسویں رات کو آپ ﷺ نے تراویح نہیں پڑھائی اور پچیسویں رات جب نصف گزر گئی تو آپ ﷺ نے ہمیں تراویح پڑھائی۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! اگر آپ ہمیں اس رات کے باقی حصے میں بھی تراویح پڑھائیں تو بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إنه من قام مع الإمام حتى ينصرف كتب له قيام ليلة ' ثم لم يصل بنا حتى بقي ثلاث من الشهر وصلى بنا في الثالثة ' ودعا أهله ونسائه ' فقام بنا حتى تخوفنا الفلاح ' قلت له : وما الفلاح ؟ قال : السحور ﴾

(۱) [اقتضاء الصراط المستقيم (ص/۲۷٦)]

''جس نے امام کے ساتھ اس کے فارغ ہونے تک نمازِ تراویح ادا کی (یعنی باجماعت نمازِ تراویح کا اہتمام کیا) اس کے لیے ساری رات کے قیام کا اجر لکھا جائے گا۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں تراویح نہیں پڑھائی حتی کہ ماہِ رمضان کے صرف تین دن باقی رہ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں ستائیسویں رات کو تراویح پڑھائی'' اور اس میں اپنے گھر والوں اور اپنی بیویوں کو بھی شریک کیا۔'' آپ ﷺ نے ہمیں اتنی دیر قیام کرایا کہ ہمیں فلاح کے ختم ہو جانے کا خوف لاحق ہو گیا۔ میں (یعنی جبیر بن نفیر) نے کہا کہ یہ فلاح کیا ہے؟ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس سے مراد سحری ہے۔''(۱)

اس حدیث میں محلِ شاہد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تیسری مرتبہ نمازِ تراویح پڑھائی تو اپنی بیویوں کو بھی تراویح کی جماعت میں شریک کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورتیں مسجد میں جا کر باجماعت نمازِ تراویح پڑھنا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

نمازِ تراویح کا وقت

نمازِ تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے لے کر طلوعِ فجر تک ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ كان رسول الله ﷺ يصلي فيما بين أن يفرغ من صلاة العشاء إلى الفجر إحدى عشرة ركعة يسلم بين كل ركعتين ويوتر بواحدة ﴾

''رسول اللہ ﷺ نمازِ عشاء سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک گیارہ رکعت نماز ادا فرماتے۔ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور پھر آخر میں ایک رکعت وتر ادا فرماتے۔''(۲)

تاہم افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ فإن صلاة آخر الليل مشهودة وذلك أفضل ﴾

(۱) [صحيح : صحيح ترمذي (٦٤٦) كتاب الصوم : باب ما جاء في قيام شهر رمضان؛ ترمذي (٨٠٦) ابو داود (١٣٧٥) كتاب الصلاة : باب في قيام شهر رمضان' نسائي (١٣٦٤) كتاب السهو : باب ثواب من صلى مع الإمام حتى ينصرف' ابن ماجة (١٣٢٧) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب ما جاء في قيام شهر رمضان' احمد (١٥٩/٥) ابن خزيمة (٢٢٠٦) دارمي (٢٦/٢)]

(۲) [مسلم (٧٣٦) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل وأن الوتر ركعة' بخاري (٦٢٦) موطا (٢٦٤) ابو داود (١٣٣٦)' (١٣٣٧) ترمذي (٤٤٠)' (٤٤١) نسائي (٦٨٤)' (١٣٢٧) وفي السنن الكبرى (١٤١٩) شرح السنة للبغوي (٩٠٠) ابن حبان (٢٤٢٧) بيهقي (٢٣/٣) تحفة الأشراف (١٦٥٩٣)]

''بلاشبہ رات کے آخری حصے کی نماز میں (فرشتوں کو) حاضر کیا جاتا ہے اور وہی افضل ہے۔'' (۱)

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

نمازِ تراویح کی رکعتوں کی تعداد

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ ما كان النبي ﷺ يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة ﴾

''رمضان اور غیر رمضان میں نبی ﷺ (رات کی نماز) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔'' (۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہجد، قیام اللیل، قیام رمضان اور نمازِ تراویح ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔

(2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ

﴿ أن يقوما للناس في رمضان بإحدى عشرة ركعة ﴾

''وہ دونوں رمضان میں لوگوں کو گیارہ رکعت قیام کرائیں۔'' (٤)

نمازِ تراویح کی رکعتوں کی تعداد میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے:

(احمدؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ) اس نماز کی رکعتوں کی تعداد بیس ہے۔

(مالکؒ) یہ تعداد گیارہ رکعت ہے۔(٥)

(راجح) امام مالکؒ کا قول راجح ہے کیونکہ گذشتہ صحیح حدیث اس کا ثبوت ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٦)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) دلیل کے اعتبار سے راجح و مختار اور قوی ترین قول امام مالکؒ کا ہے۔(۷)

---

(۱) [مسلم (۷۵۵) كتاب صلاة المسافرين و قصرها : باب من خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليوتر أوله ' أحمد (۳۱٥/۳)' (۱٤٦۳۰)' (۱٥۱۸۱) ترمذی (٤٥٥) ابن ماجة (۱۱۸۷) ابن خزيمة (۱۰۸٦) ابن ابی شيبة (۲۸۲/۲)]

(۲) [المحلى بالآثار (۹۱/۲)]

(۳) [بخاری (۱۱٤۷) كتاب الجمعة : باب قيام النبي بالليل فی رمضان وغيره ' مسلم (۷۳۸) أبو داود (۱۳٤۱) ترمذی (٤۳۹) نسائی (۲۳٤۱۳) مؤطا (۱۲۰/۱)]

(٤) [صحيح : هداية الرواة (٦٦/۲) مؤطا (۹۲)]

(٥) [المغنی (٦۰٤/۲) عمدة القاری (۲۰۱/۹) تحفة الأحوذی (٦۰۸/۳)]

(٦) [نيل الأوطار (۲٦۹/۲)]

(۷) [تحفة الأحوذی (٦۰۸/۳)]

(امیر صنعانیؒ) انہوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث کو ہی مقدم رکھا ہے۔(۱)

جو لوگ بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر ﴾

''رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت نماز اور وتر پڑھا کرتے تھے۔''(۲)

(2) حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان میں تئیس (23) رکعات قیام کرتے تھے۔''(۳)

(3) سنن بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) پڑھائیں۔''(٤)

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھائیں۔(٥)

یاد رہے کہ بیس رکعت تراویح کے اثبات میں پیش کی جانے والی تمام روایات ضعیف ہیں۔(٦)

(ابن حجر ہیثمیؒ) یہ بات صحیح نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز تراویح بیس رکعات ادا کی تھیں اور اس ضمن میں جو

---

(۱) [سبل السلام (۵۳۳/۲)]

(۲) [ابن أبي شيبة (۳۹۳/۲) بيهقي (٤۹٦/۲) ابن عدي (۲٤۱/۱) عبد بن حميد (٦٥۳) طبراني كبير (۱۲۱۰۲) طبراني أوسط (۷۹۸)] حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔[فتح الباري (۲٥٤/٤)] امام زیلعیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[نصب الراية (۱٥۳/۲)] امام سیوطیؒ نے اس حدیث کو بہت زیادہ ضعیف اور ناقابل حجت قرار دیا ہے۔[الحاوي للفتاوي (۳٤۷/۱) المصابيح في صلاة التراويح (ص/۲۰۱)] عبدالرحمن مبارکپوریؒ نے اس حدیث کو بہت زیادہ ضعیف کہا ہے۔[تحفة الأحوذي (٦۱۳/۳)] شیخ محمد صبحی حسن حلاق نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[التعليق على السيل الجرار (٦٦۳/۱)] اس کی سند میں ابوشیبہ (ابراہیم بن عثمان) راوی ہے جسے امام احمد، امام ابن معین، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود، امام ترمذی، امام نسائی رحمہم اللہ اجمعین اور دیگر علماء نے ضعیف کہا ہے۔[سبل السلام (۵۳۲/۲) تحفة الأحوذي (٦۱٥/۳) التاريخ الكبير (۳۱۰/۱) المجروحين (۱۰٤/۱) الجرح والتعديل (۱۱٥/۲) ميزان الاعتدال (٤۷۳۱) تقريب التهذيب (۳۹/۱)]

(۳) [موطا (۱۱٥/۱)]

(٤) [بيهقي (٤۹٦/۲)]

(٥) [اس کی سند میں ابوالحسناء راوی مجہول ہے۔[تقريب التهذيب (٤۱۲/۲) الإكمال (٤۷٥/۲) ميزان الاعتدال (۳٥٦/۷)].

(٦) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي (٦۱۲/۳-٦۱٦)]

حدیث پیش کی جاتی ہے وہ شدید قسم کی ضعیف ہے۔(۱)

نماز تراویح دو دو رکعت پڑھنی چاہیے

(1) جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ

﴿ يسلم بين كل ركعتين ﴾

''آپ ﷺ قیام اللیل کرتے ہوئے ہر دو رکعتوں میں سلام پھیرتے تھے۔''(۲)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ صلاة الليل مثنى مثنى ﴾

''رات کی نماز دو دو رکعت کی صورت میں پڑھی جائے۔''(۳)

قیام رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت

صحیح بخاری میں ہے کہ

﴿ وكانت عائشة رضى الله عنها يؤمها عبدها ذكوان من المصحف ﴾

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان مصحف (یعنی قرآن) سے دیکھ کر ان کی امامت کرایا کرتا تھا۔''(٤)

(ابن بازؒ) قیام رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان مصحف سے دیکھ کر پڑھتا (یعنی امامت کراتا) تھا۔(٥)

تین راتوں سے کم میں قرآن ختم کرنا درست نہیں

(1) جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ

﴿ لا يفقه من قرأ القرآن فى أقل من ثلاث ﴾

---

(۱) [الموسوعة الفقهية (١٤٢/٢٧ـ١٤٥)]

(۲) [مسلم (٧٣٦) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى ﷺ فى الليل وأن الوتر ركعة ' بخارى (٦٢٦)]

(۳) [بخارى (٩٩٠) كتاب الجمعة : باب ما جآء فى الوتر' مسلم (٧٤٩) أبو داود (١٣٢٦) ترمذى (٤٣٧) نسائى (٢٢٧/٣) ابن ماجة (١٣٢٠) أحمد (٥/٢) موطا (١٢٣/١) دارقطنى (٤١٧/١) ابن خزيمة (١٢١٠)]

(٤) [بخارى (قبل الحديث / ٦٩٢) كتاب الأذان : باب إمامة العبد والمولى]

(٥) [فتاوى إسلامية (٣٣٧/١)]

''ایسا شخص سمجھدار نہیں ہے جس نے تین راتوں سے کم میں مکمل قرآن پڑھا۔''(۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ لا أعلم نبی الله ﷺ قرأ القرآن كله حتى الصباح ﴾

''میرے علم میں نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی صبح تک سارا قرآن ختم کیا ہو۔''(۲)

اس مسئلے میں مزید تفصیل کے لیے '' محلی ابن حزم '' کا مطالعہ مفید ہے۔(۳)

نماز تراویح میں مکمل قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟

(ابن بازؒ) اماموں کے لیے مشروع ہے کہ وہ اگر استطاعت رکھتے ہوں تو قیام رمضان میں مقتدی حضرات کو سارا قرآن سنائیں۔امام ہر رات وہ آیات اور سورتیں تلاوت کرے جو پچھلی رات پڑھی گئی آیات و سور کے بعد والی ہیں یہاں تک کہ امام کے پیچھے والے نمازی اپنے رب تعالیٰ کی کتاب مسلسل اُسی ترتیب سے سن لیں جو مصحف میں ہے۔(٤)

☐ یہاں یہ بات یاد رہے کہ نماز تراویح میں مکمل قرآن ختم کرنا فرض نہیں کیونکہ اس کا کوئی شرعی ثبوت موجود نہیں۔لہٰذا اگر کوئی مکمل قرآن سے کم بھی پڑھتا ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔(واللہ اعلم)

مسجد کے ساتھ ملحق گھر میں امام کی اقتداء میں نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

گھر میں مسجد کے امام کی اقتداء کرتے ہوئے نماز ادا کرنا صحیح نہیں۔مقتدی کی نماز امام کے ساتھ اس وقت صحیح ہوگی جب وہ مسجد میں ہو اور صفیں بھی ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہوں یا پھر مسجد سے باہر ہو اور صفیں مسجد سے باہر تک ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوں تو پھر امام کے پیچھے نماز صحیح ہوگی۔مثلاً اگر مسجد اندر سے بھر جائے اور بعض لوگ اندر جگہ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کے باہر نماز ادا کریں تو درست ہے لیکن اس کے علاوہ کسی بھی صورت میں صحیح نہیں۔جیسا کہ اگر مسجد کے اندر ابھی جگہ باقی ہو اور کوئی جان بوجھ کر مسجد کے باہر نماز ادا

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (١٢٣٩) كتاب الصلاة : باب في كم يقرأ القرآن 'أبو داود (١٣٩٠' ١٣٩٤)]

(٢) [صحيح : صحيح ابن ماجة (١١٠٨) كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها : باب في كم يستحب يختم القرآن 'ابن ماجة (١٣٤٨) نسائي (١٦٤٠) كتاب قيام الليل : باب الاختلاف على عائشة في إحياء الليل ' احمد (٢٤٣٢٣)]

(٣) [المحلى بالآثار (٩٦/٢-٩٧)]

(٤) [فتاوى إسلامية (١٥٨/٢)]

کرے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ جو شخص اپنے گھر میں سپیکروں کے ذریعے مسجد کے امام کی اقتداء میں نماز ادا کرے اور امام اور مقتدی کے مابین کسی بھی واسطہ سے اتصال نہ ہو تو اس نماز کا کیا حکم ہوگا؟ جیسا کہ مکہ اور مدینہ میں موسم رمضان اور حج میں ہوتا ہے۔

اس سوال کے جواب میں مستقل فتوی کمیٹی نے کہا کہ: اس طریقے سے ادا کی گئی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ شوافع اور امام احمدؒ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن اگر صفیں اس کے گھر کے ساتھ ملی ہوئی ہوں اور امام کو دیکھ کر اور اس کی آواز سن کر اس کی اقتداء کرنا ممکن ہو تو پھر صحیح ہے جس طرح اس کے گھر تک ملی ہوئی صفوں کی نماز صحیح ہے اس کی بھی صحیح ہو گی۔ لیکن اگر مذکورہ شرط نہیں تو پھر نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (۱)

چند ضروری مسائل

- ❑ نماز تراویح کی ثابت رکعات سے تجاوز درست نہیں۔
- ❑ وتر پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔
- ❑ نو‘ سات‘ پانچ‘ تین اور ایک رکعت وتر پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔
- ❑ وتر نماز عشاء کے بعد سے نماز فجر تک پڑھا جا سکتا ہے۔
- ❑ جو شخص وتر کے وقت سو یا رہ جائے جب صبح ہو تو وہ وتر پڑھ لے۔
- ❑ وتر کی پہلی رکعت میں " سبح اسم ربک الأعلى " اور دوسری میں " قل يأيها الكفرون " اور تیسری میں " قل هو الله أحد " پڑھنا مسنون ہے۔
- ❑ قنوت وتر رسول اللہ ﷺ سے صرف رکوع سے پہلے ثابت ہے۔
- ❑ وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

مندرجہ بالا تمام مسائل کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب " فقه الحديث : كتاب الصلاة : باب صلاة التطوع " یا " نماز کی کتاب: نفل نماز کا بیان " کا مطالعہ کیجئے۔

---

(۱) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۸/۳۲)]

باب الاعتکاف — اعتکاف کا بیان

لغوی وضاحت: لفظِ اعتکاف باب اعْتَكَفَ يَعْتَكِفُ (افتعال) سے مصدر ہے۔اس کا معنی ''بند رہنا' رُکے رہنا اور کسی چیز کو لازم پکڑ لینا'' مستعمل ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ مَاهٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْ أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ٥٦]

''یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو کیا ہیں؟''

ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿ يَعْكُفُوْنَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَهُمْ ﴾ [الأعراف : ١٣٨]

''وہ لوگ اپنے چند بتوں کے پاس بیٹھے تھے۔''(۱)

شرعی تعریف: ایک خاص کیفیت سے کسی شخص کا خود کو مسجد میں روک لینا (اعتکاف ہے)۔(۲)

اعتکاف کے لیے نیت

ہر عبادت کے لیے نیت ضروری ہے اور چونکہ اعتکاف بھی عبادت ہے لہٰذا اس کے لیے بھی نیت لازمی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوىٰ ﴾

''عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔''(۳)

یاد رہے کہ نیت دل کا فعل ہے' زبان کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں لہٰذا ایسے تمام الفاظ جو اعتکاف کی نیت کے لیے بتلائے جاتے ہیں بدعت ہیں مثلاً '' نَوَيْتُ سُنَّةَ الْإِعْتِكَافِ '' وغیرہ۔

اعتکاف کا حکم

اعتکاف سنت ہے لیکن اگر کوئی شخص اسے نذر کے ذریعے اپنے اوپر لازم کر لے تو اسے بجا لانا واجب ہوگا۔اعتکاف کے سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بطور عمل اپنایا اور پھر اس پر مداومت

(۱) [القاموس المحيط (ص/٧٥٥) المنجد (ص/٥٧٥)]

(۲) [سبل السلام (٢/٩٠٩)]

(۳) [بخاری (١) كتاب بدء الوحی ' مسلم (١٩٠٧) ابو داود (٢٢٠١) ترمذی (١٦٤٧) ابن ماجة (٤٢٢٧) نسائی (٥٨/١) احمد (٢٥/١) حميدی (٢٨) ابن خزيمة (١٤٢)]

اختیار کی۔آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔

(ابن حجرؒ) اعتکاف بالاجماع واجب نہیں ہے الا کہ جو اس کی نذر مان لے اس پر واجب ہے۔(۱)

(عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(شوکانیؒ) جان لو کہ اعتکاف کے واجب نہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں الا کہ کوئی جب اس کی نذر مان لے (تو یہ واجب ہو جاتا ہے)۔(۳)

(ابن قدامہؒ) اعتکاف سنت ہے الا کہ اس کی نذر مانی گئی ہو تو پھر اسے پورا کرنا لازم ہوگا۔(٤)

(ابن منذرؒ) علماء نے کا اجماع کیا ہے کہ اعتکاف لوگوں پر واجب نہیں ہے الا کہ آدمی اسے اپنے نفس پر خود (نذر کے ذریعے) واجب کر لے تو واجب ہو جاتا ہے۔(٥)

(نوویؒ) مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اعتکاف مستحب ہے واجب نہیں ہے۔(٦)

(قرطبیؒ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ اعتکاف واجب نہیں ہے بلکہ یہ قربتوں میں سے ایک قربت اور نوافل میں سے ایک نفل ہے۔اس پر رسول اللہ ﷺ' آپ کے صحابہ اور آپ کی بیویوں نے عمل کیا ہے۔اور یہ اس وقت لازم ہو جاتا ہے جب انسان اسے خود اپنے اوپر (نذر کے ذریعے) لازم کر لے۔(٧)

(شیخ ابن عثیمینؒ) رمضان میں اعتکاف کرنا سنت ہے۔(٨)

(شیخ حسین بن عودہ) اعتکاف سنت ہے لیکن اگر اس کی نذر مانی گئی ہو تو اسے پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔(٩)

نذر پوری کرنے کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ ﴾ [الدهر : ٧]

''وہ (مومنین) نذر کو پورا کرتے ہیں۔''

ایک اور آیت میں یہ لفظ ہیں ﴿ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ ﴾ [الحج : ٢٩]

''انہیں چاہیے کہ اپنی نذریں پوری کریں۔''

(١) [فتح الباري (٢٧١/٤)]
(٢) [تحفة الأحوذي (٥٨٣/٣)]
(٣) [نيل الأوطار (٢٥٠/٣)]
(٤) [المغني لابن قدامة (٤٥٦/٤)]
(٥) [الجماع لابن المنذر (ص/٤٧)]
(٦) [شرح مسلم للنووي (٣٢٤/٤)]
(٧) [تفسير قرطبي (٣٣١/٢)]
(٨) [فتاوى إسلامية (١٦٣/٢)]
(٩) [الموسوعة الفقهية الميسرة (٣٥٠/٣)]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ من نذر أن يطيع الله فليطعه ومن نذر أن يعصيه فلا يعصه ﴾

''جو شخص اللہ کی اطاعت میں نذر مانتا ہے تو اسے چاہیے کہ اسے پورا کرے اور جو معصیت کی نذر مانتا ہے وہ نافرمانی نہ کرے۔''(۱)

لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر اعتکاف کی نذر مان لی جائے تو اسے پورا کرنا واجب ہے۔

ماہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف زیادہ مؤکد ہے

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت کے لیے ان ایام کو اختیار کیا تھا۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أن النبي ﷺ كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان حتي توفاه الله ثم اعتكف أزواجه من بعده ﴾

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اعتکاف کرتیں۔''(۲)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ كان رسول الله يعتكف العشر الأواخر من رمضان ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔''(۳)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ كان النبي ﷺ يعتكف العشر الأواخر من رمضان ' فلم يعتكف عاما ' فلما كان في العام المقبل اعتكف عشرين ﴾

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے۔ ایک سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف نہ کر سکے

(۱) [بخاری (٦٦٩٦) كتاب الأيمان والنذور : باب النذر في الطاعة ' مؤطا (٤٧٦/٢) احمد (٣٦/٦) ابو داود (٣٢٨٩) ترمذی (١٥٢٦) نسائی (١٧/٧) ابن ماجة (٢١٢٦) بیهقی (٦٨/١٠)]

(۲) [بخاری (٢٠٢٦) كتاب الاعتكاف : باب الاعتكاف في العشر الأواخر ' مسلم (١١٧٢) أبو داود (٢٤٦٢) ترمذی (٧٩٠) أحمد (٩٢/٦) عبد الرزاق (٧٦٨٢) ابن خزيمة (٢٢٢٣) ابن حبان (٣٦٦٥) دار قطنی (٢٠١/٢)]

(۳) [بخاری (٢٠٢٥) كتاب الاعتكاف : باب الاعتكاف في العشر الأواخر ' مسلم (١١٧١) أبو داود (٢٤٦٥) ابن ماجة (١٧٧٣) أحمد (٦٢/٢)]

تو اگلے سال آپ نے بیس دنوں کا اعتکاف کیا۔"(۱)

(نوویؒ) مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اعتکاف ماہ رمضان کے آخری عشرے میں زیادہ مؤکد ہے۔(۲)

اعتکاف مساجد میں کسی بھی وقت درست ہے

کیونکہ شارع علیہ السلام نے اسے کسی معین وقت کے ساتھ خاص نہیں کیا اور ایک حدیث میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

﴿أن عمر سأل النبی ﷺ قال كنت نذرت في الجاهلية أن أعتكف ليلة في المسجد الحرام قال : أوف بنذرك﴾

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے دریافت کرنے کی غرض سے کہا کہ میں نے جاہلیت میں نظر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو۔"(۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ماہ شوال میں اعتکاف کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿...... فترك الاعتكاف ذلك الشهر ثم اعتكف عشرا من شوال﴾

"آپ ﷺ نے اس ماہ (یعنی رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرے کا اعتکاف کیا۔"(٤)

(البانیؒ) اعتکاف رمضان میں اور اس کے علاوہ سال کے تمام ایام میں مسنون ہے۔(٥)

(سعودی مجلس افتاء) اعتکاف کسی بھی وقت جائز ہے لیکن رمضان کے آخری عشرے میں افضل ہے۔(٦)

---

(۱) [صحيح : هداية الرواة (٣٥٩/٢) ابو داود (٢٤٦٣) كتاب الصوم : باب الاعتكاف، ترمذی (٨٠٣) احمد (٤/٢، ١٠) حاكم (٤٣٩/١) ابن خزيمة (٢٢٢٦) ابن حبان (٣٦٦٢)، (٣٦٦٤) شرح السنة للبغوى (١٨٢٨) بيهقى (٣١٤/٤) عبد الله بن احمد فى زوائد المسند (١٤١/٥) امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے اور امام حاکمؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔]

(۲) [شرح مسلم للنووی (٣٢٤/٤)]

(۳) [بخارى (٢٠٣٢) كتاب الاعتكاف : باب الاعتكاف ليلا، مسلم (١٦٥٦) ترمذى (١٥٣٩) أبو داود (٣٣٢٥) أحمد (٢٧/١) طحاوى (١٣٣/٣) ابن الجارود (٩٤١) دار قطنى (١٩٨/٢) ابن حبان (٤٣٨٠ـ الإحسان) بيهقى (٧٦/١٠)]

(٤) [بخارى (٢٠٣٣) كتاب الاعتكاف : باب اعتكاف النساء، مسلم (١١٧٣) ابو داود (٢٤٦٤) نسائى (٤٤/٢ـ٤٥) ابن ماجة (١٧٧١) احمد (٨٤/٦) ابن خزيمة (٢٢٢٤) ابن حبان (٣٦٦٧) موطا (٣١٦/١) شرح السنة للبغوى (١٨٢٧) بيهقى (٣٢٢/٤)]

(٥) [قيام رمضان (ص/٣٤)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٤١٠/١٠)]

اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں

جیسا کہ گذشتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر شاہد ہے کیونکہ رات کو روزہ نہیں رکھا جاتا۔

(شافعیؒ، احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔

(ابن قدامہؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔

(مالکؒ، ابوحنیفہؒ) اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔(۱)

(ابن قیمؒ) راجح یہ ہے کہ روزہ شرط ہے۔(۲)

(راجح) روزے کے بغیر اعتکاف جائز ہے لیکن روزے کے ساتھ افضل ہے۔(۳)

(شوکانیؒ) امام شافعیؒ کا قول برحق ہے۔(٤)

(صدیق حسن خانؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(سید سابقؒ) اعتکاف کرنے والا اگر روزہ رکھ لے تو اس کے لیے بہتر ہے لیکن اگر روزہ نہ رکھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں (مراد یہ ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ ضروری نہیں لیکن اگر رمضان میں اعتکاف کیا ہے تو پھر لازماً فرض روزے رکھنے ہی پڑیں گے)۔(٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ولا اعتكاف إلا بصوم﴾ ''روزے کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں۔'' (۷)

علماء کے نزدیک زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ہے۔(۸)

اعتکاف صرف مساجد میں ہی کیا جا سکتا ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

---

(۱) [الأم (١٤٨/٢) الحاوي (٤٨٦/٣) الهداية (١٣٢/١) المبسوط (١١٥/٣) بداية المجتهد (٢٢٠/١)]

(۲) [كما في نيل الأوطار (٢٥٥/٣)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: اللباب في علوم الكتاب " تفسير القرآن " (٣١٩/٣)]

(٤) [نيل الأوطار (٢٥٥/٣)]

(٥) [الروضة الندية (٥٧٣/١)]

(٦) [فقه السنة (٤١٨/١)]

(۷) [حسن صحيح : صحيح أبو داود (٢١٦٠) كتاب الصيام : باب المعتكف يعود المريض ' أبو داود (٢٤٧٣)]

(۸) [الروضة الندية (٥٧٢/١)]

﴿ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ﴾ [البقرة : ١٨٧]
''اور تم مساجد میں اعتکاف کرنے والے ہو۔''
اس آیت میں اعتکاف کے لیے صرف مساجد کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔

(2) نبی کریم ﷺ کا بھی یہی معمول تھا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ
﴿ أنها كانت ترجل النبي ﷺ وهي حائض وهو معتكف في المسجد ﴾
''وہ ایام ماہواری میں رسول اللہ ﷺ کی مانگ نکالا کرتی تھیں اور آپ ﷺ مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوتے۔''(١)

(3) حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ
﴿ وقد أراني عبد الله بن عمر المكان الذي كان رسول الله ﷺ يعتكف فيه من المسجد ﴾
''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے مسجد کی وہ جگہ دکھائی جہاں رسول اللہ ﷺ اعتکاف کرتے تھے۔''(٢)

(قرطبیؒ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ اعتکاف صرف مسجد میں ہی ہوتا ہے۔(٣)

کیا اعتکاف کے لیے کسی مسجد کی تخصیص ہے یا تمام مساجد میں درست ہے؟

اس مسئلے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے:
(علی رضی اللہ عنہ) اعتکاف صرف مسجد حرام اور مسجد نبوی میں جائز ہے۔(٤)
(حذیفہ رضی اللہ عنہ) ان دونوں مساجد اور مسجد بیت المقدس میں جائز ہے۔(٥)
(زہریؒ) صرف جامع مسجد میں جائز ہے۔(٦)
(ابو حنیفہؒ) صرف اُس مسجد میں جائز ہے جہاں امام اور مؤذن مقرر ہو۔ علاوہ ازیں خواتین گھر میں نماز کی جگہ بھی

(١) [بخاري (٢٠٢٩، ٢٠٤٦) كتاب الاعتكاف : باب المعتكف يدخل رأسه البيت للغسل، مسلم (٢٩٧) ابو داود (٢٤٦٨) ابن ماجة (١٧٧٦) أحمد (٨١/٦) ابن خزيمة (٢٢٣١) ابن حبان (٣٦٦٩) بيهقي (٣٢٠/٤) شرح السنة (١٨٣١)]
(٢) [صحيح : صحيح أبو داود (٢١٥٤) كتاب الصوم : باب أين يكون الاعتكاف، أبو داود (٢٤٦٥) ابن ماجة (١٧٧٣) أحمد (٦٢/٣)]
(٣) [تفسير قرطبي (٣٣١/٢)]
(٤) [اللباب في علوم الكتاب "تفسير القرآن" (٣١٩/٣)]
(٥) [تفسير الرازي (١٩٧/٥)]
(٦) [أيضا]

اعتکاف کر سکتی ہیں۔

(شافعیؒ، احمدؒ) اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے لیکن جامع مسجد میں افضل ہے۔

(ابن قدامہؒ) مردوں کے لیے اعتکاف صرف اس مسجد میں درست ہے جس میں جماعت ہوتی ہو کیونکہ ان پر باجماعت نماز ادا کرنا فرض ہے جبکہ عورتوں پر کسی بھی مسجد میں درست ہے کیونکہ ان پر باجماعت نماز فرض نہیں۔

(ابن حجرؒ) علماء کا اتفاق ہے کہ اعتکاف کے لیے مسجد شرط ہے (سوائے محمد بن عمر بن لبابہ مالکی کے' اس نے ہر جگہ جائز قرار دیا ہے۔

(جمہور) اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے۔(۱)

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے۔

(بخاریؒ) تمام مساجد میں درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِيْ الْمَسَاجِدِ﴾ [البقرة : ۱۸۷] ''عورتوں سے اس وقت مباشرت مت کرو جبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔''(۲)

خواتین بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں

جیسا کہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أن النبي ﷺ كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان حتى توفاه الله ثم اعتكف أزواجه من بعده ﴾

''نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے حتی کہ آپ ﷺ وفات پا گئے پھر آپ ﷺ کی بیویاں اعتکاف کرتیں۔''(۳)

(ابن قدامہؒ) خواتین کا اعتکاف بیٹھنا درست ہے۔(۴)

---

(۱) [نيل الأوطار (۲۵۵/۳) فتح الباري (۸۰٦/٤) اللباب في علوم الكتاب"تفسير القرآن" (۳۱۹/۳) المغني لابن قدامة (٤٦۱/٤-٤٦٤)]

(۲) [بخاري (قبل الحديث / ۲۰۲۵) كتاب الاعتكاف : باب الاعتكاف في العشر الأواخر]

(۳) [بخاري (۲۰۲٦) كتاب الاعتكاف : باب الاعتكاف في العشر الأواخر ' مسلم (۱۱۷۲) أبو داود (۲٤٦۲) ترمذي (۷۹۰) أحمد (۹۲/٦) عبد الرزاق (۷٦۸۲) ابن خزيمة (۲۲۲۳) ابن حبان (۳٦٦۵) دار قطني (۲۰۱/۲)]

(٤) [المغني (٤٦٤/٤)]

خواتین بھی مساجد میں ہی اعتکاف کریں گی

کیونکہ ان کے لیے اعتکاف کے متعلق کوئی الگ حکم شریعت میں موجود نہیں۔ اور کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ عہد رسالت میں عورتوں نے گھروں میں اعتکاف کیا ہو۔

(شافعیؒ، احمدؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔

(ابوحنیفہؒ، ثوریؒ) عورت اپنے گھر کی نماز کے لیے مخصوص جگہ میں اعتکاف کرے یہی اس کے لیے افضل ہے کیونکہ عورت کی نماز گھر میں ہی افضل ہے (نیز امام ابوحنیفہؒ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا جماعت والی مسجد میں عورت کے لیے اعتکاف کرنا صحیح نہیں)۔(۱)

(راجح) پہلا مؤقف ہی راجح ہے کیونکہ قرآن میں اعتکاف کے لیے مساجد کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔

(ابن قدامہؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(۲)

(سید سابقؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

خواتین کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف کا حکم

(ابن قدامہؒ) بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف بیٹھے اور نہ ہی کسی غلام کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اعتکاف بیٹھے۔(٤)

آخری عشرے میں عبادات کے لیے زیادہ محنت کرنی چاہیے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ كان رسول الله إذا دخل العشر (أى العشر الأخيرة من رمضان) شد مئزره وأحيا ليله وأيقظ أهله ﴾

''جب رمضان کا آخری دھاکہ شروع ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی کمر کس لیتے' رات بھر جاگتے رہتے اور اپنی بیویوں کو بھی جگاتے۔''(٥)

---

(۱) [المغنى (٤٦٤/٤)]

(۲) [أيضا]

(۳) [فقه السنة (٤١٨/١)]

(٤) [المغنى لابن قدامة (٤٨٥/٤)]

(٥) [بخارى (٢٠٢٤) كتاب فضل ليلة القدر : باب العمل فى العشر الأواخر من رمضان ' مسلم (١١٧٤) أبو داود (١٣٧٦) نسائى (٢١٧/٣) ابن ماجة (١٧٦٨) أحمد (٤٠/٦) حميدى (١٨٧) ابن خزيمة (٢٢١٤) شرح السنة (١٨٢٣) بيهقى (٣١٣/٤)]

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ کان النبی ﷺ یجتهد فی العشر الأواخر ما لا یجتهد فی غیره ﴾

''نبی کریم ﷺ آخری عشرے میں اتنی محنت کرتے کہ جتنی دوسرے دنوں میں نہ کرتے۔''(۱)

اعتکاف کرنے والا معتکف میں کب داخل ہو؟

بیس (20) رمضان المبارک کی شام کو اعتکاف کرنے والا مسجد میں پہنچ جائے اور اگلے روز صبح فجر کے بعد اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جائے۔

(جمہور، ائمہ اربعہ) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے۔(۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ کان رسول الله ﷺ إذا أراد أن یعتکف صلی الفجر ثم دخل معتکفه ﴾

''نبی ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو نماز فجر ادا فرما کر اپنی اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے۔''(٤)

اعتکاف بیٹھنے والا کسی سخت حاجت کے وقت ہی باہر نکل سکتا ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ

﴿ کان لا یدخل البیت إلا لحاجة إذا کان معتکفا ﴾

''آپ ﷺ جب اعتکاف میں بیٹھے ہوتے تو کسی (سخت) حاجت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہوتے۔''(٥)

---

(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجة (۱٤۳۰) کتاب الصوم: باب فی فضل العشر الأواخر من شهر رمضان، الصحیحه (۲۱۲۳) ابن ماجة (۱۷٦۷)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۳/٥۸٤) فیض القدیر (٥/۹٦) فتح الباری (٤/۳۲۳)]

(۳) [بخاری (٤۹۹۸) کتاب فضائل القرآن: باب کان جبرئیل یعرض القرآن علی النبی، ترمذی (۷۹۰) أبو داود (۲٤٦٦)]

(٤) [ترمذی (۷۹۱) کتاب الصوم: باب ما جاء فی الاعتکاف، بخاری (۲۰۳۳) مسلم (۱۱۷۲) أبو داود (۲٤٦٤) ابن ماجة (۱۷۷۱)]

(٥) [بخاری (۲۰۲۹) کتاب الاعتکاف: باب لا یدخل البیت إلا لحاجة، مسلم (۲۹۷) أبو داود (۲٤٦۸) ابن ماجة ۱۷۷٦) أحمد (٦/۸۱) ابن خزیمة (۲۲۳۱) ابن حبان (۳٦٦۹) بیهقی (٤/۳۲۰) شرح السنة (۱۸۳۱)]

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اعتکاف کرنے والے پر یہ سنت ہے کہ

﴿ لايخرج لحاجة إلا لما لابد له منه ﴾

''سوائے کسی ضروری حاجت کے مسجد سے نہ نکلے۔''(۱)

(3) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ أنها جاء ت رسول الله ﷺ تزوره في اعتكافه في المسجد في العشر الأواخر من رمضان ، فتحدثت عنده ساعة ثم قامت تنقلب فقام النبي ﷺ معها يقلبها حتى إذا بلغت باب المسجد عند باب أم سلمة مر رجلان من الأنصار فسلما على رسول الله ﷺ فقال لهما النبي ﷺ : على رسلكما ، إنما هي صفية بنت حيي ، فقالا : سبحان الله يا رسول الله ! وكبر عليهما ، فقال النبي ﷺ : إن الشيطان يبلغ من الإنسان مبلغ الدم وإني خشيت أن يقذف في قلوبكما شيئا ﴾

''وہ رمضان کے آخری عشرے میں، جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ سے ملنے کے لیے مسجد میں آئیں۔ کچھ دیر تک آپ ﷺ سے باتیں کیں پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ بھی انہیں (گھر) چھوڑنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب وہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں تو دو انصاری آدمی اُدھر سے گزرے اور نبی ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہیں۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول! (گویا) ان پر آپ ﷺ کا یہ جملہ نہایت گراں گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان خون کی مانند جسم میں دوڑتا ہے۔ مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال جائے۔''(۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتکاف بیٹھنے والا کسی ضروری کام کے لیے اعتکاف کی جگہ سے نکل سکتا ہے اور اسی طرح اگر کوئی بندوبست نہ ہو سکے تو انسان اپنی استعمال کی ضروری اشیاء بھی گھر سے لا سکتا ہے۔

(قرطبیؒ) اعتکاف کرنے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ اعتکاف کی جگہ سے باہر نکلے۔ ہاں اگر کوئی سخت ضرورت ہو تو نکل سکتا ہے۔(۳)

(۱) [حسن صحيح : صحيح أبو داود (۲۱٦۰) كتاب الصوم : باب المعتكف يعود المريض ، أبو داود (۲٤۷۳) بيهقي (۳۲۱/٤)]

(۲) [بخاري (۲۰۳۵ ، ۲۰۳۸) كتاب الاعتكاف : باب هل يخرج المعتكف لحوائجه إلى باب المسجد ، مسلم (۲۱۷۵) أبو داود (۲٤۷۰) ابن ماجة (۱۷۷۹) أحمد (۳۳۷/٦) عبد الرزاق (۸۰٦٥) دارمي (۲۷/۲) مشكل الآثار (۱۰٦) ابن خزيمة (۲۲۳۳) ابن حبان (۳٦۷۱) شرح السنة (۳۹۷/۷) بيهقي (۳۲۱/٤)]

(۳) [تفسير قرطبي (۳۳۳/۲)]

(ابن منذرؒ) اعتکاف کرنے والا اعتکاف کی جگہ سے کسی سخت حاجت کی وجہ سے ہی نکل سکتا ہے اور وہ حاجت وہ ہے جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نکلے تھے (یعنی اپنی بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا کو گھر چھوڑنے کے لیے)۔(۱)

(ابن کثیرؒ) اگر کوئی اعتکاف بیٹھنے والا کسی سخت حاجت کے لیے اپنے گھر جائے تو وہاں صرف اُتنی دیر ہی ٹھہرے جتنی دیر اسے وہاں وہ سخت کام ہے۔(۲)

(ابن قدامہؒ) اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں الا کہ کوئی اس قدر سخت ضرورت پیش آ جائے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔(۳)

اعتکاف کی کم از کم مدت

اعتکاف کی کم از کم کوئی مدت متعین نہیں۔(٤)

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔(٥)

(ابوحنیفہؒ، مالکؒ) اعتکاف کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے۔(٦)

اعتکاف کی جگہ میں چارپائی اور بستر بھی رکھا جا سکتا ہے

جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿ان النبی ﷺ کان إذا اعتکف طرح له فراشه أو یوضع له سریره وراء أسطوانة التوبة﴾

"نبی کریم ﷺ جب اعتکاف کرتے تو آپ ﷺ کے لیے استوانہ توبہ کے پیچھے آپ کا بستر بچھا دیا جاتا یا (راوی کو شک ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ) آپ ﷺ کے لیے وہاں آپ کی چارپائی رکھ دی جاتی۔"(۷)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ مسجد میں اعتکاف کی جگہ میں چارپائی اور بستر رکھنا جائز ہے۔(۸)

---

(۱) [أیضا]
(۲) [تفسیر ابن کثیر (۱/۴۰۹)]
(۳) [المغنی لابن قدامة (٤/٤٦٥)]
(٤) [اللباب فی علوم الکتاب" تفسیر القرآن" (۳/۳۲۰)]
(٥) [السیل الجرار (۲/۱۳٦)]
(٦) [تفسیر قرطبی (۲/۳۳۱)]
(۷) [ضعیف : ضعیف ابن ماجة (۳۹۲) کتاب الصیام : باب فی المعتکف یلزم مکانا من المسجد، ابن ماجة (۱۷۷٤) ابن خزیمة (۲۲۳٦)] حافظ بوصیریؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[الزوائد (۲/۲٤۳)] امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔[نیل الأوطار (۳/۲۰۲)]
(۸) [نیل الأوطار (۳/۲۰۲)]

دوران اعتکاف معتکف کے لیے کیا مستحب ہے؟

اعتکاف کے دوران اعتکاف بیٹھنے والے کو چاہیے کہ نفل ونوافل میں مشغول رہے' قرآن کی تلاوت کرے' اللہ کا ذکر کرے اور اسی طرح کی دیگر عبادات سرانجام دے۔ عبث وفضول گفتگو اور لایعنی کاموں سے اجتناب کرے اور زیادہ باتیں نہ کرے۔

حدیث میں ہے کہ ﴿ من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه ﴾

''آدمی کے اسلام کی خوبی سے ہے کہ وہ فضول ولایعنی کاموں کو چھوڑ دے۔'' (۱)

نیز اسے چاہیے کہ لڑائی جھگڑے اور فحش کاموں سے بچے کیونکہ یہ کام تو عام حالت میں بھی مناسب نہیں چہ جائیکہ انہیں دوران اعتکاف اختیار کیا جائے۔

(ابن قدامہؒ) اعتکاف کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ نماز' تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھانا' علم سکھانا' فقہاء سے مناظرہ کرنا' ان کی مجلس اختیار کرنا' حدیث لکھنا اور اس جیسے دیگر ایسے کام جن کا نفع دوسروں تک پہنچتا ہو (دوران اعتکاف) ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک مستحب نہیں ہیں۔ اور یہی امام احمدؒ کے کلام کا ظاہر ہے۔ (۲)

بیوی کا مسجد میں آنا' شوہر کے سر میں کنگھی کرنا

اور اس کا سر دھونا درست ہے جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے مسجد میں تشریف لائیں۔ (۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ وإن كان رسول الله ﷺ ليدخل علي رأسه وهو في المسجد فأرجله ﴾

''رسول اللہ ﷺ (دوران اعتکاف) مسجد سے اپنا سر میری طرف حجرے کے اندر کر دیتے۔ اور میں اس میں کنگھی کر دیتی۔'' (٤)

---

(۱) [صحیح : صحیح ترمذی (۱۸۸٦) شرح العقيدة الواسطية (۲٦۸)' (٥٤٣)]

(۲) [المغنی (٤/٤۷۹۔٤۸۰)]

(۳) [بخاری (۲۰۳۸) كتاب الاعتكاف : باب زيارة المرأة زوجها في اعتكافه]

(٤) [بخاری (۲۰۲۹) كتاب الاعتكاف : باب لا يدخل البيت إلا لحاجة' مسلم (۲۹۷) ابو داود (۲٤٦۸) ابن ماجة (۱۷۷٦) احمد (٦/۸۱) ابن خزيمة (۲۲۳۱) ابن حبان (۳٦٦۹) بيهقی (٤/۳۲۰) شرح السنة للبغوی (۱۸۳۱)]

(3) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿ و كان يخرج رأسه من المسجد وهو معتكف فأغسله وأنا حائض ﴾

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں اپنا سر مسجد سے نکالتے اور میں اسے دھوتی حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔''(۱)

اعتکاف کرنے والا بغیر شہوت کے بیوی کو چھو سکتا ہے

جیسا کہ گذشتہ احادیث اس کا واضح ثبوت ہیں۔

اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد میں کھانا جائز ہے

کیونکہ اس سے ممانعت کی کوئی دلیل موجود نہیں اور اس کے بغیر اس کے لیے کوئی چارہ نہیں۔

(ابن قدامہؒ) اعتکاف بیٹھنے والے کے لیے مسجد میں کھانے میں کوئی قباحت نہیں۔(۲)

(سید سابقؒ) اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد میں کھانا' پینا اور سونا جائز ہے۔(۳)

کیا استحاضہ کی بیماری میں مبتلا خواتین اعتکاف بیٹھ سکتی ہے؟

ا ایسی عورت کے لیے اعتکاف بیٹھنا درست ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ اعتكفت مع رسول الله ﷺ امرأة من أزواجه مستحاضة فكانت ترى الحمرة والصفرة فربما وضعنا الطست تحتها وهي تصلي ﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے ایک خاتون (حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا) نے' جو کہ مستحاضہ تھیں' اعتکاف کیا۔ وہ سرخی اور زردی (یعنی استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں۔ اکثر ہم کوئی برتن ان کے نیچے رکھ دیتے اور وہ نماز پڑھتی رہتیں۔''(٤)

(ابن قدامہؒ) استحاضہ کی بیماری اعتکاف کو نہیں روک سکتی کیونکہ یہ نہ تو نماز کو روکتی ہے اور نہ ہی طواف کو (یعنی استحاضہ والی عورت نماز بھی پڑھ سکتی ہے اور طواف بھی کر سکتی ہے لہٰذا اس کے لیے اعتکاف بیٹھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔(٥)

---

(۱) [بخاري (۲۰۳۱) كتاب الاعتكاف : باب غسل المعتكف]

(۲) [المغني لابن قدامة (٤٨٣/٤)]

(۳) [فقه السنة (٤٢١/١)]

(٤) [بخاري (۲۰۳۷) كتاب الاعتكاف : باب اعتكاف المستحاضة]

(٥) [المغني لابن قدامة (٤٨٨/٤)]

اعتکاف کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا درست ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ كان النبي ﷺ يعتكف في العشر الأواخر من رمضان فكنت أضرب له خباء فيصلي الصبح ثم يدخله ﴾

''نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپ کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی۔ اور آپ ﷺ صبح کی نماز ادا کر کے اس میں داخل ہو جاتے تھے۔'' (۱)

دوران اعتکاف ممنوع افعال

① کبائر کا ارتکاب:

(قرطبی) اگر اعتکاف کرنے والا کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے گا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا کیونکہ کبیرہ گناہ عبادت کی ضد ہے جیسا کہ حدث طہارت اور نماز کی ضد ہے۔ (۲)

② جماع و ہم بستری کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ ﴾ [البقرة : ۱۸۷]

''تم ایسی حالت میں مباشرت نہ کرو کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔''

(قرطبیؒ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ جس نے اعتکاف کی جگہ میں جان بوجھ کر اپنی بیوی سے اس کی شرمگاہ میں جماع و ہم بستری کی اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

مزید فرماتے ہیں کہ ابو عمر نے کہا ''علماء کا اس پر بھی اجماع ہے کہ اعتکاف کرنے والا نہ تو مباشرت کر سکتا ہے اور نہ ہی بوسہ لے سکتا ہے۔ (۳)

(ابن کثیرؒ) یہ امر علماء کے ہاں متفق علیہ ہے کہ جب تک اعتکاف بیٹھنے والا مقام اعتکاف میں ہے اس پر عورتیں حرام ہیں (یعنی عورتوں سے ہم بستری یا ان کا بوسہ لینا وغیرہ)۔ (٤)

---

(۱) [بخاری (۲۰۳۳) كتاب الاعتكاف : باب اعتكاف النساء' مسلم (۱۱۷۳) ابو داود (۲٤٦٤) نسائی (۲/٤٤-٤٥) ابن ماجة (۱۷۷۱) احمد (٦/٨٤) ابن حبان (۳٦٦٧) ابن خزيمة (۲۲۲٤) موطا مالك (۱/۳۱٦) شرح سنة للبغوى (۱۸۲۷) بيهقى (٤/۳۲۲)]

(۲) [تفسير قرطبى (۲/۲۲٤)]

(۳) [تفسير قرطبى (۲/۳۳۰)]

(٤) [تفسير ابن كثير (۱/٤٥۹)]

(ابن حجر ہیثمیؒ) دوران اعتکاف جماع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔(۱)

③ بغیر ضرورت کے مسجد سے باہر نکلنا:

جیسا کہ گذشتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ

﴿ ولا یخرج لحاجة إلا لما لا بد منه ﴾

''اعتکاف کرنے والا کسی ضرورت کے لیے (مسجد سے) باہر نہ نکلے الا کہ جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔''(۲)

(ابن قدامہؒ) اگر جان بوجھ کر بغیر کسی سخت ضرورت کے مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف باطل ہو جائے گا الا کہ اس نے شرط لگائی ہو یا بھول جائے۔(۳)

④ مریض کی عیادت' جنازے میں شرکت اور بیوی سے مباشرت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ السنة على المعتكف : ألا يعود مريضا ' ولا يشهد جنازة ' ولا يمس امرأة ولا يباشرها ﴾

''اعتکاف کرنے والے کے لیے سنت ہے کہ وہ نہ کسی مریض کی عیادت کرے' نہ جنازے میں شرکت کرے' نہ عورت کو چھوئے اور نہ ہی اس سے مباشرت کرے۔''(٤)

(ابن کثیرؒ) اعتکاف بیٹھنے والا مریض کی عیادت کے لیے نہ نکلے لیکن راہ گزرتے ہوئے اسے پوچھ سکتا ہے۔(٥)

⑤ عورت کا ایام ماہواری میں اعتکاف:

کیونکہ حائضہ عورت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إني لا أحل المسجد لحائض ولا جنب ﴾

''بیشک میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد حلال نہیں کرتا۔''(٦)

---

(۱) [الزواجر لابن حجر الهيثمي (۱/٤٣٧)]

(۲) [أبو داود (٢٤٧٣)]

(۳) [المغني (٤/٤٧٢)]

(٤) [حسن صحيح : صحيح أبو داود (٢١٦٠) كتاب الصوم : باب المعتكف يعود المريض ' أبو داود (٢٤٧٣)]

(٥) [تفسير ابن كثير (۱/٤٥٩)]

(٦) [ضعيف : ضعيف أبو داود (٤٠) كتاب الطهارة : باب في الجنب يدخل المسجد ' إرواء الغليل (١٩٣) أبو داود (٢٣٢) بيهقي (٢/٤٤٢)] شیخ حازم علی قاضی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔[التعليق على سبل السلام (١/٢٠١)] امام ابن خزیمہؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے نقل فرمایا ہے۔[بلوغ المرام (١١١)]

(ابن قدامہؒ) اس لیے عورت کو ایام ماہواری کی ابتداء ہوتے ہی مسجد سے نکل جانا چاہیے۔(۱)

⑥ شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف:

(ابن قدامہؒ) عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے اور نہ ہی کوئی مملوک (غلام لونڈی وغیرہ) اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرے۔(۲)

اعتکاف باطل کر دینے والے افعال

① دین اسلام سے مرتد ہو جانا:

کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ﴾ [الزمر: ٦٥]
"(اے محمد!) اگر تم بھی شرک کرو گے تو ضرور تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔"

(ابن قدامہؒ) اگر اعتکاف بیٹھنے والا مرتد ہو جائے تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔(۳)

② کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا:

جیسا کہ ابھی پیچھے امام قرطبیؒ کی اس ضمن میں وضاحت گزری ہے۔

③ مباشرت و ہم بستری کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "تم ایسی حالت میں مباشرت نہ کرو کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔"
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
﴿ إذا جامع المعتكف بطل اعتكافه واستأنف ﴾
"جب اعتکاف بیٹھنے والا ہم بستری کر بیٹھے تو اس کا اعتکاف باطل ہو گیا اور وہ دوبارہ اعتکاف بیٹھے۔"(٤)
لیکن ایسے شخص پر کوئی کفارہ نہیں ہے کیونکہ اس کے متعلق نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے کچھ مروی نہیں۔

(ابن قدامہؒ) جس نے ہم بستری کر لی اس کا اعتکاف فاسد ہو گیا۔(٥)

④ بغیر ضرورت کے مسجد سے باہر جانا:

(ابن قدامہؒ) اگر اعتکاف بیٹھنے والا کسی ایسے کام کے لیے مسجد سے باہر نکلا جس کے بغیر گزارہ ممکن تھا تو اس کا

---

(۱) [المغني لابن قدامة (٤٨٧/٤)]
(۲) [المغني لابن قدامة (٤٨٥/٤)]
(۳) [المغني لابن قدامة (٤٧٦/٤)]
(٤) [صحيح: قيام رمضان (ص/٤١) ابن أبي شيبة (٩٢/٣)]
(٥) [المغني لابن قدامة (٤٧٣/٤)]

اعتکاف باطل ہو جائے گا خواہ وہ کچھ ہی دیر کے لیے نکلے۔

(ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(سید سابقؒ) بغیر ضرورت کے عمداً مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے اگرچہ کوئی کچھ دیر کے لیے ہی مسجد سے نکلے۔ کیونکہ اس طرح مسجد میں ٹھہراؤ ختم ہو جاتا ہے اور یہ اعتکاف کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔(۲)

- امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ

اعتکاف بیٹھنے والے کے لیے مسجد کی چھت پر چڑھنا جائز ہے کیونکہ وہ مسجد کا ہی حصہ ہے۔

(ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، مالکؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

---

(۱) [المغنى لابن قدامة (٤٦٩/٤)]

(۲) [فقه السنة (٤٢١/١)]

(۳) [المغنى لابن قدامة (٤٧٢/٤)]

باب لیلة القدر شب قدر کا بیان

شب قدر کی فضیلت

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴾ [القدر: ۳-۵]

''شب قدر کی عبادت ایک ہزار مہینوں (کی عبادت) سے بہتر ہے۔ اس (میں ہر کام) سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرئیل علیہ السلام) اترتے ہیں۔ یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر طلوع ہونے تک رہتی ہے۔''

(ابن کثیرؒ) اس رات کی بہت زیادہ برکت کی وجہ سے اس میں کثرت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ فرشتے برکت و رحمت کے نزول کے ساتھ اترتے ہیں جیسا کہ تلاوتِ قرآن کریم کے وقت اترتے ہیں' مجلس ذکر کو گھیر لیتے ہیں اور سچے طالب علم کی تعظیم کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔(۱)

(2) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إن هـذا الشهر قد حضركم وفيه ليلة خير من ألف شهر من حرمها فقد حرم الخير كله ولا يحرم خيرها إلا كل محروم ﴾

''بلاشبہ یہ (بابرکت) مہینہ تمہارے پاس آیا ہے (اسے غنیمت سمجھو)۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ ہر طرح کی خیر و برکت سے محروم رہا اور اس کی خیر و برکت سے صرف وہی محروم رہتا ہے جو (ہر قسم کی خیر سے) محروم ہو۔''(۲)

قدر کی راتوں میں نوافل پڑھنا مستحب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ من قام ليلة القدر إيمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه ﴾

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (تحت سورة القدر)]

(۲) [حسن صحيح: صحيح ابن ماجة (۱۳۳۳) كتاب الصيام: باب ما جاء في فضل شهر رمضان' ابن ماجة (۱٦٤٤)]

”جو شخص ایمان اور ثواب کی نیت سے شب قدر کا قیام کرتا ہے اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“ (۱)

قدر کی رات کونسی ہے؟

اس میں بے حد اختلاف ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے چالیس (40) اور امام شوکانیؒ نے پینتالیس (45) اقوال نقل فرمائے ہیں۔ (۲)

ان سب میں راجح اور قوی تر قول یہ ہے کہ شب قدر آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ تحروا ليلة القدر في الوتر من العشر الأواخر من رمضان ﴾

”شب قدر رمضان کے آخری دھاکے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔“ (۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ كـان رسول الله ﷺ يجـاور فـي رمضان العشر التي في وسط الشهر فإذا كان حين يمسي من عشرين ليلة تمضي ويستقبل إحدى وعشرين رجع إلى مسكنه ورجع من كان يجـاور معه ' وأنه أقام في شهر جاور فيه الليلة التي كان يرجع فيها فخطب الناس فأمرهم ما شاء الله ثم قـال كنت أجاور هذه العشر ' ثم قد بدا لي أن أجاور هذه العشر الأواخر ' فمن كـان اعتكف معي فليثبت في معتكفه وقد أريت هذه الليلة ' ثم أنسيتها ' **فابتغوها في العشر الأواخر ' وابتغوها في كل وتر** ' وقد رأيتني أسجد في ماء وطين ' فاستهلت السماء في تلك الليلة فـأمطـرت فوكف المسجد في مصلى النبي ﷺ ليلة إحدى وعشرين فبصرت عيني نظرت إليه انصرف من الصبح ووجهه ممتلئ طينا وماء ﴾

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ بیس راتیں گزر جانے کے بعد جب اکیسویں رات آتی تو شام کو آپ گھر واپس آ جاتے۔ جو لوگ اعتکاف میں ہوتے وہ بھی اپنے گھروں کو واپس آ جاتے۔ ایک رمضان میں جب آپ اعتکاف میں تھے تو اُس رات میں بھی (مسجد میں ہی) مقیم رہے جس میں

(۱) [بخاری (۲۰۱٤) كتاب فضل ليلة القدر: باب فضل ليلة القدر ' مسلم (۷٦۰) نسائي في الكبرى كما في تحفة الأشراف (۱۰/۱۳۷۳۰) أحمد (۲/۲۸۱) ترمذی (۸۰۸) ابن ماجة (۱۳۲٦)]

(۲) [فتح الباری (٤/۷۹٤ـ ۷۹۹) نيل الأوطار (۳/۲٦۳ـ ۲٦٦)]

(۳) [بخاری (۲۰۱۷) كتاب فضل ليلة القدر : باب تحري ليلة القدر في الوتر من العشر الأواخر ' مسلم (۱۱۲۹) ترمذی (۷۹۲) موطا (۱/۳۱۹) أحمد (٦/٥۰) ابن أبي شيبة (۹٥۲٥) بيهقي (٤/۳۰۷) شرح السنة (۱۸۱٦)]

آپ کی گھر جانے کی عادت تھی۔ پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ نے لوگوں کو حکم دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا میں اس دوسرے عشرے میں اعتکاف کیا کرتا تھا۔ لیکن مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ مجھے اب اس آخری عشرے میں اعتکاف کرنا چاہیے۔ اس لیے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ اپنے مقام اعتکاف میں ہی ٹھہرا رہے۔ مجھے یہ رات (یعنی شب قدر) دکھائی گئی لیکن پھر بھلوا دی گئی۔ اس لیے تم اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے خود کو (خواب میں) دیکھا کہ میں اس رات کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پھر اس رات آسمان پر ابر ہوا اور بارش برسی' نبی کریم ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ (چھت سے) پانی ٹپکنے لگا۔ یہ اکیسویں رات کا ذکر ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ ﷺ صبح کی نماز کے بعد واپس آ رہے تھے اور آپ کے چہرہ مبارک پر کیچڑ لگا ہوا تھا۔'' (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ التمسوها في العشر الأواخر من رمضان ليلة القدر في تاسعة تبقى في سابعة تبقى في خامسة تبقى ﴾

''شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔ جب نو راتیں باقی رہ جائیں یا سات راتیں باقی رہ جائیں یا جب پانچ باقی رہ جائیں۔(۲)

(ابن حجرؒ، شوکانیؒ) انہوں نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔(۳)

لیکن جمہور کے نزدیک شب قدر ستائیسویں رات ہے۔(٤)

ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے شب قدر کے متعلق فرمایا ﴿ ليلة سبع وعشرين ﴾ ''یہ ستائیس کی رات ہے۔'' (۵)

یاد رہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔(٦)

---

(۱) [بخاری (۲۰۱۸) کتاب ليلة القدر : باب تحری ليلة القدر فی الوتر من العشر الأواخر ' مسلم (۱۱٦۷) ابو داود (۱۳۸۲) نسائی (۷۹/۳) موطا (۳۱۹/۱) احمد (۲٤/۳) حمیدی (۷۵٦) ابن خزیمة (۲۱۷۱) أبو يعلى (۱۱۵۸) ابن حبان (۳٦۸٤-الإحسان) بيهقى (۳۱٤/٤) بغوى (۱۸۱۹)]

(۲) [بخاری (۲۰۲۱) کتاب ليلة القدر : باب تحری ليلة القدر فی الوتر من العشر الأواخر ' ابو داود (۱۳۸۱) احمد (۲۳۱/۱) بيهقى فى السنن الكبرى (۳۰۸/٤)]

(۳) [فتح البارى (۷۹۵/٤) نيل الأوطار (۲۷۱/۳)]

(٤) [سبل السلام (۹۱۵/۲)]

(۵) [صحيح : صحيح أبو داود (۱۲۳٦) کتاب الصلاة : باب من قال: سبع وعشرون ' أبو داود (۱۳۸٦)]

(٦) [بلوغ المرام (۵۷٦)]

علاوہ ازیں ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ فمن كان متحريها فليتحرها في السبع الأواخر ﴾

''جو اسے تلاش کرنے کا خواہش مند ہو وہ اسے آخری سات (راتوں) میں تلاش کرے۔''(۱)

یہ اور اس طرح کی دیگر تمام احادیث میں شب قدر کے تعین کا ذکر اس لیے ہے کیونکہ اس سال وہ رات شب قدر تھی لہٰذا وہی رات بتلا دی گئی۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ ہمیشہ وہی رات شب قدر ہوگی۔

(ابن تیمیہؒ) شب قدر ماہ رمضان کے آخری عشرے میں ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہے .... اور یہ اس عشرے کی طاق راتوں میں ہے۔(۲)

(صدیق حسن خانؒ) فرماتے ہیں کہ مسوی میں ہے کہ قدر کی رات کون سی ہے اس میں اختلاف ہے اور قوی ترین قول یہ ہے کہ (رمضان کے) آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے۔(۳)

(سعودی مجلس افتاء) شب قدر کو رمضان کی کسی رات کے ساتھ خاص کرنے والی بات دلیل کی محتاج ہے جو اس کی تعیین کرتی ہو اس کے علاوہ ہم ایسا کچھ نہیں کہہ سکتے۔ تاہم آخری عشرے کی طاق راتیں اس رات کے لیے زیادہ مناسب ہیں اور ان راتوں میں بھی ستائیسویں رات زیادہ مناسب ہے۔(۴)

شب قدر نا معلوم ہونے کا سبب

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ خرج النبي ﷺ ليخبرنا بليلة القدر فتلاحى رجلان من المسلمين فقال : خرجت لأخبركم بليلة القدر فتلاحى فلان وفلان فرفعت وعسى أن يكون خيرا لكم ﴾

''رسول اللہ ﷺ ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لا رہے تھے کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میں آیا تھا کہ تمہیں شب قدر بتا دوں لیکن فلاں اور فلاں نے آپس میں جھگڑا کر لیا پس اس کا علم اٹھا لیا گیا۔ اور امید ہے کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہوگا۔''(۵)

---

(۱) [بخاری (۲۰۱۵) كتاب فضل ليلة القدر : باب التماس ليلة القدر في السبع الأواخر، مسلم (۱۱٦٥) موطا (۳۲۱/۱) أحمد (۱۷/۲) عبد الرزاق (۷٦۸۸) ابن خزيمة (۲۱۸۲) بيهقی (۳۱۰/٤) ابن حبان (۳٦۷٥)]

(۲) [مجموع الفتاوى (۲۸٤/۲٥)]

(۳) [الروضة الندية (٥۷٦/۱)]

(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٤۱٥/۱۰)]

(٥) [بخاری (۲۰۲۳) كتاب فضل ليلة القدر : باب رفع معرفة ليلة القدر لتلاحي الناس]

شب قدر کی علامات

(1) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ تصبح الشمس صبيحة تلك الليلة مثل الطست ليس لها شعاع حتى ترتفع ﴾

''شب قدر کی صبح کو سورج کے بلند ہونے تک اس کی شعاع نہیں ہوتی۔ وہ ایسے ہوتا ہے جیسے تھالی۔'' (١)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شب قدر کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أيكم يذكر حين طلع القمر وهو مثل شق جفنة ﴾

''تم میں سے کون اسے (یعنی شب قدر کو) یاد رکھتا ہے (اس میں) جب چاند نکلتا ہے تو ایسے ہوتا ہے جیسے بڑے تھال کا کنارہ۔'' (٢)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ليلة القدر طلقة ' لا حارة ولا باردة ' تصبح الشمس يومها حمراء ضعيفة ﴾

''شب قدر آسان اور معتدل رات ہے جس میں نہ گرمی ہوتی ہے اور نہ سردی۔ اس صبح کا سورج اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اس کی سرخی مدہم ہوتی ہے۔'' (٣)

(4) اسی معنی کی حدیث مسند احمد میں بھی موجود ہے۔ (٤)

شب قدر کی مخصوص دعا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

---

(١) [ابو داود (١٣٧٨) كتاب الصلاة : باب في ليلة القدر ' مسلم (٧٦٢) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح ' ترمذی (٣٣٥١) نسائی (٧٩٣) وفي السنن الكبرى (١١٦٩٠/٦) تحفة الأشراف (١٨)]

(٢) [مسلم (١١٧٠) كتاب الصيام : باب فضل ليلة القدر والحث على طلبها وبيان محلها وإرجاء أوقات طلبها ' تحفة الأشراف (١٣٤٥١)]

(٣) [حسن : مسند بزار (٤٨٦/٦ ـ في كشف الاستار) مسند طيالسی (٣٤٩) ابن خزيمة (٢٣١/٣) شیخ سلیم ہلالی نے اسے حسن کہا ہے۔ [صفة صوم النبی (ص/٩٠)]

(٤) [احمد (٣٢٤/٥) امام ہیثمیؒ نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (١٧٨/٣)] مزید دیکھیے : عبد الله بن احمد فی زوائده (٩٨/٥) طبرانی کبیر (١٩٦٢) بزار (١٠٣١) ابن ابی شيبة (٩٥٣٨) ابن خزيمة (٢١٩٠)]

﴿ قلت یا رسول اللہ ! أرأیت إن علمت أی لیلة لیلة القدر ما أقول فیها قال : قولی فیها اللهم إنك عفو كريم تحب العفو فاعف عنا ﴾

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ شب قدر ہے تو میں کیا پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھو'' اللّٰهُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا '' یعنی اے اللہ تعالیٰ! تو بہت معاف کرنے والا ہے' معاف کرنا تجھے پسند ہے۔ پس تو مجھے معاف فرماوے۔'' (۱)

قدر کی رات زمین میں فرشتوں کی کثرت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ إن الملائكة تلك الليلة فی الأرض أكثر من عدد الحصی ﴾ ۔

''بلاشبہ اس (قدر کی رات) زمین میں فرشتوں کی تعداد کنکریوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔'' (۲)

(۱) [صحیح : صحیح ابن ماجة (۳۱۰۵) کتاب الدعاء : باب الدعاء بالعفو والعافیة ' ترمذی (۳۵۱۳) کتاب الدعوات : باب فی فضل سؤال العافیة والمعافاة ' ابن ماجة (۳۸۵۰) نسائی فی الکبری (۲۱۸/٦) أحمد (۱۷۱/٦) المشكاة (۲۰۹۱)]

(۲) [حسن : الصحیحة (۲۲۰۵) رواہ احمد والطیالسی وابن خزیمة]

باب فضائل القرآن — فضائل قرآن کا بیان

قرآن کے ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کا اجر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ من قرأ حرفا من كتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر أمثالها لا أقول الم حرف ولكن ألف حرف ولام حرف وميم حرف ﴾

''جس نے قرآن کے ایک حرف کی تلاوت کی اسے اس کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ''الم'' ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف' لام دوسرا حرف اور میم تیسرا حرف ہے۔''(۱)

قرآن اپنے پڑھنے والوں کی روز قیامت سفارش کرے گا

(1) حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اقرأوا القرآن فإنه يأتي يوم القيامة شفيعا لأصحابه ﴾

''قرآن پڑھا کرو کیونکہ قرآن روز قیامت اُن لوگوں کی سفارش کرے گا جو اس کی تلاوت کرتے رہے۔''(۲)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الصيام والقرآن يشفعان للعبد ' يقول الصيام أي رب ! إني منعته الطعام والشهوات بالنهار فشفعني فيه ويقول القرآن منعته النوم بالليل فشفعني فيه ' فيشفعان ﴾

''روزہ اور قرآن مومن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا' اے میرے پروردگار! میں نے اس کو دن بھر کھانے پینے اور شہوت رانی سے روکے رکھا' اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا کہ رات کو میں نے اسے نیند سے روکے رکھا اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ پھر دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔''(۳)

---

(۱) [صحيح : الصحيحة (٦٦٠) صحيح ترمذی ' ترمذی (٢٩١٠) كتاب فضائل القرآن : باب ما جاء فيمن قرأ حرفا من القرآن ما له من الأجر]

(۲) [مسلم (٨٠٤) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل قراءة القرآن]

(۳) [حسن صحيح : صحيح الترغيب (٩٨٤) كتاب الصوم : باب الترغيب في الصوم مطلقا وما جاء في فضله وفضل دعاء الصائم ' هداية الرواة (٣١٣/٢) تمام المنة (ص/٣٩٤) احمد (١٧٤/٢) حاكم (٥٥٤/١) امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

تلاوتِ قرآن سننے کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ بينما هو يقرأ من الليل سورة البقرة وفرسه مربوطة عنده إذ جالت الفرس فسكت فسكنت فقرأ فجالت فسكت فسكنت ثم قرأ فجالت الفرس فانصرف و كان ابنه يحيى قريبا منها فأشفق أن تصيبه ولما أخره رفع رأسه إلى السماء فإذا مثل الظلة فيها أمثال المصابيح فلما أصبح حدث النبي ﷺ فقال : اقرأ يا بن حضير ! اقرأ يا بن حضير ! قال : فأشفقت يا رسول الله أن تطأ يحيى و كان منها قريبا فانصرفت إليه ورفعت رأسي إلى السماء فإذا مثل الظلة فيها أمثال المصابيح فخرجت حتى لا أراها ' قال : وتدرى ما ذاك ؟ قال : لا ' قال : تلك الملائكة دنت لصوتك ولو قرأت لأصبحت ينظر الناس إليها لا تتوارى منهم ﴾

''ایک دفعہ وہ رات کے وقت سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے قریب بندھا ہوا تھا۔ اچانک گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو دوبارہ گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو گھوڑا کودنے لگا چنانچہ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نفل نماز سے فارغ ہوئے اور ان کا بیٹا یحییٰ گھوڑے کے قریب تھا۔ وہ خوفزدہ ہو گیا کہ (گھوڑے کے کودنے کی وجہ سے) بچے کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ جب انہوں نے بچے کو گھوڑے سے دور ہٹا دیا تو انہوں نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا تو وہاں سائبان سا نظر آیا جس میں چراغ سے دکھائی دے رہے تھے۔

جب صبح ہوئی تو انہوں نے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کو سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے حضیر! تم پڑھتے رہتے۔ اس نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں گھوڑا یحییٰ کو نہ روند ڈالے اور وہ بالکل اس کے قریب تھا۔ چنانچہ میں اس کی طرف گیا اور میں نے آسمان کی جانب سر اٹھایا تو وہاں سائبان سا نظر آیا جس میں روشنیاں سی دکھائی دے رہی تھیں۔ جب میں گھر سے باہر نکلا تو پھر مجھے وہ روشنیاں نظر نہ آئیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا' تجھے معلوم ہے یہ روشنیاں کیا تھیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ فرشتے تھے' جو تیری تلاوت سننے کے لیے اترے تھے اور اگر تم اپنی تلاوت جاری رکھتے تو صبح ہونے پر لوگ بھی انہیں دیکھتے اور وہ لوگوں سے کچھ نہ چھپتے۔'' (۱)

(۱) [بخاری (۵۰۱۸) کتاب فضائل القرآن : باب نزول السكينة والملائكة عند قراءة القرآن ' نسائی فی السنن الكبرى (۸۰۱۶)]

صاحب قرآن کے حق میں رشک جائز ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لا حسد إلا على اثنين : رجل آتاه الله القرآن فهو يقوم به آناء الليل وآناء النهار ، ورجل آتاه الله مالا فهو ينفق منه آناء الليل وآناء النهار ﴾

''رشک صرف دو انسانوں کے حق میں جائز ہے۔ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی دولت سے نوازا ہے اور وہ رات اور دن کے اوقات میں قیام میں اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہے اور وہ اس سے دن اور رات کے اوقات میں خرچ کرتا رہتا ہے۔'' (۱)

قرآن کا حافظ و ماہر معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة والذي يقرأ القرآن ويتتعتع فيه وهو عليه شاق له أجران ﴾

''قرآن پاک کا ماہر شخص معزز لکھنے والے اطاعت گزار فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔اور جو شخص قرآن پاک اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور اس پر تلاوت کرنا مشکل ہوتا ہے تو اس کے لیے دُہرا اجر ہے۔''

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ

﴿ مثل الذي يقرأ القرآن وهو حافظ له .... ﴾

''اس شخص کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور وہ اس کا حافظ ہے............'' (۲)

حافظ قرآن جنت میں بلند درجے پر فائز ہوگا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ يقال لصاحب القرآن : اقرأ وارتق ورتل كما كنت ترتل في الدنيا فإن منزلك عند آخر آية تقرأها ﴾

''صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ تم قرآن کی تلاوت کرتے جاؤ اور جنت کے درجات میں بلند ہوتے

(۱) [بخاری (۷۵۲۹) کتاب التوحید: باب قول النبی ﷺ رجل آتاه الله القرآن ' مسلم (۸۱۵) ترمذی (۱۹۳۶) نسائی فی السنن الکبری (۸۰۷۲)]

(۲) [مسلم (۷۹۸) کتاب صلاة المسافرین وقصرها : باب فضل الماهر فی القرآن والذی یتتعتع فیه ' بخاری (۴۹۳۷) کتاب تفسیر القرآن : باب سورة عبس ' ترمذی (۲۹۰۴) نسائی فی السنن الکبری (۸۰۴۷)] .

جاؤ۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے جاؤ جیسے آہستہ آہستہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔ تمہارا مقام وہ ہے جہاں تم اپنی آخری آیت کی تلاوت کرو گے۔" (۱)

قرآن سیکھنے اور سکھانے والا شخص سب سے بہتر ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ خیرکم من تعلم القرآن وعلمه ﴾

"تم میں وہ شخص سب سے بہتر ہے جو قرآن سیکھتا اور سکھاتا ہے۔" (۲)

قرآن قوموں کے عروج وزوال کا ذریعہ ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواما ويضع به آخرين ﴾

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند فرماتا ہے اور کچھ لوگوں کو اس کے ذریعے ذلیل کر دیتا ہے۔" (۳)

قرآن کی مختلف سورتوں اور آیات کی فضیلت

(1) سورۂ فاتحہ قرآن کی سب سے عظیم سورت ہے۔ (٤)

(2) ایک حدیث میں سورۂ فاتحہ کو ایسا نور کہا گیا ہے جو پہلے کسی نبی کو نہیں عطا کیا گیا۔ (٥)

---

(۱) [حسن: الصحیحة (۲۲٤۰) هداية الرواة (۳۷۲/۲) ابو داود (۱٤٦٤) كتاب الصلاة: باب استحباب الترتيل فى القراءة ' ترمذى (۲۹۱٤) نسائى فى السنن الكبرى (۸۰٥٦)]

(۲) بخارى (٥۰۲۷) كتاب فضائل القرآن: باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه ' ابو داود (۱٤٥۲) ترمذى (۲۹۰۷) نسائى فى السنن الكبرى (۸۰۳۷) دارمى (٤۳۷/۲) ابن ماجة (۲۱۲) عبد الرزاق (٥۹۹٥) طيالسى (۷۳) ابن حبان (۱۱۸) احمد (٥۷/۱)]

(۳) [مسلم (۸۱۷) كتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه وفضل من تعلم حكمة ' ابن ماجة (۲۱۸)]

(٤) [بخارى (٤٤۷٤) كتاب تفسير القرآن: باب وسميت أم الكتاب ' ابو داود (۱٤٥۸) نسائى (۱۳۹/۲) ابن ماجة (۳۷۸٥)]

(٥) [مسلم (۸۰٦) كتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة ' نسائى فى السنن الكبرى (۸۰۱٤/٥) وفى عمل اليوم والليلة (۷۲۷) طبرانى كبير (۱۲۲٥٥) ابن حبان (۷۷۸) بغوى فى شرح السنة (۱۲۰۰)]

(3) جس گھر میں سورۂ بقرہ تلاوت کی جاتی ہے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔(۱)

(4) جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی کی تلاوت کرتا ہے اسے جنت میں داخلے سے صرف موت نے روک رکھا ہے۔(۲)

(5) سوتے وقت آیت الکرسی کی تلاوت کرنے والے پر ساری رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر رہتا ہے اور ساری رات شیطان اس کے قریب نہیں آ سکتا۔(۳)

(6) ایک حدیث میں آیت الکرسی کو قرآن کی سب سے عظیم آیت قرار دیا گیا ہے۔(٤)

(7) جو شخص رات کے وقت سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کرے گا تو یہ اسے (ہر قسم کے نقصان، شیطان اور تمام آفات سے بچاؤ کے لیے) کافی ہو جائیں گی۔(٥)

(8) جو سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کرے گا وہ دجال کے فتنہ سے بچا لیا جائے گا۔(٦)

(9) جو شخص سورۃ الملک کی تلاوت کرتا رہا تو یہ سورت اس کے حق میں سفارش کرے گی حتی کہ اسے بخش دیا جائے گا۔(۷)

---

(۱) [مسلم (۷۸۰) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب استحباب صلاة النافلة في بيته وجوازها في المسجد ' ترمذى (۲۸۷۷) نسائى فى السنن الكبرى (۸۰۱۵/٥) وفى عمل اليوم والليلة (۹۷۱) ابن حبان (۸۷۳) شرح السنه للبغوى (۱۱۹۲)]

(۲) [صحيح : الصحيحة (۹۷۲) ' (٦۹۷/۲) نسائى (٣٠/٦) '(۹۹۲۸) طبرانى كبير (١٣٤/٨) مجمع الزوائد (١٤٨/٢)]

(۳) [بخارى (۳۲۷٥) ' (۲۳۱۱) كتاب بدء الخلق : باب صفة إبليس وجنوده ' نسائى فى السنن الكبرى (۱۰۷۹٥)]

(٤) [مسلم (۸۱۰) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل سورة الكهف وآية الكرسى ' ابو داود (١٤٦٠) تحفة الأشراف (۳۸)]

(٥) [مسلم (۸۰۷) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة والحث على قراءة الآيتين من آخر البقرة ' بخارى (٤٠٠٨) ابو داود (۱۳۹۷) ترمذى (۲۸۸۱) نسائى فى السنن الكبرى (۸۰۰۳/٥) ابن ماجة (١٣٦٨) '(١٣٦٩) دارمى (١٤٨٧) ابن حبان (۷۸۱) شرح السنة للبغوى (۱۱۹۹) احمد (۱۷۰٦۷)]

(٦) [مسلم (۸۰۹) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل سورة الكهف وآية الكرسى ' ابو داود (٤٣٢٣) ترمذى (۲۸۸٦) نسائى فى السنن الكبرى (۸۰۲٥) وفى عمل اليوم والليلة (۹٥٥) ابن حبان (۷۸٥) شرح السنة (١٢٠٤)]

(۷) [حسن : هداية الرواة (۳۸۰/۲) ابو داود (١٤٠٠) كتاب الصلاة : باب فى عدد الآى ' ترمذى (۲۸۹۱) نسائى (۷۱۰) ابن ماجة (۳۷۸٦) حاكم (٤۹۸/٤) ابن حبان (۱۷٦٦) امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(10) سورۃ الاخلاص اجر وثواب میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔(۱)

(11) ایک آدمی کو سورۃ الاخلاص سے بہت محبت تھی اور اس محبت کی وجہ سے وہ اس سورت کو ہر نماز کی قراءت کے اختتام پر پڑھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس سورت سے محبت کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کر دیا۔(۲)

(12) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (شیطان سے پناہ مانگنے کے لیے) سورۃ الفلق اور سورۃ الناس جیسی قرآن میں اور کوئی آیات نہیں۔(۳)

☐ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ماہ رمضان میں کثرت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ لہٰذا ہمیں بھی مندرجہ بالا فضائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے چاہیے کہ ہم اس مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور مکمل قرآن کی تلاوت کریں، جس قدر ہو سکے قرآنی آیات اور سورتوں کو حفظ کرنے کی کوشش کریں نیز اس کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے کے لیے بھی وقت نکالیں تا کہ نزول قرآن کا مقصد بھی پورا ہو سکے۔

---

(۱) [مسلم (۸۱۱) کتاب صلاة المسافرین وقصرها : باب فضل قراءة قل هو الله أحد، نسائی فی السنن الکبری (۱۰۴۳۷/٦) وفی عمل الیوم واللیلة (۷۰٦) دارمی (۳٤۳۱)]

(۲) [بخاری تعلیقا (۷۷٤) کتاب الأذان : باب الجهر بقراءة صلاة الفجر، ترمذی (۲۹۰۱) نسائی فی السنن الکبری (۱۰٦٥/۱) ابن حبان (۷۹۳)]

(۳) [مسلم (۸۱٤) کتاب صلاة المسافرین وقصرها : باب فضل قراءة المعوذتین، ترمذی (۲۹۰۲) نسائی (۹٥۳) وفی السنن الکبری (۸۰۳۰/٥) بیهقی (۳۹٤/۲) دارمی (۳٤٤۱)]

باب المسائل المتفرقة   متفرق مسائل کا بیان

صدقۃ الفطر کے مسائل

- صدقۃ فطر سے مراد ماہ رمضان کے اختتام پر نماز عید سے پہلے فطرانہ ادا کرنا ہے۔[1]
- اس صدقے کو رسول اللہ ﷺ نے فرض قرار دیا ہے۔
- صدقۃ فطر کا مقصد خود کو دوران روزہ کیے ہوئے گناہوں سے پاک کرنا ہے۔
- صدقۃ فطر صرف مسلمانوں کی طرف سے ادا کیا جائے گا۔
- صدقۃ فطر کی مقدار ایک صاع ہے اور جدید وزن کے مطابق ایک صاع اڑھائی کلوگرام کے قریب ہوتا ہے۔
- صدقۃ فطر میں افضل یہ ہے کہ گندم، چاول، جو، کھجور، منقی، پنیر یا جو اجناس بھی بطور خوراک زیر استعمال ہوں ان سے صدقۃ ادا کیا جائے۔
- کسی عذر کی وجہ سے مذکورہ اجناس کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔
- گھر کے سرپرست کو چاہیے کہ اپنے تمام اہل وعیال اور غلاموں کی طرف سے صدقۃ ادا کرے۔
- صدقۃ فطر کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ اسے نماز عید سے پہلے ادا کر کیا جائے۔
- عید سے ایک دو روز قبل بھی صدقۃ فطر ادا کیا جا سکتا ہے۔
- جس کے پاس ایک دن ورات کے لیے اپنی خوراک سے زیادہ اناج نہ ہو اس پر صدقۃ فطر واجب نہیں۔
- صدقۃ فطر کے مستحق صرف مساکین ہیں۔

مندرجہ بالا تمام مسائل کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب " فقه الحديث : كتاب الزكاة : باب صدقة الفطر " یا ''مسائل زکوۃ کی کتاب'' کا مطالعہ کیجیے۔

عیدین کے مسائل

- عید کے دن غسل کرنا مستحب ہے۔
- عیدین کے لیے عمدہ لباس پہننا چاہیے۔
- نماز عید الفطر سے پہلے کچھ کھانا اور نماز عید الاضحیٰ سے پہلے کچھ نہ کھانا مستحب ہے۔
- نماز عید کے لیے پیدل چل کر جانا چاہیے۔
- نماز عیدین ہر مکلف شخص پر واجب ہے۔

- نماز عیدین کے لیے عورتوں کو بھی عیدگاہ لے جانا چاہیے خواہ وہ ایام ماہواری میں ہی کیوں نہ ہوں۔
- خواتین کو چاہیے کہ عیدگاہ کی طرف باپردہ ہو کر نکلیں اور خوشبو مت لگائیں۔
- بچوں کو بھی عیدگاہ لے جانا درست ہے۔
- عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیریں کہنی چاہئیں۔
- عید الفطر میں شوال کا چاند دیکھنے کے بعد سے نماز عید الفطر کی ادائیگی تک تکبیریں کہنی چاہئیں اور عید الاضحیٰ میں 9 ذوالحجہ سے لے کر 13 ذوالحجہ کی شام تک تکبیریں کہنی چاہئیں۔
- خواتین بھی مردوں کے ساتھ تکبیرات کہنے میں شریک ہو سکتی ہیں۔
- نماز عیدین مسجد میں نہیں بلکہ علاقے سے باہر کھلے میدان میں ادا کرنی چاہیے۔
- کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں بھی نماز عید کی ادائیگی درست ہے۔
- نماز عیدین کا وقت طلوع آفتاب سے لے کر آفتاب ڈھلنے تک ہے۔
- اگر زوال آفتاب کے بعد عید کا علم ہو تو نماز عید کے لیے اگلے روز عیدگاہ جانا چاہیے۔
- نماز عید الاضحیٰ قدرے جلد اور نماز عید الفطر کچھ دیر سے ادا کرنا مسنون ہے۔
- نماز عیدین کے لیے نہ اذان کہی جائے اور نہ اقامت۔
- نماز عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل نماز نہیں۔
- عیدگاہ سے فارغ ہونے کے بعد گھر جا کر دو رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔
- عیدگاہ میں امام کے سامنے سترہ رکھنا مسنون ہے۔
- نماز عید کی دو رکعتیں ہیں۔
- نبی کریم ﷺ عیدین میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلٰی" اور "هَلْ أَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ" کی قراءت کرتے تھے۔
- پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات اور دوسری میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔
- عیدین کی تکبیروں میں رفع الیدین کرنا کسی صحیح حدیث واثر سے ثابت نہیں۔
- امام پہلے نماز عید پڑھائے اور پھر خطبہ دے۔
- نماز عید کا صرف ایک خطبہ ہے۔
- خطبہ عید کے لیے منبر مشروع نہیں۔
- اگر ایک شخص نماز عید پڑھائے اور دوسرا خطبہ دے تو یہ بھی کفایت کر جاتا ہے۔

- صحابہ کرام عید کے دن جب ملتے تو ایک دوسرے کو یہ کلمات کہتے " تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْکَ "۔
- عیدگاہ سے واپسی پر راستہ تبدیل کرنا مسنون ہے۔
- عید اگر جمعہ کے روز آجائے تو نماز عید تو معمول کے مطابق ہی ادا کی جائے گی البتہ جمعہ میں اختیار ہوگا یعنی اگر کوئی چاہے تو مسجد میں حاضر ہو کر جمعہ پڑھ لے اور اگر چاہے تو نہ پڑھے لیکن یہ یاد رہے کہ جمعہ نہ پڑھنے والے پر نماز ظہر کی اکیلے یا باجماعت ادائیگی بہر صورت ضروری ہے۔
- عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

مندرجہ بالا تمام مسائل عیدین کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب " فقه الحديث : كتاب الصلاة : باب صلاة العيدين " یا "پانچ اہم دینی مسائل" کا مطالعہ کیجیے۔

قربانی کے مسائل

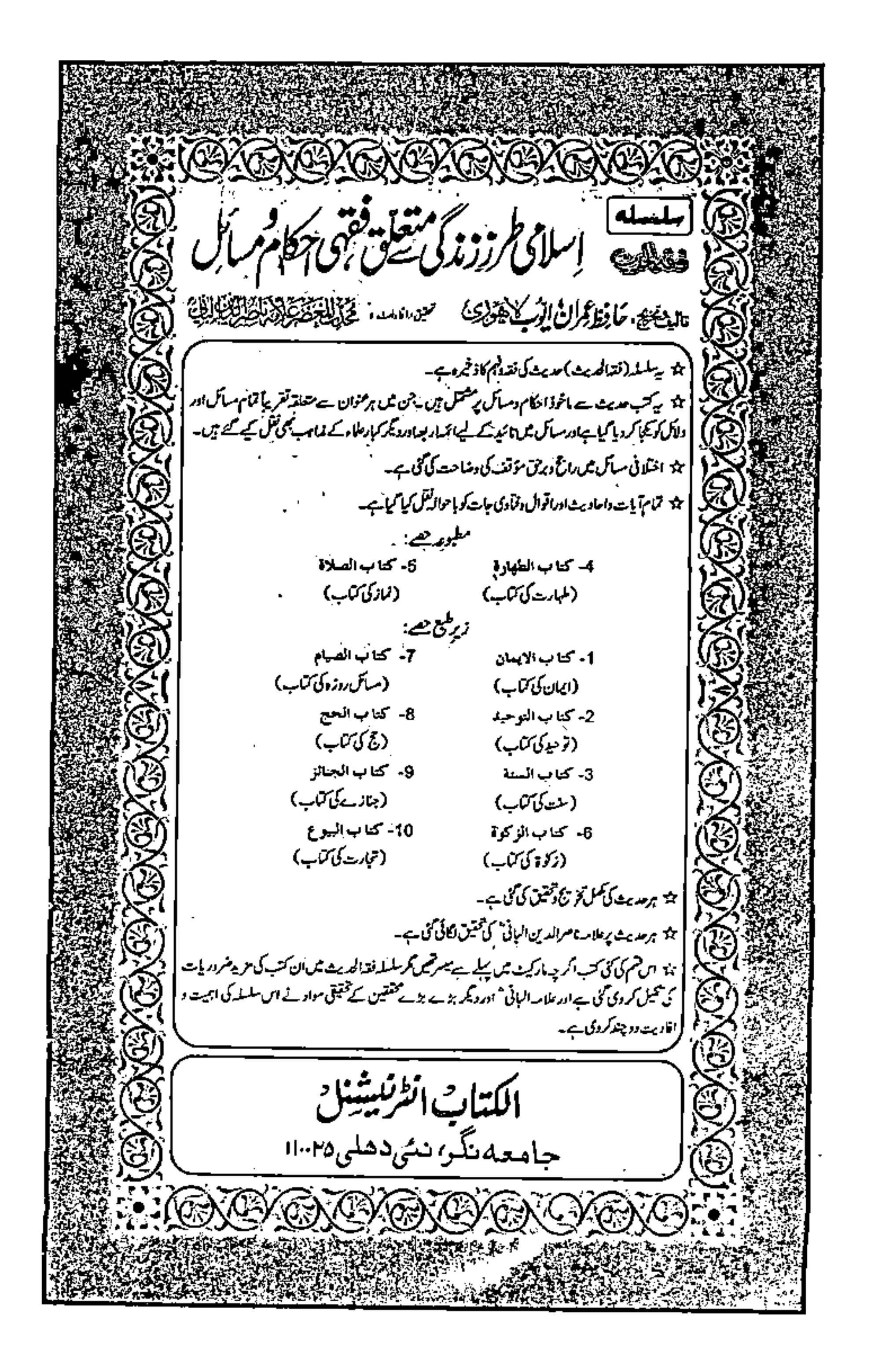
- نماز عید الاضحیٰ کے بعد ہر صاحب استطاعت مسلمان پر قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔
- اگر کوئی شخص نذر کے ذریعے اپنے اوپر قربانی واجب کرلے تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔
- اسی طرح حج تمتع یا حج قران کرنے والوں کے لیے بھی قربانی کرنا واجب ہے۔
- اگر کوئی قربانی کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو تو یقیناً اسے قربانی نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔
- قربانی صرف رضائے الٰہی کے لیے کرنی چاہیے۔
- قربانی کی قبولیت کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ پاکیزہ مال سے ہو اور مسنون طریقے کے مطابق ہو۔
- قربانی کے جانور یہ ہیں: اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری۔
- کوئی مجبوری نہ ہو تو دوندا جانور قربانی کے لیے ذبح کرنا ضروری ہے۔
- رسول اللہ ﷺ سینگ والا موٹا تازہ مینڈھا ذبح کرتے جس کی آنکھیں، منہ اور ٹانگیں سیاہ ہوتیں۔
- خصی جانور کی قربانی جائز ہے۔
- بھینس کی قربانی سے بچنا ہی بہتر ہے۔
- چار جانور قربانی میں جائز نہیں: واضح طور پر آنکھ کا کانا، ایسا بیمار جس کی بیماری واضح ہو، لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور ایسا کمزور جس میں چربی نہ ہو۔
- حاملہ جانور کی قربانی جائز و درست ہے۔
- قربانی کا ارادہ رکھنے والا ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے رک جائے۔

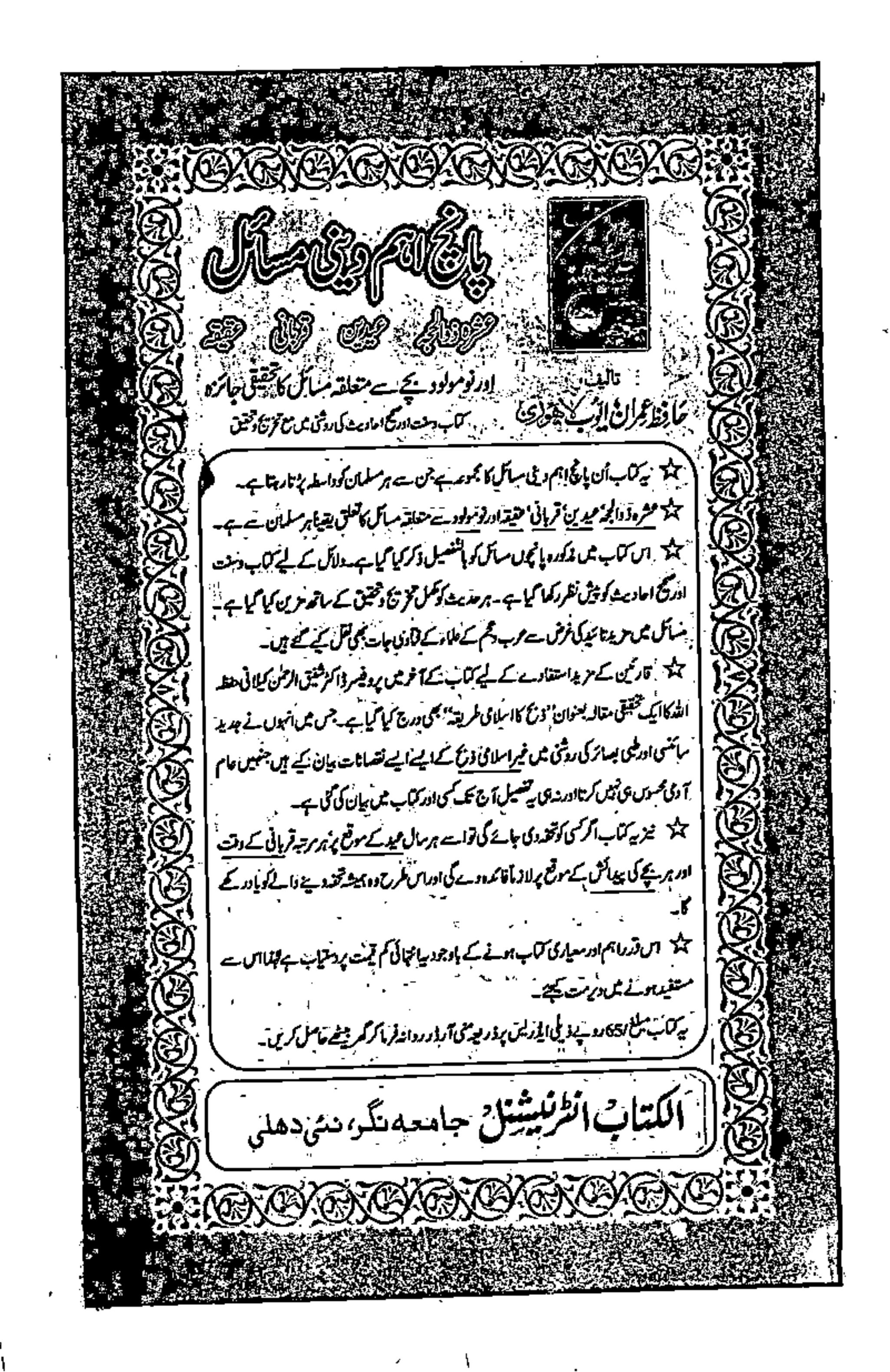
- قربانی کا وقت نماز عید کے بعد ہے جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی اس کی قربانی قبول نہیں ہوگی۔
- عیدالاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن یعنی تیرہ (13) ذوالحجہ کی شام تک قربانی کی جا سکتی ہے۔
- قربانی کے لیے چھری خوب تیز ہونی چاہیے۔
- قربانی کے جانور کو قبلہ رخ لٹانا چاہیے۔
- اونٹ کو ذبح نہیں بلکہ نحر کرنا چاہیے۔
- چھری چلانے سے پہلے یہ دعا پڑھیں: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔
- ہر خون بہا دینے والی چیز سے ذبح کرنا جائز ہے سوائے دانت اور ناخن کے۔
- جانور خود ذبح کرنا چاہیے لیکن اگر کوئی ایسا نہ کر سکتا ہو تو قصائی سے ذبح کرانا بھی درست ہے۔
- اگر عورت کو جانور ذبح کرنے کا طریقہ آتا ہو تو اس کے لیے جانور ذبح کرنا جائز ہے۔
- مکمل اہل و عیال کی طرف سے ایک بکری کفایت کر جاتی ہے۔
- اونٹ کی قربانی میں دس افراد جبکہ گائے کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔
- قربانی کا گوشت خود کھانا، اقرباء کو کھلانا، مساکین میں تقسیم کرنا اور ذخیرہ کرنا سب طرح جائز ہے۔
- غیر مسلم اگر مستحق ہو تو اسے بھی قربانی کا گوشت دیا جا سکتا ہے۔
- قربانی کی کھالوں کا بھی وہی مصرف ہے جو قربانی کے گوشت کا ہے۔
- نہ تو قربانی کا گوشت فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی کھال۔

مندرجہ بالا تمام مسائلِ قربانی کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب "فقه الحديث : كتاب الأضحية : باب أحكام الأضحية" یا "پانچ اہم دینی مسائل" کا مطالعہ کیجیے۔

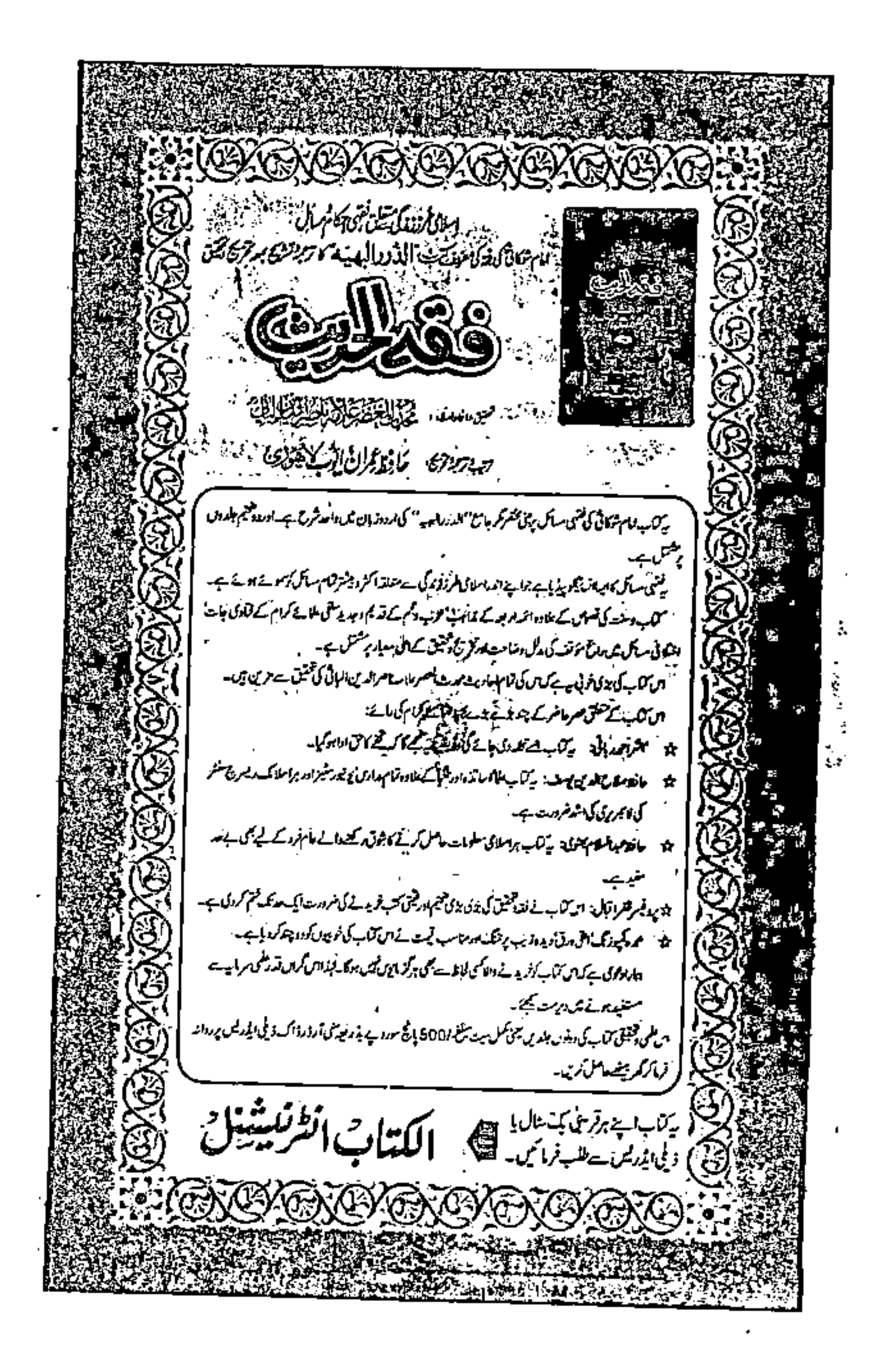
"الحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات حمدا كثيرا طيبا مباركا على أن وفق هذا العاجز تصنيف كتاب الصيام وأساله المزيد من العلم والعمل والفضل والتوفيق وأن يجعل هذا الكتاب سبب نجاتي ووسيلة دخولي في جنات النعيم مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين

[بقلم: حافظ عمران ايوب لاهوري]





پانچ اہم دینی مسائل
عشرہ ذوالحجہ عیدین قربانی عقیقہ
اور نومولود بچے سے متعلقہ مسائل کا تحقیقی جائزہ
تالیف
حافظ عمران ایوب لاہوری
کتاب وسنت اور صحیح احادیث کی روشنی میں مع تخریج وتحقیق
☆ یہ کتاب اُن پانچ اہم دینی مسائل کا مجموعہ ہے جن سے ہر مسلمان کو واسطہ پڑتا رہتا ہے۔
☆ عشرہ ذوالحجہ، عیدین، قربانی، عقیقہ اور نومولود سے متعلقہ مسائل کا تعلق یقیناً ہر مسلمان سے ہے۔
☆ اس کتاب میں مذکورہ پانچوں مسائل کو بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے۔ دلائل کے لیے کتاب وسنت اور صحیح احادیث کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ہر حدیث کو مکمل تخریج وتحقیق کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ مسائل میں مزید تائید کی غرض سے عرب وعجم کے علماء کے فتاوی جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔
☆ قارئین کے مزید استفادے کے لیے کتاب کے آخر میں پروفیسر ڈاکٹر شفیق الرحمن کیلانی حفظہ اللہ کا ایک تحقیقی مقالہ بعنوان "ذبح کا اسلامی طریقہ" بھی درج کیا گیا ہے۔ جس میں انہوں نے جدید سائنسی اور طبی بصائر کی روشنی میں غیر اسلامی ذبح کے ایسے ایسے نقصانات بیان کیے ہیں جنہیں عام آدمی محسوس ہی نہیں کرتا اور نہ ہی یہ تفصیل آج تک کسی اور کتاب میں بیان کی گئی ہے۔
☆ نیز یہ کتاب اگر کسی کو تحفہ دی جائے گی تو اسے ہر سال عید کے موقع پر ہر مرتبہ قربانی کے وقت اور ہر بچے کی پیدائش کے موقع پر لازماً فائدہ دے گی اور اس طرح وہ ہمیشہ تحفہ دینے والے کو یاد رکھے گا۔
☆ اس قدر اہم اور معیاری کتاب ہونے کے باوجود یہ انتہائی کم قیمت پر دستیاب ہے لہٰذا اس سے مستفید ہونے میں دیر مت کیجئے۔
یہ کتاب مبلغ 65/ روپے ذیلی ایڈریس پر بذریعہ منی آرڈر روانہ فرما کر گھر بیٹھے حاصل کریں۔
الکتاب انٹرنیشنل جامعہ نگر، نئی دہلی



اسلامی طرزِ زندگی سے متعلق فقہی احکام و مسائل
امام شوکانی کی فقہ کی معروف کتاب الدرر البھیة کا ترجمہ و تشریح مع تخریج و تحقیق
فقه الحديث
تحقیق و افادات: محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی
ترجمہ و تشریح: حافظ عمران ایوب لاہوری
یہ کتاب امام شوکانی کی فقہی مسائل پر مبنی مختصر مگر جامع "الدرر البھیة" کی اردو زبان میں واحد شرح ہے۔ اور دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔
یہ فقہی مسائل کا ایسا انسائیکلوپیڈیا ہے جو اپنے اندر اسلامی طرزِ زندگی سے متعلق اکثر و بیشتر تمام مسائل کو سموئے ہوئے ہے۔
کتاب و سنت کی نصوص کے علاوہ ائمہ اربعہ کے مذاہب، عرب و عجم کے قدیم و جدید سلفی علمائے کرام کے فتاویٰ جات
اختلافی مسائل میں راجح موقف کی مدلل وضاحت اور تخریج و تحقیق کے اعلیٰ معیار پر مشتمل ہے۔
اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی تمام احادیث محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی کی تحقیق سے مزین ہیں۔
اس کتاب کے متعلق عصرِ حاضر کے چند جید علمائے کرام کی رائے:
☆ مختار احمد ہاشمی: یہ کتاب ... کا حق ادا ہو گیا۔
☆ حافظ صلاح الدین یوسف: یہ کتاب علماء، اساتذہ اور طلباء کے علاوہ تمام مدارس، یونیورسٹیز اور ہر اسلامک ریسرچ سنٹر کی لائبریری کی اشد ضرورت ہے۔
☆ حافظ عبدالسلام بھٹوی: یہ کتاب ہر اسلامی معلومات حاصل کرنے کا شوق رکھنے والے عام فرد کے لیے بھی بے حد مفید ہے۔
☆ پروفیسر ظفر اقبال: اس کتاب نے فقہ و تحقیق کی بڑی بڑی ضخیم اور قیمتی کتب خریدنے کی ضرورت ایک حد تک ختم کر دی ہے۔
☆ عمدہ کمپوزنگ، اعلیٰ ورق، دیدہ زیب پرنٹنگ اور مناسب قیمت نے اس کتاب کی خوبیوں کو دو چند کر دیا ہے۔
ہمارا دعویٰ ہے کہ اس کتاب کو خریدنے والا کسی لحاظ سے بھی ہرگز مایوس نہیں ہوگا۔ لہٰذا اس گراں قدر علمی سرمایہ سے مستفید ہونے میں دیر مت کیجیے۔
اس علمی و تحقیقی کتاب کی دونوں جلدیں یعنی مکمل سیٹ مبلغ 500/ پانچ سو روپے بذریعہ منی آرڈر درج ذیل ایڈریس پر روانہ فرما کر گھر بیٹھے حاصل کریں۔
یہ کتاب اپنے ہر قریبی بک سٹال یا ذیلی ایڈریس سے طلب فرمائیں۔
الکتاب انٹرنیشنل

Rozon ki kitab

7

۱- روزہ قبل از اسلام اور دیگر اقوام پر بھی فرض تھا لیکن اُمت محمدیہ پر امتیازی خصوصیات کے ساتھ فرض کیا گیا ہے۔ عمداً بلا عذر رمضان کا روزہ چھوڑنے والے کو اہل علم نے دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کا عندیہ دیا ہے۔ وہ شخص خائب و خاسر ہوگا جو ماہ رمضان پانے کے باوجود اپنی مغفرت نہ کرا سکا۔ روزہ جہنم سے بچاؤ کے لیے ڈھال ہے۔ یہ نفس امارہ کو کچلنے اور تقویٰ و پرہیز گاری کی تخلیق کا محرک ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے شکر کا ایک وسیلہ ہے۔ یہ جہاں دنیاوی صحت و تندرستی، متعدد مہلک امراض سے نجات اور رُوحانی تسکین کا ضامن ہے وہاں اُخروی فلاح کا بھی باعث ہے۔

۲- تاہم یہ یاد رہے کہ فضائل و برکاتِ روزہ کے حصول کے لیے محض بھوک پیاس برداشت کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ شرائط و مسائل روزہ کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

۳- زیر نظر کتاب ''کتاب الصیام'' میں مصنف حافظ عمران ایوب لاہوری سلمہ اللہ نے محنت شاقہ سے تقریباً وہ تمام مسائل جمع کرنے کی سعی جمیل کی ہے جو روزے سے متعلقہ ہیں۔ ''سلسلہ فقہ الحدیث'' کی سابقہ روایت کے مطابق اس کتاب میں بھی دلائل کے لیے صحیح احادیث کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ ہر حدیث کو علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تحقیق سے مزین کیا گیا ہے۔ شیخ البانی کے علاوہ دیگر کبار محققین کی تحقیقین سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ احادیث کی مکمل تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔ مسائل میں ائمہ اربعہ کے علاوہ عرب و عجم کے قدیم و جدید علماء و مفتیان اور فقہائے عظام کے فتاوی جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔

۴- ادارۂ فقہ الحدیث پبلیکیشنز نے مندرجہ تصنیفی خوبیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حُسن طباعت کا بھی حق ادا کیا ہے۔ یوں یہ کتاب جہاں علم و تحقیق میں شاہکار ہے وہاں اسے دیدہ زیب و پرکشش پرنٹنگ میں بھی درجۂ کمال حاصل ہے۔

پروفیسر ظفر اقبال حفظہ اللہ
شعبۂ اسلامیات انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور